www.ahlehaq.org

اِمدادُ الاحکام

امداد الفتاوٰی کا تکملہ جو ۱۳۴۰ھ کے بعد کے فتاوٰی پر مشتمل ہے

تالیف

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۂ دار العلوم کراچی

امداد الاحکام

امداد الفتاویٰ کا تکملہ

جو ۱۳۴۰ھ کے بعد کے فتاویٰ پر مشتمل ہے

تالیف

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبد الکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر نگرانی

حکیم الامت مجدد الملّت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

ناشر

مکتبہ دار العلوم کراچی

پوسٹ کوڈ : ۷۵۱۸۰

www.ahlehaq.org

طبع جدید.....محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
جنوری 2009ء

باہتمام.....محمد قاسم گلگتی

ملنے کے پتے

- مکتبہ دارالعلوم کراچی
احاطۂ جامعہ دارالعلوم کراچی
فون نمبر
021-5042280
021-5049455
ای میل
mdukhi@cyber.net.pk

- مکتبہ معارف القرآن، احاطۂ جامعہ دارالعلوم کراچی
- ادارۃ المعارف، احاطۂ جامعہ دارالعلوم کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- ادارہ اسلامیات، اُردو بازار کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار کراچی
- بیت الکتب، بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

www.ahlehaq.org

امدادالاحکام

www.ahlehaq.org

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (القرآن)

اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ (بیان القرآن)

www.ahlehaq.org

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

فہرست امداد الاحکام جلد چہارم

کتاب الھبۃ

	صفحہ
ہبہ میں عوض لینے کے بعد اسکی بیع کرنا صحیح نہیں اور رجوع عن الھبہ کیلئے قضاء قاضی شرط ہے.....	۲۵
ہبہ فرضی اور ہبہ مشاع کا حکم.....	۲۷
تحقیق ہبہ مکان و چھت وغیرہ وہبہ علوبدون سفل ؟.....	۳۰
بیوی نے مرنے سے پہلے تیرہ دن قبل، جبکہ وہ دق کی مریضہ تھی، اپنی تمام جائیداد شوہر کے نام بذریعہ رجسٹری بیع کردی اور پوری قیمت شوہر کو معاف کردی تو یہ معاف کرنا صحیح ہے یا نہیں اور بیوی کے ورثاء کو اس جائیداد میں سے مل سکتا ہے یا نہیں ؟.....	۳۲
جن افعال یا الفاظ سے ہبہ یا بیع کا مفہوم ہونا مشکوک ہو ان سے ہبہ اور بیع کا ثبوت نہیں ہو سکتا.....	۳۳
ہبہ کی ایک خاص صورت کا حکم.....	۳۵
ہبہ مشاع کا حکم.....	۳۶
ملک غیر کا ہبہ درست نہیں اور مرض الموت میں بدون قبض موہوب لہ ہبہ کی ایک صورت کا حکم...	۳۹
ہبہ فاسدہ کی ایک صورت.....	۴۰
بیٹے کو تعمیر مکان کیلئے زمین دینا ظاہر عرف میں اسکو ہبہ کرنا ہے دلیل ہبہ نہیں.....	۴۱
رجوع فی الھبہ کی ایک صورت کا حکم.....	۴۳
مسئلہ ہبہ.....	۴۹
بیٹوں کو ہبہ بالعوض اور ورثاء کیلئے وصیت کا حکم.....	۵۱
گورنمنٹ کی طرف سے معافی اور سکہ نمبری اراضی میں بڑے بیٹے کے نام ہونے کی شرط اور اس میں سب ورثاء کا حقدار ہونا.....	۵۴
کسی ایک بیٹے کو جائیداد سے محروم کرنا یا حصہ کم کردینا.....	۵۴
مسئلہ متعلق کتاب الھبہ.....	۵۵
ہبہ میں عوض لینے کے بعد اس کی بیع کرنا صحیح نہیں اور رجوع عن الھبہ کے لئے قضا قاضی شرط ہے..	۵۷

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کتاب الإکراہ	
اکراہ علی التوکیل بالنکاح باطل ہے.....	۵۹
کتاب الامارۃ و السیاسۃ	
حضرت تھانویؒ کی تحریر بابت حمایت خاکساران و مسلم لیگ.....	۶۲
کتاب الدعوی و الشہادات و القضاء	
مجلس قضاء کے بغیر شہادت شرعاً معتبر نہیں.....	۶۳
دو گواہ عورتوں کے درمیان تفریق کرنے کا حکم.....	۶۵
شاہدان طلاق اگر مدت طویل گزر جانے کے بعد گواہی دیں تو ان کی شہادت معتبر نہیں.....	۶۶
حَکَم کے فیصلہ کر دینے کے بعد کسی ایک فریق کو رجوع کرنا جائز نہیں.....	۶۹
مشرک عورت ایک مرد مسلمان کے پاس رہی دونوں سے بچے بھی پیدا ہوئے اور عورت نے اسلام بھی بظاہر قبول نہ کیا ہو اب عورت اپنے مسلمان ہونے اور مسلمان کی بیوی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے.	۷۰
زوجہ کی وفات کے بعد اسکے ورثاء اور زوج میں ایک قطعہ زمین پر اختلاف ہونے کا حکم، جبکہ وہ قطعہ زوجہ کے نام پر ہو	۷۳
زوجہ کی وفات کے بعد اسکے ورثاء اور زوج میں ان زیورات پر اختلاف کا حکم جو شوہر نے نکاح کے وقت بیوی کو دیئے تھے.....	۷۴
زوجین کے منکر طلاق ہونے کی صورت شہادت طلاق معتبر ہے یا نہیں اور شہادت میں گواہوں کی تاخیر کرنے کا حکم.....	۷۵
باوجود بینہ کے مدعی علیہ کا قسم کھانا.....	۷۸
دعویٰ کے اندر شاہد اور مدعی میں تاریخ کے اندر اختلاف یا تردد ہو جانے کا حکم.....	۸۰
نکاح خواں کی شہادت قبول کرنے میں تفصیل ہے.....	۸۱
جو احکام تحت القضاء داخل نہیں انکا حوالہ.....	۸۲
زوجہ ثانیہ کا اس رقم کا دعویٰ کرنا جو اول کے گھر کے دور ہونے کی وجہ سے کرایہ میں صرف ہوئی ہے.....	۸۲

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
شہادت علی الطلاق کا حکم.....	۸۳
مقدمہ میں ایک مرد دو عورتیں گواہ ہوں تو قاضی عورتوں میں تفریق کر سکتا ہے یا نہیں ؟.....	۸۴
عدد طلاق میں گواہوں کے اختلاف کی ایک صورت.....	۸۵
شہادت حسبہ میں بلا عذر شرعی تاخیر موجب فسق ہے.....	۸۶
القول الماضی فی نصب القاضی (نصب قاضی سے متعلق چند سوالات).....	۸۸
اگر شوہر کہے کہ بیوی مہر معاف کر چکی ہے اور خسر اسکو تسلیم نہ کرے تو مدعی کون ہے اور مدعی علیہ کون ؟.....	۹۶
حکم سماع دعویٰ بعد یا نزدہ سال.....	۹۹
قاضی نکاح خواں دعویٰ کرے کہ عورت نے بوقت نکاح اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا اور عورت انکار کرتی ہو اور مدعی اذن کے پیش کردہ گواہ مردود الشہادات ہوں تو الخ.....	۱۰۱
حکم سکوت مدعی بر تصرفات مدعی علیہ و تاخیر در دعویٰ بعد از افلاس خود.....	۱۰۵
ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس لڑکی کا نکاح اسکے باپ نے بحالت نابالغی مجھ سے کیا تھا اور اولیاء یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لڑکی نہیں بلکہ یہ اسکی بہن ہے اور وہ مر چکی ہے.....	۱۰۶
نکاح پر شہادت حسبہ مسموع ہے.....	۱۰۷
ثبوت زنا کیلئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں، جبکہ قتل مومن کیلئے دو گواہوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے.....	۱۰۹
بوقت فیصلۂ حاکم گواہوں کا حاضر عدالت ہونا ضروری ہے یا نہیں ؟ اگر عورت پردہ نشین مدعی ہو تو اس کا حاضر ہونا عدالت میں شرط ہے یا نہیں ؟.....	۱۱۱
حدیث البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر کی ایک توجیہ کی تغلیط.....	۱۱۲
طلاق کے ایک واقعہ میں گواہوں کا اختلاف.....	۱۱۵
بے نمازی کی شہادت کا حکم.....	۱۱۶
حکم اپنے علم پر شہادت رد کر سکتا ہے.....	۱۱۷
حقدار کو حق ملنے کے بعد مدعی علیہ کو سزا سے بچانے کیلئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے یا نہیں ؟.....	۱۱۸
بازار میں چلتے پھرتے کھانے سے مطلقاً عدالت ساقط ہو جاتی ہے یا اس میں تفصیل ہے ؟.....	۱۱۹
طلاق کی ایک صورت میں تحمل شہادت کی بحث.....	۱۲۰
طلاق میں گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے.....	۱۲۳

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کتاب القصاص والدیات	
مجنون اگر اپنی بیوی کو قتل کردے تو قصاص کا حکم.....	۱۲۴
کتاب الحدود والتعزیرات	
حاکم کیلئے شخص مہتم کو سزا دینا جائز ہے.....	۱۲۶
جرمانہ مدارس بر طلبہ غیر حاضر.....	۱۲۷
اس شخص پر تعزیر کا حکم جس پر عورت نے زنا کی تہمت لگائی ہو اور وہ منکر ہو.....	۱۲۸
حکم تعزیر بالمال.....	۱۲۸
مرتد اور اسکے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے احکام.....	۱۲۹
حکم تعزیر طلبہ علم وصبیان وزوجہ بر کوتاہی در تعلیم.....	۱۳۳
حکم تعزیر نابالغ بوطئ بہیمہ.....	۱۳۵
احکام تعزیر.....	۱۳۵
کتاب الاقرار والصلح	
صلح فاسد کی ایک صورت.....	۱۳۷
ایک وارث کا دوسرے ورثاء کو کچھ رقم دیکر انکے حصہ سے صلح کرنا جائز ہے یا نہیں؟.....	۱۳۹
صلح اور تعزیرات سے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتاء.....	۱۴۱
ترکہ میں رجوع عن الصلح کی ایک صورت.....	۱۴۲
کتاب الوکالۃ والکفالۃ	
وکیل اگر سہوا مبیع کی قیمت زیادہ ادا کردے تو زیادتی کا ضمان کس پر ہے؟.....	۱۴۴
وکیل کو موکل کے مال سے اسکی اجازت کے بغیر نفع اٹھانا جائز نہیں.....	۱۴۴
مدعی کا خصم کی مرضی کے خلاف کسی کو وکیل بالخصومۃ بنانا.....	۱۴۴

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
ملازمین مدرسہ جو تحصیل چندہ کی غرض سے باہر بھیجے جاتے ہیں کا بلا اجازت مہتمم چندہ میں تصرف جائز ہے یا نہیں ؟.....	۱۴۸
کتاب الشفعة	
حق شفعہ ثابت کرنے کیلئے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے.....	۱۴۸
شفعہ کی ایک خاص صورت کا حکم.....	۱۴۹
حق شفعہ بوقت طلب تاخیر ثمن سے باطل نہیں ہوتا.....	۱۵۱
مکرر سوال از جانب مشتری متعلق سوال مذکورہ از دیوبند خانقاہ امدادیہ.....	۱۵۴
دعویٰ شفعہ سے بچنے کی خاطر مبیع کی قیمت زیادہ لکھوانا.....	۱۶۴
شفعہ کی ایک صورت کا حکم.....	۱۶۴
حکم دعویٰ شفعہ از جانب مسجد واوقاف دیگر.....	۱۶۹
تبادلہ جائیداد میں بھی حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے.....	۱۷۱
کتاب المزارعة و المساقاة	
کچھ روپے لیکر کاشتکار کو موروثی کر دینا جائز نہیں.....	۱۷۱
زمین کی کاشتکاری میں وراثت جاری نہیں ہوتی.....	۱۷۲
زمین موروثی کا حکم اور زمین کو موروثی کرنے کے عوض مال لینے کا حکم.....	۱۷۲
اضافہ لگان کر کے زمین کو موروثی پر لینا.....	۱۷۳
حکم خرص در مزارعت.....	۱۷۴
دخیل کار اور موروثی زمین کی پیداوار کا حکم.....	۱۷۵
موروثی کاشتکار کی ایک خاص صورت کا حکم.....	۱۸۲
دلیل حرمت موروثی و دخیل کاری حکم، زمین موروثی.....	۱۸۳
مزارعت فاسدہ کی ایک صورت کا حکم.....	۱۸۶
زمیندار پر سرکاری پابندی، کہ کاشتکار کو اتنی معافی ضرور دیں، اور اسکی ایک خاص صورت کا بیان....	۱۸۹

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کتاب الصید و الذبائح و الاضحیۃ و العقیقہ و الختان	
خصی دنبے کی قربانی کا حکم	۱۹۰
قربانی کے جانور کو پہلے سے خرید کر موٹا تازہ کرنا مستحب ہے	۱۹۰
عقیقہ ساتویں دن کرنا مستحب ہے	۱۹۰
گائے کا ذبیحہ ہندوستان میں اسلامی شعار ہے	۱۹۱
قربانی کی کھال خیرات نہ کر کے مٹی میں دفن کرنے کا حکم	۲۰۰
اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم اور حکمت جواز	۲۰۰
سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم اور اس کی تحقیق	۲۰۲
ذابح کی مدد کرنے والا اگر کافر ہو تو ذبیحہ حلال ہے	۲۰۴
قربانی کے جانور کی کھال اور اسکے گوشت کا حکم	۲۰۵
عقیقہ کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کا حکم	۲۰۶
سینگ ٹوٹی ہوئی گائے کی قربانی کا حکم	۲۰۸
ذابح کی اعانت کا معنی	۲۱۳
ذابح نے غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ، اللہ اکبر کہا تو ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟	۲۱۴
بعد فوت اضحیہ کے ذبح کافی نہیں بلکہ تصدق بھی واجب ہے	۲۱۴
مالک تالاب کا لوگوں کو مچھلیاں شکار کرنے سے روکنے کا حکم	۲۱۵
گونگے آدمی کے ذبیحہ کا حکم	۲۱۶
قربانی کے جانور کو تبدیل کرنے کا حکم	۲۱۶
جو جانور قربانی کے واسطے متعین کر دیا ہو اس کا گوشت کھانے کا حکم اور اس صورت میں نذر ہونے کا اشکال اور اس کا جواب	۲۱۷
مرغی یا کسی بڑے جانور کا سر بندوق یا ریل وغیرہ سے کٹ جائے اور محل ذبح باقی ہو اور جانور میں آثار حیات بھی ہوں تو اس کو ذبح کر کے کھانا حلال ہے یا نہیں؟	۲۲۵
عقیقہ کے جانور میں چند بچوں کا عقیقہ ایک ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟	۲۲۸
تخفیف ایذا کیلئے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بے ہوش کرنا	۲۲۸

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
قربانی کی نیت سے بکری چھوڑ رکھی تھی وہ حاملہ ہوگئی تو اس کی قربانی میں کوئی قباحت نہیں.....	۲۳۰
دوسرے کی طرف سے بغیر اجازت قربانی کرنے کا حکم.....	۲۳۱
میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ.....	۲۳۳
عقیقہ میں بکروں کی بجائے گائیں میں حصہ لے لینے سے سنت عقیقہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟.....	۲۳۳
عقیقہ سے متعلق چند سوالات.....	۲۳۴
میت کی طرف سے قربانی کرنا.....	۲۳۶
امنية الهالك فى اضحية مالك.....	۲۳۶
ذبحہ کرنے کے بعد جان نکلنے سے پہلے جانور کی چھاتی کھولنا مکروہ ہے.....	۲۴۷
ایسا شکار ذبح کرنے کا حکم جس کے گلے کا اکثر حصہ باقی نہ رہا ہو.....	۲۴۸
کسی ایک شریک قربانی کا اپنے حصہ کی زیادتی کی زیادہ قیمت دینے کا حکم.....	۲۴۹
مسجد یا رباط میں چرم قربانی کی قیمت صرف کرنے کا حکم.....	۲۴۹
قربانی کے جانور کے کسی عضو میں زخم ہو کر کیڑے پڑ جائیں تو اس جانور کو قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ..	۲۵۰
قبضہ کے بعد چرم قربانی کی قیمت مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنے کا حکم.....	۲۵۱
گابھن اور شیر دار گائے کی قربانی جائز ہے.....	۲۵۲
ذبیح فوق العقدہ حلال ہے یا نہیں؟.....	۲۵۲
ختنہ کرنے سے اگر حشفہ کی کھال پوری نہ اترے تو دوبارہ ختنہ ضروری ہے یا نہیں؟.....	۲۵۳
صبی مجنون کا ختنہ سنت ہے یا نہیں؟.....	۲۵۴
قربانی میں ایک حصہ تمام امت محمدیہ کی طرف سے کرنے کا حکم اور شرکت اضحیہ کے چند احکام.....	۲۵۵
چرم اضحیہ کی قیمت میں تملیک فقراء ضروری ہے یا نہیں؟.....	۲۵۶
مکہ میں یوم النحر ہندوستان سے ایک دن پہلے ہوا تو ہندوستان میں بارہ تاریخ کی قربانیاں صحیح ہوئیں یا کہ نہیں؟.	۲۵۹
قربانی کی کھال ذبح کی اجرت میں دیدی اور اس کی واپسی ضروری ہے یا شرکاء کو اطلاع دینا کافی ہے کہ وہ اس کی تصدیق کریں؟.....	۲۶۳
اماطة الستور عن حكم اطارة الطيور، کیا شکار پر قبضہ یدہی ملک کیلئے کافی ہے یا تملیک بھی شرط ہے؟.....	۲۶۵
گائے کا عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟.....	۲۶۶

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کیاوقت اضحیہ گزر جانے کے بعد آئندہ سال قربانی کرنے سے سال گزشتہ کی قربانی ادا ہوگی ؟.....	۲۶۶
کیا حرم میں اضحیہ کا بھی اور عبادتوں کی طرح ثواب مضاعف ہے ؟.....	۲۶۷
قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟.....	۲۶۸
حکم ذبیحہ اہل کتاب.....	۲۷۰
خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں.....	۲۷۰
ثمن جلد اضحیہ کا بعینہٖ تصدق واجب ہے یا دوسری رقم بھی اس کے بدلے میں دی جاسکتی ہے ؟.....	۲۷۱
کسر عظام در عقیقہ اور دایہ کو ران دینے کا حکم.....	۲۷۲
اگر چودہ آدمی دو گایوں میں بلا تعین کے شریک ہوں تو ان کی قربانی درست ہوگی یا نہیں ؟.....	۲۷۳
قربانی ترک ہونے کی صورت میں بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے یا گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت دینا ؟.....	۲۷۳
ذبح فوق العقدہ میں موضع ذبح کے چار چیزوں میں سے تین کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ حرام....	۲۷۴
غیر مسلم کی بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور کو اگر مسلمان ذبح کردے تو وہ حلال ہے یا نہیں ؟.....	۲۷۵
بدون اذن واطلاع کے شوہر نے بیوی کی طرف سے قربانی کی تو بیوی اور سب شرکاء کی قربانی ہوگی یا نہیں ؟.....	۲۷۶
کیا گابھن گائے وغیرہ کی قربانی جائز ہے ؟.....	۲۷۸
کیا پورے دنوں کی گابھن گائے وغیرہ کی قربانی جائز ہے.....	۲۷۹
چرم قربانی اور گوشت اجرت میں دینا.....	۲۸۰
اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے دانت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں.....	۲۸۱
اختلاف جہات در اضحیہ و عقیقہ.....	۲۸۲
ایضاً اختلاف جہات در اضحیہ و عقیقہ.....	۲۸۴
مسئلہ ذبح.....	۲۸۴
کتاب الخظر و الاباحة **باب الرّشوة و الهدايا و الضيافات**	
طلباء کے والدین کا استاد کو ہدیہ دینا اور اسکی مختلف صورتوں کا حکم.....	۲۸۷

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
نکاح سے قبل ولیمہ کا حکم	۲۸۹
جس شخص کی آمدنی حرام ہو اسکی دعوت قبول کرنے کا حکم	۲۹۰
اہل مقدمہ کی امداد کے صلہ میں مہتمم مدرسہ کا مدرسہ کیلئے رقم وصول کرنا	۲۹۰
ولیمہ کی تعریف اور اسکا مستحب وقت	۲۹۱
حقہ پینے کا حکم	۲۹۲
مغنّی کی آمدنی اور اسکی دعوت قبول کرنے کا حکم	۲۹۲
سود سے توبہ کرنے والے کے گھر دعوت کا حکم	۲۹۳
کسی شبہ سے ترک دعوت مشروع ہے یا مطلقاً قبول دعوت مسنون ہے	۲۹۴
فاسق اور بدعتی کے ساتھ معاملہ اور اسکی ضیافت کا حکم	۲۹۴
قاضی کیلئے ماتحت ملازمین کی دعوت قبول کرنے کا حکم	۲۹۵
ہدیہ دینے والے کا تسلیم وغیرہ الفاظ سے شکریہ ادا کرنا کیسا ہے؟	۲۹۶
بعض ورثاء اگر مورث کا مال اپنا مملوک کہہ کر بنیتِ ایصال ثواب کہہ کر دیں تو اسکے قبول کرنے کا	۲۹۷
حکم جس شخص نے وارث کا حق روک رکھا ہو اسکے گھر دعوت کھانا اور اسکی آمدنی سے اجرت لینے کا حکم.	۲۹۸
باب الأكل و الشرب	
حلال ذبح شدہ جانور میں کون کون سی اشیاء حرام ہیں؟	۳۰۰
جو جانور کثرت سے نجاست کھاتے ہوں ان کے دودھ اور گوشت کا حکم	۳۰۰
آلائش نکالنے سے قبل مرغی کو گرم پانی میں ڈالنے کا حکم	۳۰۱
بکری کے بچہ کو انسان کا دودھ پلایا گیا تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟	۳۰۱
اس بکری کے بچے کے جو حفتی اور بچہ جننے کے قابل نہیں اگر دودھ نکلے تو اس کا پینا جائز نہیں	۳۰۲
اُلو اور طوطا مأکول اللحم ہیں یا نہیں؟	۳۰۳
چند بید ستر اور بید بہوٹی اور ریگ ماہی کسی امام کے نزدیک حلال ہیں یا نہیں؟	۳۰۴
میونسپل کمیٹی کی طرف سے گوشت کے پارچوں پر نشان لگانا اسکے مذبوحۂ مسلم ہونے کی دلیل نہیں	۳۰۵
تاڑی کی بنی ہوئی چیزوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟	۳۰۷

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
تاڑ کا پھل پکنے سے پہلے کھانا حلال ہے یا نہیں؟	۳۰۷
دال میں پکنے کے بعد کیڑے نظر آئے تو اسکا کھانا کیسا ہے؟	۳۰۸
کوّا حلال ہے یا حرام؟	۳۰۹
مچھلی کو آلائش صاف کئے بغیر پکانے کا حکم	۳۰۹
خرگوش کی کون سی قسم حلال ہے اور کون سی حرام؟	۳۱۰
پیرو مرغ حلال ہے یا حرام؟	۳۱۰
مأکول اللحم جانور کی کھال اور ہڈی کھانے کا حکم	۳۱۱
خشک مچھلی کھانے کا حکم	۳۱۱
حرام مغز کا کھانا حلال ہے یا حرام؟	۳۱۲
ایضاً، ایضاً، ایضاً	۳۱۲
کچا پیاز، لہسن اور حقہ کا حکم	۳۱۲
حیوان کے انثیین کھانا حنفیہ کے نزدیک کیسا ہے؟	۳۱۳
چھوٹی مچھلیوں کو چاک کئے بغیر اور آلائش صاف کئے بغیر کھانا جائز ہے یا نہیں؟	۳۱۳
آوارہ مرغی کو تین دن تک بند رکھ کر ذبح کیا جائے یا اس کی ضرورت نہیں؟	۳۱۵
باب التداوی	
گرگٹ اور چھپکلی کے روغن کو بطور دوا استعمال کرنا	۳۱۶
مٹی سے دانت صاف کرنے کا حکم	۳۱۶
انگریزی دوا کوروپسل کا حکم	۳۱۷
حرام اشیاء سے دوا کرنے کا حکم	۳۱۸
حالت مجبوری بیوی کو مانع حمل دوا کھلانا	۳۲۰
ٹاٹری دوا اور اسپرٹ کا حکم	۳۲۱
"اوکاسا" دوا کے استعمال کا حکم	۳۲۳

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کتاب اللباس و الزینة	
کرتے کی آستین کی لمبائی کتنی ہونی چاہیئے ؟	۳۲۴
ولائتی کپڑوں کے جلانے اور مال کے ضائع کرنے کا حکم	۳۲۴
عینک کی کمانی سونے کی بنانے کا حکم	۳۳۱
ریشمی رومال اور ٹسّر سے بنے ہوئے عمامہ کا حکم	۳۳۲
حلق، رخسار اور گردن کے بال مونڈنے کا حکم	۳۳۳
ولائتی اشیاء کے استعمال کا حکم	۳۳۴
کرتے میں کالر لگوانے کا حکم	۳۳۵
ریشم کی جائے نماز پر نماز پڑھنے کا حکم	۳۳۵
بید سے بنی ہوئی ٹوپی پہننے کا حکم	۳۳۶
پائجامہ ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم	۳۳۶
عورتوں کیلئے بالوں کا جوڑا باندھنا جائز ہے	۳۳۷
چہرہ اور ہتھیلیوں کا ضرورت کے وقت ستر واجب تو نہیں ؟	۳۳۷
سونے، چاندی کے بنے ہوئے دانت لگانا اور اس حالت میں وضو و غسل کا حکم	۳۳۸
تسبیح میں ریشم کا ڈورا ڈالنا	۳۴۰
کوٹ، پتلون پہننے کا حکم	۳۴۰
لڑکی کا سر منڈانا کس عمر تک جائز ہے ؟	۳۴۱
استرے سے مونچھوں کو صاف کرنے کا حکم	۳۴۲
مردوں کیلئے صفائر کا حکم	۳۴۲
عورتوں کیلئے گرکابی پہننا جائز ہے یا نہیں ؟	۳۴۳
حکم کلاہ زرّین	۳۴۳
سونے چاندی کے بٹن کا حکم	۳۴۴
سونے کی انگشتری مردوں کیلئے حرام ہے	۳۴۵
بغرض شادی داڑھی منڈوانے کا حکم	۳۴۶

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے	۳۴۶
بنگالی عورتوں کے متعارف لباس کا حکم	۳۴۸
سور کے بالوں کا برش استعمال کرنا جائز نہیں	۳۴۸
تذکرہ الواعظین کے ایک مضمون کی تغلیط	۳۴۹
مصنوعی دانت لگانا جائز ہے	۳۴۹
مصنوعی دانت ہوانا اور اس پر سونے کا خول چڑھانا	۳۵۰
عورتوں کے لئے ان اشیاء کا استعمال کیسا ہے، گرکابی پہننا، سلوکا وغیرہ؟	۳۵۰
بواسیر کے علاج کیلئے چاندی کی گھڑی استعمال کرنا	۳۵۱
عورتوں کیلئے سونے چاندی کی گھڑی استعمال کرنا	۳۵۲
جس عبا پر زری کا کام کیا گیا ہو اسکے پہننے کا حکم	۳۵۲
عورتوں کیلئے بال کٹوانے کا حکم (ازواج مطہرات کے بال کٹوانے کی روایت پر محققانہ بحث)	۳۵۴
عورتوں کیلئے پیتل، دھات وغیرہ کی انگشتری پہننا اور بالوں میں مخصوص قسم کے دھاگے کا جوڑا لگانے کا حکم	۳۵۷
ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے؟	۳۵۹
مردوں کو کون کون سے رنگ کے کپڑے پہننا منع ہے	۳۵۹
بہشتی زیور کے اس مسئلہ کی دلیل کہ آرسی کا زینت کیلئے پہننا درست ہے لیکن آرسی میں منہ دیکھنا حرام ہے	۳۶۱
مردوں کیلئے ریشمی اور سرخ رنگ کا کپڑا پہننا اور اس میں نماز ادا کرنا	۳۶۱
مصنوعی دانت ہوانا اور اس پر سونے کا خول چڑھانے کا حکم	۳۶۲
دانتوں پر سونے کا خول چڑھانا کیسا ہے؟	۳۶۴
باب اللعب و الغناء و التصاویر	
غیر ذی روح کی تصویر کا حکم	۳۶۵
گیند بلا اور کبڈی کھیلنے کا حکم	۳۶۶
ورزش کی نیت سے فٹبال کھیلنے کا حکم	۳۶۶

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
سفر کے واسطے بضرورت شدیدہ نصف بدن کی تصویر کھنچوانی جائز ہے	۳۶۷
گھڑ دوڑ اور اسپر انعام لینے کی ایک صورت کا حکم	۳۶۸
ورزش کی نیت سے فٹبال کھیلنے کا حکم	۳۶۹
جاندار کی تصویر بطور مارکہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟	۳۷۰
ذی روح کی تصویر کا حکم اور اسکے متعلق چند سوالات	۳۷۱
ظروف پر تصویریں بنانا جائز ہے یا نہیں ؟	۳۷۴
افطار و سحری کے وقت سازو باجے کے ساتھ گانے بجانے کا حکم	۳۷۴
شادی بیاہ وغیرہ میں عورتوں کے گانے کی حرمت کا بیان	۳۷۵
سب ٹیموں سے رقم جمع کر کے اس رقم سے کپ لاکر جیتنے والی ٹیم کو دینا قمار ہے	۳۷۶
ورزش کی مختلف قسمیں اور ان کا حکم	۳۷۸
گراموفون سے کون کون سی آوازیں سننا جائز ہیں ؟	۳۸۰
تصویر اور فوٹو میں فرق اور کھینچنے اور کھنچوانے والے کی اقتداء کا حکم	۳۸۱
معاملات المسلمین باھل الکتاب و المشرکین	
ہندوؤں کے جلسہ میں شرکت کا حکم	۳۸۵
ہندوؤں کے میلہ میں جانے اور خرید و فروخت کرنیکا حکم	۳۸۵
کفار جو مال حرام طریقے سے حاصل کریں اس کا حکم	۳۸۶
ہندو اگر اسلام کی مخالفت میں سعہ بجانا شروع کر دیں تو اس کو روکنے کا حکم	۳۹۱
ہندوؤں کے طعام اور روغن کا حکم	۳۹۲
کافر کو سلام کرنے کا طریقہ	۳۹۲
کفار سے دوستی اور میل جول رکھنے کا حکم	۳۹۲
مرتد سے معاملات تجارت رکھنے کا حکم	۳۹۳
نمائشی میلوں میں جانے اور خرید و فروخت کرنیکا حکم	۳۹۳
کفار کی مذہبی دعوتوں میں شرکت جائز نہیں	۳۹۴

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
مسائل متفرقہ	
ردّی کاغذ کے استعمال کا حکم	۳۹۵
اپنا نام چندہ دینے والوں کی فہرست میں لکھوا دینا ایک قسم کا وعدہ ہے	۳۹۶
بجری کی رسی پر چلنا	۳۹۶
اس شخص کے مال کا حکم جسکی غالب آمدنی حرام یا غالب آمدنی حلال ہے	۳۹۶
قدم چومنے کا حکم	۴۰۰
دولہا کا پالکی پر سوار ہونا	۴۰۱
زوجہ سے مجامعت کا حکم جبکہ بچہ برابر میں سو رہا ہو	۴۰۴
نامحرم عورت کو پڑھانا	۴۰۵
عورت کا نامحرم مرد کے ساتھ سفر کرنا	۴۰۵
قطبی ستارہ کی طرف پاؤں پھیلانا جائز ہے	۴۰۶
جبراً چندہ وصول کرنے کا حکم	۴۰۶
تالاب کو شرقاً غرباً طویل کرنا درست ہے	۴۰۶
نو مسلم بالغ کے ختنہ کا حکم	۴۰۷
ریلوے کے مال کی چوری کا حکم	۴۰۸
ریلوے کا مسروقہ مال خریدنے کا حکم	۴۰۸
جنگل کے درختوں کی چوری کا حکم جس پر حکومت نے قبضہ کر رکھا ہو	۴۰۸
اس جنگل کی لکڑی کاٹنے کا حکم جس پر حکومت نے قبضہ نہیں کیا مگر ممانعت کر رکھی ہے	۴۰۹
کتب ناول اور ایسی کتابوں کی تجارت کا حکم جو موضوع روایات پر اور شراب بنانے کی تجاویز پر مشتمل ہوں	۴۰۹
غیر مسلم اگر مسلمان ملازم کو جانور کا گلا گھوٹنے پر مجبور کرے تو اسکو ایسا کرنا جائز نہیں	۴۱۰
ادا قرض کے واسطے صاحب جائیداد کو سوال کرنا جائز نہیں، اگرچہ جائیداد اپنی حوائج کیلئے بھی کافی نہ ہو	۴۱۱
جس طالبعلم کو مسجد سے کھانا ملتا ہو اسکو مدرسہ سے وظیفہ لینا اور مسجد کی آمدنی کا اخفاء کیسا ہے؟	۴۱۲

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
جو لوگ عمل کے ذریعے مدفون کنویں کا پتہ دیتے ہیں ان سے کنواں دریافت کرانا اور انہیں انعام دینا کیسا ہے؟	۴۱۳
جوان نامحرم عورت کو پڑھانے کا حکم	۴۱۵
نابالغ لڑکا اگر مچھلی پکڑ کر گھر لائے تو گھر والوں کیلئے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟	۴۱۵
جو پرندہ پالنے سے مانوس نہیں ہوتا اسکو قفس میں رکھنا کیسا ہے اگر کسی نے ایسا کر لیا ہو تو اس پرندہ کو آزاد کرنا کیسا ہے؟	۴۱۷
ماں یتیم کے مال میں تجارت کر سکتی ہے یا نہیں؟	۴۱۹
بھنگی اور چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا مکروہ ہے	۴۲۱
قانون ریلوے سے زائد سامان ریلوے ملازم کی معرفت بھجوانے کا حکم	۴۲۱
جعلی سکہ بنانے کا حکم	۴۲۲
ہارمونیم، گراموفون وغیرہ کی مرمت کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟	۴۲۲
ریلوے کا ٹکٹ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا اور اسکو اپنی جگہ سوار کرنا جبکہ قانون ریلوے کی رو سے اسکی اجازت نہیں	۴۲۲
بلا اجازت کسی کی زمین سے استنجاء کیلئے ڈھیلا استعمال کرنے کا حکم	۴۲۴
باپ اور معلم نابالغ بچوں کو کس حد تک مار سکتے ہیں اسکے متعلق چند سوالات	۴۲۵
قبل از طعام کلی کرنے اور ہاتھ دھو کر پونچھنے کا حکم	۴۲۷
بالغ کے ختنہ کا حکم	۴۲۸
معلم کس حد تک بچوں کو مار سکتا ہے؟	۴۲۹
ختنہ کیلئے نصف سے زائد حشفہ کا ظاہر ہونا ضروری ہے	۴۳۰
جانوروں کی گردن میں گھنگرو وغیرہ ڈالنے کا حکم	۴۳۱
علم نجوم، نیز چھوٹے نجومی و حکیم اور فرضی عامل اور انکی آمدنی کی مختلف صورتیں اور انکا حکم	۴۳۱
نابالغ کے مال میں اسکے لئے تجارت کا حکم	۴۳۳
الفرار عن الطاحون (ای الاثم) بالقرار فی الطاعون	۴۳۵

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
کتاب المتفرقات	
کفار کے اس خزانے کا حکم جو کسی کی زمین سے نکل آئے.....	۴۶۴
قیامت کے دن لوگ ماں کے نام سے پکارے جائیں گے یا باپ کے نام سے ؟.....	۴۶۶
عورتوں کے باہم سلام کا طریقہ اور الحناء کا حکم کیا ہے ؟.....	۴۶۷
اس شبہ کا جواب کہ قرآن میں پورا کلمہ ایک جگہ کیوں نہیں ہے.....	۴۶۸
طالب علم کیلئے اس کے مربی کا گاؤں والوں سے سوال کرنا جائز نہیں.....	۴۶۸
سرکاری ملازم کو سیکنڈ یا فرسٹ کلاس کرایہ ملے تو وہ تیسرے درجہ میں سفر کرے بقیہ رقم کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے.....	۴۷۰
رسالة التدقيق الاقوم فی تحقيق السواد الاعظم.....	۴۷۲
نقشہ نعل شریف کا شرعی حکم.....	۵۰۰
مسجد میں عورت کے وعظ کہنے کا حکم.....	۵۰۳
تعمیر کے وقت معمار کے ہاتھ سے چیونٹیوں وغیرہ حیوانات کا مرنا موجب جرم نہیں.....	۵۰۳
مردوں کیلئے چرخہ کاتنے کا حکم.....	۵۰۴
حضور ﷺ نے جن لوگوں کو شب معراج میں عذاب میں مبتلا دیکھا تھا، ان میں مسلمان بھی تھے یا نہیں، اور اس روایت کے منکرین کا کیا حکم ؟.....	۵۰۵
ان کارڈوں کا حکم جن میں مکتوب الیہ کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ بھی اسکی نقل دوسروں کو لکھیں...	۵۰۵
چولہے میں اسپرٹ جلانا جائز ہے.....	۵۰۷
استفتاء مشتمل بر چند سوالات مختلفہ.....	۵۰۸
کیا آیت تخیر کے بعد آنحضرت ﷺ نے کسی زوجہ کو طلاق دی تھی ؟.....	۵۰۹
التنبيه على الخطاء من مصنف رحلة المصطفى.....	۵۱۱
حرام اور حلال مخلوط مال کا حکم.....	۵۱۶
دو بالغ مرد ایک چارپائی پر ایک ہی لحاف میں سو سکتے ہیں یا نہیں ؟.....	۵۱۸
عبد الصبار نام رکھنے کا حکم.....	۵۱۸
مکڑی مارنا جائز ہے یا نہیں ؟.....	۵۱۹

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
استفتاء مکرر برائے تصحیح حوالہ بالا.....	۵۲۰
کونسل میونسپل کمیٹی وغیرہ کے ممبروں کے فرائض اور اس میں کوتاہی کرنے کے متعلق چند سوالات.....	۵۲۰
کیا حضرت عائشہؓ اپنی اخیر عمر تک اسی کمرہ میں رہتی تھیں جس میں نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہیں یا اسکو چھوڑ دیا تھا اور کب چھوڑا؟.....	۵۲۵
بورڈ کے منظور کردہ تخمینہ میں اگر مدرس بجائے ٹھیکیدار کے خود باکفایت کام کرواکر کچھ رقم منظور شدہ تخمینہ سے پس انداز کرلے تو یہ رقم اسکے لئے حلال ہے یا نہیں؟.....	۵۲۶
حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت متعلق نحوست پر شبہ کا جواب.....	۵۲۷
خالہ کے حقوق اور بلا قصور بیوی کو طلاق دینے کے ایک استفتاء کا جواب.....	۵۲۷
دوسرے آدمی کو بلا محصول ادا کئے مال لانے کو کہا وہ شخص پکڑا جائے تو مقدمہ کے اخراجات کس کے ذمہ یعنی ملزم یا آمر کے ذمہ؟.....	۵۲۹
دس مختلف سوالات پر مشتمل ایک استفتاء.....	۵۲۹
سامان تعزیہ میراث میں مل جائے تو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟.....	۵۳۲
باپ بیٹے کو کس طرح پکارے؟.....	۵۳۳
پلیٹ فارم ٹکٹ لئے بغیر اسٹیشن کے اندر جانا.....	۵۳۴
ہندوؤں نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم ہمارے بری ہونے کی کوشش کرو تو ہم تمہیں مسجد کیلئے زمین دیدیں گے اور بطور اطمینان چار سو روپے کی تحریر دیدی کہ بوقت انکار ہم سے وصول کرلو مقدمہ میں مسلمانوں کی سعی سے بری ہونے کے بعد ہندو لوگ زمین دینے سے انکار کردیں تو یہ روپیہ مسلمانوں کیلئے جائز ہے یا نہیں؟.....	۵۳۴
رسالة النفع البرزة فی تحقیق قطع الشجرة.....	۵۳۸
رومال کا گرہ دیکر بازوؤں پر چھوڑنا سدل میں داخل ہے.....	۵۶۸
کتاب الوصیة	
فقراء کو کھانا کھلانے کی وصیت کرنے کی ایک صورت کا حکم.....	۵۷۰
زانیہ کی امور خیر میں صرف کرنے کی وصیت اور اس مال کا حکم.....	۵۷۰
وصیت کی ایک خاص صورت.....	۵۷۲

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
مرض الموت میں اس کہنے کا حکم کہ میرا جو روپیہ میرے پاس ہے میرے بھائی کے لڑکے کو دینا.....	۵۷۳
حکم الوصیة بوقف حصة من ماله.....	۵۷۵
وصیت کے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتاء.....	۵۷۸
فوت شدہ نمازوں کے فدیہ کے متعلق ایک وصیت اور اسکا حکم.....	۵۸۱
وارث کے متعلق وصیت اور اس سے متعلق امانت کا ایک ضمنی سوال.....	۵۸۵
وصیت للوارث وللأجنبی کی ایک صورت.....	۵۸۶
کتاب الفرائض	
اپنی بیٹی کو میراث سے عاق کر دینے کا حکم.....	۵۸۸
نافرمان اولاد کو عاق کرنے کا حکم.....	۵۸۸
مسئلہ میراث کی دو صورتیں.....	۵۸۹
ایک عورت مر گئی اس نے شوہر، ایک لڑکی، والدہ، والد اور ایک ہمشیرہ چھوڑی بعد میں شوہر کا بھی انتقال ہو گیا، اس مسئلہ کا حکم.....	۵۹۱
مناسخہ کی ایک صورت اور زوجہ اگر مرض وفات میں مہر معاف کرے تو اسکا حکم.....	۵۹۲
ایک میت کے ورثاء میں صرف ایک لڑکی اور ایک عینی خالہ ہے.....	۵۹۶
دین مہر ترکہ میں داخل ہے اسکی تقسیم کی ایک صورت.....	۵۹۶
اس عورت کے ترکہ کا حکم جسکا شوہر مجنون پہلے ڈوب کر مر گیا اور پھر یہ خود گم ہو گئی.....	۵۹۷
میراث ذوی الارحام سے متعلق ایک صورت.....	۵۹۸
نابالغ ورثاء کو دین میت سے بری الذمہ کرنا اور بعد میں اس کہنے کا حکم کہ میں نے بقصدِ رجوع ادائیگی کی تھی.....	۵۹۹
توریث ذوی الارحام کی ایک صورت.....	۶۰۱
شوہر کی ماہانہ تنخواہ اور اولیاء کے عطیات سے خریدی ہوئی زوجہ کی اشیاء کا حکم اور اس کے متعلق مزید چند سوالات کے جوابات.....	۶۰۳
تقسیم ترکہ کی ایک صورت.....	۶۰۶
مرض الموت کی تعریف اور اس کے متعلق چند سوالات.....	۶۰۸

www.ahlehaq.org

عنوان	صفحہ
عصبات کی انتہا اولاد عم الجد پر ہوتی ہے یا اوپر کے رشتے بھی اس میں داخل ہیں؟.....	۶۱۲
مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور اس سے متعلق مزید دو سوالات.....	۶۱۲
صرف عاق کرنے سے وارث محروم نہیں ہوگا، اور فاسق بیٹے کو جائیداد سے محروم کرنے کا طریقہ...	۶۱۴
مسئلہ میراث و حکم المیراث من القادیانی وغیرہ.....	۶۱۵
ایک عورت نے مہر معاف کیا جبکہ گواہ موجود نہیں، تو عورت کے انتقال کے بعد حق وراثت عورت کے ورثاء مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟.....	۶۱۸
ابن قاتل، قاتل کی موجودگی میں محروم نہیں ہوگا.....	۶۲۰
استفتاء متعلق فرائض ومال مفقود وغیرہ.....	۶۲۰
مسئلہ فرائض.....	۶۲۲
مسئلہ فرائض.....	۶۲۳
حکم کسبِ حرام برائے ورثاء.....	۶۲۵
مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں؟.....	۶۲۶
مورث کے انتقال کے بعد کسی وارث کے زندہ ہونے کا شک ہو تو وراثت کی تقسیم کس طور پر کی جائیگی؟.	۶۲۹
تحقیق مسئلہ عصبات.....	۶۳۰
مورث کے انتقال کے بعد اگر کوئی وارث مرتد ہو جائے تو اسکو ترکہ سے حصہ ملے گا یا نہیں؟.....	۶۳۴
امانت کی رقم سب ورثاء میں حسب سہام تقسیم کرنا ضروری ہے یا کسی ایک وارث کو دینا بھی درست ہے اور اسکے متعلق مزید چند سوالات کے جوابات.....	۶۳۶
مسئلہ فرائض.....	۶۳۷
الألحام فی بعض احکام ذوی الارحام.....	۶۳۸
سوال بر جواب مذکور از سائل.....	۶۴۶
مسئلہ فرائض.....	۶۴۹
بیماری میں طلاق دی پھر اچھا ہو کر مر گیا اور عورت عدت میں تھی تو خاوند کے ترکہ سے حصہ پائے گی یا نہیں؟.....	۶۵۲
تحقیق مرض الموت.....	۶۵۳
مسئلہ فرائض.....	۶۵۳

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

کتاب الھبۃ

ھبہ میں عوض لینے کے بعد اس کی بیع کرنا صحیح نہیں، اور رجوع عن الھبہ کے لئے قضاء قاضی شرط ہے

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ — زید شش قطعہ مکانات کا بلا شرکت غیرے مالک ہے، بوجہ ملکیت خود زید نے اپنے رشتہ داروں کو شش قطعہ مکانات زبانی ھبہ کر دیئے، اور اسی وقت مبلغ پانچ سو روپیہ بعوض ھبہ زید کے رشتہ داروں نے زید کو دیا، اور زید نے اس کو قبول و منظور کر لیا، اور تقسیم کر کے مکانات قبضہ مالکانہ میں دے دیئے، بعد وفات یکے از موہوب لہما جائیداد موہوبہ اس کے ورثہ کے قبضہ میں آگئی، ورثہ نے اپنے اپنے حصص ایک دوسرے سے تبدیل کر لئے اور بانتقال جائیداد واہب کی حیات میں ہوا شہادت کافی مشمولہ مثل موجود، بعد چند روز زید نے تائید دستاویز ہبہ نامہ مرتب کرادی، اور دستاویز کے مضمون اول میں یہ عبارت ہے (بصحت ہوش وحواس وثبات عقل بلا اکراہ واجبار غیرے مع اس کے تمامی حقوق داخلی وخارجی شرعیہ کے ھبہ کر دیئے، یعنی بخش دیئے)۔

مضمون دوم میں یہ عبارت ہے۔

(تاحیات خود من مقر قابض ودخیل ہوں، اور بعد فوتی میری مسماتان کے قبضہ مالکانہ میں رہیں گے۔)

آخری دستاویز کی یہ عبارت ہے۔

(یہ ھبہ صحیح وشرعی جائز ونافذ خالی شروط مفسدہ سے بتراضی متعاقدین واقع ہوئی، اور مکانات موھوبہ کو قبضہ مالکانہ میں دے دیئے، اب میں یا میرے کوئی بھی وارثان وقائم مقامان وجانشیناں نسبت مکانات موھوبہ کچھ کسی قسم کا حق ودعویٰ کریں تو باطل و

www.ahlehaq.org

ناجائز و نامسموع متصور ہو)

دستاویز ھبہ نامہ میں معاوضہ پانچ صد روپیہ تقسیم مکانات موھوبہ کا تذکرہ نہیں ہے، اول زبانی ھبہ ہوا، اس پر اعتبار کیا جائے گا یا دستاویز ھبہ نامہ پر؟ جو بعد چند روز بنا بر تائید معاہدہ زبانی مرتب ہوئی، اگر دستاویز ھبہ نامہ تحریر ہو یا نہ ہو، تو زبانی ھبہ جو پہلے ہو چکا ہے وہ با اثر ہے، تو زید ایسی صورت میں مکانات موھوبہ کو قبل استرداد عمل قانونی و شرعی کے بیع کر سکتا ہے، یا بعد استرداد؟ اگر حسب عمل قانونی و شرعی زید نے ھبہ نامہ کو مسترد نہ کرایا تو ایسی صورت میں زید مکانات موھوبہ و مقبوضہ موھوب الیھا کو کس خریدار کے نام بیع کر سکتا ہے یا نہیں؟

محمد عبداللہ خان، بھوپال

الجواب

قال فی العالمگیریة: لیس له حق الرجوع بعد التسلیم فی ذی الرحم المحرم وفیما سوی ذلك له حق الرجوع إلا أن بعد التسلیم لا یتفرد الواهب بالرجوع، بل یحتاج فیه إلی القضاء او الرضاء، وقبل التسلیم یتفرد الواهب بذلك، هکذا فی الذخیرة،

وفیه ایضا، أما العوارض المانعة من الرجوع فانواع: ومنها خروج الموهوب عن ملك الموهوب له بأی سبب کان من البیع والهبه ونحو هما، وکذا بالموت، لأن الثابت للوارث غیر ما کان ثابتًا للمورث، إلی أن قال: ومنها العوض اھ وفیه أیضًا، ولا یرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة، کالآباء والأمهات وأن علوا، والاولاد وإن سفلوا، وأولاد البنین وابنات فی ذلك سواء، وکذا الأخوة والأخوات والاعمام والعمات الخ (ج ۵ ص ۲۳۵)

صورت مسئولہ میں زید نے جن رشتہ داروں کو اپنے مکانات ھبہ کئے ہیں اگر وہ ذی رحم محرم[1] ہیں، تو اس صورت میں خود محرمیت رجوع فی الھبہ سے مانع ہے بعد تسلیم

[1] ذی رحم محرم میں اصول و فروع اور اولاد ذکور و اناث کی اولاد، اور بھائی بہن، اور ان کی اولاد، اور چچا پھوپھی سب داخل ہیں، مگر چچا پھوپھی کی اولاد محرم نہیں ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

کے، اور اگر وہ ذی رحم محرم نہیں ہیں، تو جب بھی زید کو اس ھبہ میں رجوع کا حق نہیں، کیونکہ اس نے پانچ سو روپے بعوض ھبہ کے موھوب لہم سے قبول کئے ہیں، اور عوض لے لینا اجنبی سے بھی مانع رجوع ہے، رشتہ داروں سے بطریق اولیٰ۔

باقی اس عوض کا تذکرہ دستاویز میں نہ ہونا کچھ مضر نہیں، جبکہ شہادت سے کافی ثبوت ہو، اور اگر موھوب لہم محارم بالقرابت بھی نہیں، اور پانچ صد روپیہ بعوض ھبہ دیئے جانے کا بھی ثبوت شرعی نہیں، تو اس وقت یہ حکم ہے کہ جو موھوب لہ فوت ہو گیا ہے، اور اس کا حصہ اس کے ورثہ کو پہنچ گیا ہے، اس میں تو زید کو کسی طرح حق رجوع نہیں، اور جو موھوب لہ زندہ ہے، اس کے حصہ میں بھی زید خود رجوع نہیں کر سکتا، بلکہ قضاء قاضی، یا موھوب لہ کی تراضی ضروری ہے، لیکن اگر درحقیقت اس نے ھبہ کا عوض وصول کیا ہے، گو ثبوت بہم نہ پہنچ سکے، تو اس صورت میں دیانۃً زید کو رجوع فی الھبہ حرام اور باعث گناہ شدید ہے۔ واللہ اعلم

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ

ھبۂ فرضی اور ھبہ مشاع کا حکم

سوال ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمر نے ایک مشترکہ جائیداد غیر منقسمہ کہ جس میں (برادر بزرگ اور ہمشیرہ اور پھوپی کا حصہ شریک تھا) ۱۸۹۴ء میں اپنے ذاتی اغراض ومصالح وقتی کی وجہ سے فرضی طور پر چند روز کے لئے دفع الوقتی کے طریقہ پر حصہ ۸ ر کا داخل خارج سرکاری کاغذات تحصیل میں، جس کو زمانہ اکتیس ۳۱ سال کا ہوا، بذریعہ ھبہ زبانی اپنے نابالغ پسر زید کے نام بولایت خود کرا دیا، جبکہ اس کارروائی داخل خارج کا حال سن کر شرکاء مذکور الصدر معترض ہوتے، تو عمر نے جملہ شرکاء سے اس کارروائی کا راز صاف طور پر ظاہر کر کے (کہ یہ چند روزہ فرضی طریقہ پر کارروائی داخل خارج عمل میں لائے گئے ہیں، محل اعتراض میں ہے، اور اگر کوئی اندیشہ آپ شرکاء کو اس کی بابت ہے تو اب جلد سے جلد میں اپنی اس فرضی کارروائی داخل خارج کو واپس کئے لیتا ہوں چنانچہ عمر نے دوسرے سال ۱۸۹۵ء میں جس کو تیس ۳۰ سال کا ہوا، بذریعہ درخواست محکمہ تحصیل سے کارروائی داخل خارج واپس لے کر، پھر اپنے مشترکہ جائیداد

www.ahlehaq.org

کا داخل خارج بدستور سابق اپنے نام کرالیا، اور مالکانہ قابض و متصرف جیسا کہ ہمیشہ سے تھا رہا، اور تا ایں دم ہے، بعد واپسی داخل خارج فوراً ہی ہر دو برادران خالد و عمر میں باصرار گفتگو تقسیم جائیداد مذکور شروع ہوگئی (چونکہ پھوپی بیوہ اور لاولد تھیں، اور بجز مذکورہ برادر زادگان خالد و عمر کے کوئی وارث شرعی ان کا نہ تھا، اور خورد و نوش بھی پھوپی موصوفہ کے ہر دو برادر زادگان خالد و عمر کے ساتھ ہمیشہ سے شریک تھا، بروقت تقسیم جائیداد اپنا حصۂ شرعی خالد و عمر کے حق میں بخوشی چھوڑ کر دست کش ہوگئیں، بعد اس کے ہمشیرہ ہندہ نے بھی اپنا شرعی حصہ جائیداد مذکور کا بلا کسی دباؤ کے بطیب خاطر خود اپنے برادران خالد و عمر کو دے دیا، اور وہ بھی دست کش ہوگئیں، آخر کار ۱۸۹۸ء میں خالد و عمر نے جائیداد مذکورہ باہم نصفا نصف بذریعۂ عدالت تقسیم کر کے مالکانہ قابض و متصرف ہوگئے، چنانچہ اس عرصہ تیس ۳۰ سال میں بہت سے انتقالات رہے، وبیع جائیداد مذکور ظہور میں آئے، تا ایں دم ہوتے رہے، تقریباً سات آٹھ انتقالات رہے، وبیع جائیداد مذکور اس وقت سے آج تک عمر کے مالکانہ طریق پر بلا شرکت غیرے و مساہمت احدے کے، حتیٰ کے واقع ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۲ء جس کو زمانہ ایک سال نو ماہ کا ہوا، اسی جائیداد سے ایک موضع بضرورت خود، اور بغرض ادائے قرضۂ ذاتی فروخت کیا، کوئی مخالفت اور کسی قسم کا کوئی عذر زید کی جانب سے نہیں ہوا، اب عمر کے بسبب اپنی پیرانہ سالی اپنی جائیداد مذکور کو وقف لوجہ اللہ کر کے اپنے ورثہ شرعی کا حسب حصص شرعی گذارہ مقرر کیا عمر کے ورثہ شرعی دو پسر اور ایک دختر ہے، زوجۂ اولیٰ متوفیہ کے بطن سے زید اور ہندہ ہیں، اور زوجۂ ثانیہ متوفیہ کے بطن سے بکر ہے، اور اس وقت زید کی عمر چالیس سال کی ہے، اب تحریر وقف لوجہ اللہ کے وقت بسبب اغوا چند برادران یوسف زید عذر دار ہے کہ جائیداد مذکورہ کا داخل خارج ۱۸۹۴ء ہیں جو ایک سال کے لئے زید کے نام رہا خواہ وہ کسی نوع پر رہا، لہٰذا جائیداد مذکورہ سب مجھ زید کو ملنا چاہیئے بکر برادر مختلف البطن کو گذارہ نہ دیا جائے، کیونکہ جائیداد مذکورہ میں صرف مجھ زید کا حق ہے، زید کا مقصد اصلی اس عذر سے صرف اس قدر ہے کہ بکر کو گذارہ نہ دیا جائے۔ اور وہ محروم کیا جائے، پس اس بارے میں محقق علماء کرام احکام شرع شریف کے موافق جیسا حکم فرمائیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔ بینوا توجروا ؟

www.ahlehaq.org

الجواب

چونکہ عمر نے اس بات کا اقرار شرکاء کے سامنے کرلیا تھا کہ اس نے جو داخل خارج بذریعۂ ھبہ اپنے پسر زید کے نام کیا ہے، وہ کارروائی محض فرضی تھی، اس لئے وہ ھبہ قابل اعتبار نہیں۔

فقد صرح فی شرح الأشباہ، أن الهزل مبطل للهبة للاصح لو صدق الموهوب له، (ص ۲۵) وقلت: وقد وجدتها التصديق من الموهوب له سكوته عند بيع عمر أرضاً من الموهوب لأداء دينه، والسكوت فی مثل ذلك اقرار، كما صرح فی الشامية نقلاً عن الأشباہ، سكوته عند بيع زوجته أو قريبه عقاراً إقرار، بأنه ليس له على ما افتى به مشايخ سمرقند، خلافاً لمشايخ بخارا، قال: لكن المتون على الأول اھ

(ج ۳ ص ۶۸۹)

دوسرے وہ ھبہ اس حالت میں ہوا تھا کہ عمر کا حصہ دوسرے شرکاء کے حصہ سے ممتاز نہ تھا، اور وہ داخل خارج زمین مشترک پر واقع ہوا تھا، جس میں دوسرے شرکاء کا حصہ بھی ھبہ ہوگیا تھا، اس لئے بھی وہ ھبہ قابل اعتبار نہیں۔

قال فی الهندية فی شرائط صحة الهبة وأن يكون الموهوب مقسوماً إذا كان مما يحتمل القسمة، وأن يكون الموهوب متميزاً عن غير الموهوب، ولا يكون متصلاً ولا مشغولاً بغير الموهوب، ومنها أن يكون مملوكاً للواهب، فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه، لاستحلال له تمليك ما ليس بمملوك للواهب، بدائع اھ ج ۵ ص ۲۲۸،

لہٰذا زید کی عذرداری بناء بر اس ھبۂ سابقہ کے محض لغو ہے، البتہ اس واقعہ میں یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ پھوپی اور ہمشیرہ اپنے حق سے عمر اور خالد کے حق دست کش ہوئی تھیں اس دست کش سے ان کا حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

قال فی الاشباہ: ولو قال الوارث تركت حقی لم يبطل حقه، إذا لملك لا يبطل بالترك،

پس پھوپی اور ہمشیرہ کا حق خالد و عمر کی ملک جب ہوسکتا ہے جبکہ انہوں نے ان کے

www.ahlehaq.org

ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا ہو، یا ھبہ کر دیا، مگر صحت ھبہ کے لئے تقسیم املاک شرط ہے، ھبہ مشاع درست نہیں، اور صورت مذکورہ میں اول تو ھبہ نہیں ہوا، صرف دست کشی ہوتی ہے جو لغو ہے اور ھبہ بھی ہوا تو متاع کا ہوا جو درست نہیں۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۳۴۸ھ

تحقیق ھبۂ مکان وچھت وغیرہ وھبۂ علو بدون سفل ؟

سوال :- حضور والا مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، عریضۂ سابق میں جو مکان بنوانے کی بابت دریافت کیا تھا، اسی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس جگہ پر میرا قصد کمرہ بنوانے کا ہے، وہ دلانوں کی چھت ہے، درصورت ھبہ قبضہ کی کیا صورت ہوگی، جب تک کہ اس پر کچھ عمارت نہ بن جائے اور ھبہ کرنے کا طریقہ یہی ہے، یا کہ کچھ اور، کہ مالک زمین جناب والا صاحب قبلہ یہ فرمادیں، کہ فلاں فلاں زمین میں تجھ کو ھبہ کرتا ہوں، اور میں منظور کرلوں ۔ اور اس پر قبضہ کرلوں، اس کی ضرورت نہیں کہ ھبہ تحریری ہو، محض زبانی بھی کافی ہے، اگر اس زمین کو خرید اجائے، تو بھی ایک بیع نامہ لکھنا ضروری ہے یا صرف دو چار مردوں اور عورتوں کے سامنے زبانی بیع بھی کافی ہوگی، چونکہ یہ زمین دالانوں اور کوٹھریوں کی چھت ہوگی، اور ان دالانوں اور کوٹھریوں کی اندرونی چھت میں جو کڑیاں پڑی ہیں، وہ بعض یا کل جب ناقابل استعمال ہوجائیں، تو ان کی مرمت اور درستی کس کے ذمہ ہوگی، جو زمین ھبہ یا بیع ہوگی وہ چھت کا محض اوپری حصہ ہوگا اور دراصل تمام چھت پر اوپر رہنے سہنے کا اثر ہوگا، یہ تفصیلات اس لئے دریافت کرتا ہوں، کہ معاملہ میں کسی جزو میں شرعاً گنہگار نہ ہوں، اور نہ کوئی نقصان مالی ہوجائے، جب تک پورا اطمینان نہ ہوجائے ہاتھ نہ ڈالا جائے، عریضۂ سابق بھی ہمراہ اس عریضہ کے ارسال خدمت ہے۔

راقم

ثامن علی سیتاپور

۴ رمضان المبارک

۱۳۴۳ھ

www.ahlehaq.org

الجواب

قال فی الدر: وصح بیع حق المرور تبعًا للأرض بلا خلاف ومقصود اوحدهٗ فی روایة وبه اخذ عامّة المشائخ، شمنی اھ قال الشامی قال السائحانی: هو الصحیح وعلیه الفتوی، مضمرات، والفرق بینه وبین حق التعلی، حیث لا یجوز ھوان حق المرور حق یتعلق برقبة الارض، وهی مال هو عین، فما یتعلق به له حکم العین اما حق التعلی فمتعلق بالهواء، وهو لیس بعین مالٍ اھ فتح (ج ۳ ص ۱۸۳)

وفی الدر ایضًا: فی اٰخر کتاب الحقوق، نعم ینبغی ان تکون الهبة و والنکاح، والخلع، والعتق علی مال کالبیع، والوجه فیهما لا یخفیٰ، اھ

صورت مسئولہ میں حق تعلّی کی بیع نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ حق مجرد ہے، جس کا تعلق عین سے نہیں، بلکہ ہوا سے ہے، اور اگر حق تعلّی کی بیع مع السقف ہو، تو گو بظاہر یہ مثل بیع الطریق مع الارض ہے، مگر پھر بھی دونوں میں فرق ہے، کیونکہ بیع الطریق مع الارض میں زمین مستقل چیز ہے، اور سقف مستقل چیز نہیں، بلکہ متعلق بالجدران ہے، جو بدون ضرر کے ممکن التسلیم نہیں،

قال فی الهدایة: وبیع جذع فی السقف لأنّه لا یمکن تسلیمه إلا بضرر، (أی فیفسد ۱۲)

لہٰذا سقف کی بیع نہیں ہوسکتی، لیکن درمختار کے ایک جزئیہ سے جواز ھبہ مفہوم ہوتا ہے۔

فانه قال: تجوز هبة حائط بین داره ودار جاره لجاره وهبة البیت من الدار، فهذا یدل علی أن کون سقف الواهب علی الحائط، واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحة الهبة، مجتبیٰ اھ

(ج ۴ ص ۵۱۶ مع الشامی)

میں کہتا ہوں کہ جب سقف واھب کے جدار پر ہونا مانع ھبہ جدار نہیں، تو جدار واھب کا تحت السقف ہونا مانع ھبہ سقف بھی نہ ہوگا، لإشتراك العلة، بلکہ صورت ثانیہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہونی چاہیئے، کیونکہ جدار مشغول ہے اور سقف شاغل ہے اور ھبہ المشغول میں تو ظاہر روایت عدم جواز ہے اور ھبہ الشاغل کے جواز کو فقہاء تصریحًا لکھتے ہیں،

www.ahlehaq.org

قال فی الدر: والاصل أن الموھوب ان مشغولا بملك الواھب منع تمامھا وان شاغلا، لا، اھ (ج ۴ ص ۷۷۹ مع الشامی)

پس اگر باپ محض حق تعلّی کو ھبہ نہ کرے، بلکہ سقف کو ھبہ کردے، تو ھبہ صحیح ہو جائے گا، اور اس صورت میں کڑیوں کی مرمت موھوب لہ کے ذمہ ہوگی، اور ھبہ کی صورت ایجاب وقبول اور قبض ہے، اور قبض کے لئے چھت پر کچھ سامان ڈالدینا کافی ہے۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۱ر شوال، سنہ ۱۳۴۳ھ

بیوی نے مرنے سے تیرہ دن قبل جبکہ وہ دق کی مریضہ تھی، اپنی تمام جائیداد شوہر کے نام بذریعہ رجسٹری بیع کردی اور پوری قیمت شوہر کو معاف کردی تو یہ معاف کرنا صحیح ہے یا نہیں، اور بیوی کے ورثاء کو اس جائیداد میں سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ شوہر کے نام بذریعہ رجسٹری بیع کردی پوری قیمت پر لیکن زرثمن اس کا شوہر کو معاف کردیا، یہ بیع ہندہ نے حالت علالت بعارضۂ دق جو سالوں سے آرہا تھا کی ہے، بوجہ عارضہ کمزوری روز بروز بڑھتی گئی اور چلنے پھرنے سے مجبور ہوگئی، لیکن بعد کرنے بیع کے چلنا پھرنا موقوف ہوگیا، لیکن زندگی سے ناامیدی نہ تھی گو مرض مہلک ضرور تھا، بعد ہونے بیع ہندہ کو ولادت ہوئی، جو بچہ چھٹے مہینہ پیدا ہوا، چونکہ بچہ پورے دن گزرے نہ پیدا ہوا، اس وجہ سے دو گھنٹہ زندہ رہ کر قضا کر گیا، لیکن اس کچے دن میں ولادت ہونے کی سبب ہندہ کو سرسام کا عارضہ پیدا ہوا، جو کہ تین دن جنون کی کیفیت طاری رہی آخرش اسی حالت میں انتقال کیا، بیع انتقال کے قبل ۱۳ دن ہوئی اور ولادت انتقال کے قبل ۳ دن ہوئی اب ہندہ کے اور وارثان اس کی جائیداد کے مستحق ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

آپ کا خادم

عبدالرؤف

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں معاف کرنا کل زرثمن کا صحیح ہے۔

کما فی الدر المختار، والمقعد والمفلوج والمسلول إذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح، مجتبی۔ ثم رمز حد التطاول سنة (شامی ج ۵ ص ۶۷۶)

وفی العالمگیریة (ج ۷ ص ۷۷) والمقعدة والمفلوج والأسشل والمسئول إذا تطاول ذلك فصار بحال لایخاف منه الموت فهو کالصحیح، حتی تصح هبته من جمیع المال، فلو صار صاحب فراش بعدہ صار بمنزلة حدوث المرض۔

پس وارثان اس جائیداد میں کوئی استحقاق وراثت نہیں رکھتے، واللہ اعلم

الجواب صحیح

احقر عبدالکریم عفی عنہ
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

ظفر احمد عفا عنہ
۲۸ رجمادی الاولی ۱۳۴۴ھ

جن افعال یا الفاظ سے ھبہ یا بیع کا مفہوم ہونا مشکوک ہو ان سے ھبہ اور بیع کا ثبوت نہیں ہو سکتا،

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:- زید نے اپنی بہن و پھوپی کو مع ان کے شوہروں کے بوجہ قلت آدمیوں کے کہ ان کے پاس کوئی رہنے والا ایسا نہ تھا جن سے انس و تقویت ہو، اور زمین بہت سے افراط سے تھیں، مگر اس زمانے میں زمین کی قدر نہ تھی، یہاں تک جمع سرکاری بھی مشکل سے ادا ہوتی تھی ان رشتہ دار مذکور بالا کو زید نے اپنے پاس بلالیا، اور شامل ہی اپنا کاروبار چلاتے رہے، اور کھاتے پیتے رہے، اور زید نے اپنی زندگی ہی میں خواہ اپنے مورث اعلی کی جائیداد میں شریک سمجھ کر، یا دوست اور انیس جان کر اپنی کچھ مزروعہ زمین اور کچھ بنجر ان بہنوں کے شوہروں کے نام سگان سرکاری پر موروثی کرادی، اور یہ موروثیت ایسے وقت میں کرائی گئی کہ جب زید اور زید کے متعلقین خوب اپنے کاروبار میں ہوشیار ہو گئے،

www.ahlehaq.org

اوراپنی جائیداد پر قابض ہو گئے، اس وقت ان بہنوں نے اوران کے شوہروں نے اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی توزید نے کہا کہ ہم تمہارے نام نہیں جائیداد اور گھر موروثی کے دیتے ہیں، وہاں جانے کی ضرورت نہیں، لڑکیاں اوران کے شوہر راضی ہو گئے، اور سگان سرکاری پر زمین موروثی پر کرادی گئی، اوراس زمانہ میں لوگ بوجہ جہالت کے ھبہ وغیرہ کے مسائل سے ناواقف تھے، اوراب بھی اس خطہ میں ناواقفیت ہے، اور اور بیع وغیرہ کا خرچ بھی گوارا نہیں کرسکتے، بوجہ نقد کی قلت کے،

اب ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے، کہ یہ صورت بیع یا ھبہ یا وراثت کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں جبکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ معطی کے ذہن میں ھبہ کا لفظ یا معنی تھے یا نہیں؟ اور لڑکیوں میں سے کوئی اپنے مورث کے مال میں حصہ کے مستحق ہوئی یا نہیں؟ چونکہ یہ پتہ نہیں کہ انتقال کس کا کب ہوا؟ اوراس ملک میں اکثر اس قسم کی موروثی بیع اور رھن کا حق بھی معطی اور معطی کے ورثہ جائز رکھتے ہیں، چنانچہ اس صورت میں بھی جس کے متعلق خاص سوال کیا گیا ہے، کئی پشتوں کے بعد اب لب کشائی کی گئی ہے ورنہ پہلے سے جیسے اصلی مالک کو زمین کا مالک سمجھا جاتا ہے ان کو بھی زمین کا مالک سمجھا جاتا تھا۔

عبدالمجید بچھرایونی

الجواب

چونکہ ھبہ یا بیع عقود میں سے ہیں، جن کے لئے الفاظ موضوعہ للھبۃ والبیع کا ہونا شرط ہے، اور ایسے الفاظ یا افعال ثبوت ھبہ یا بیع کے لئے کافی نہیں جن سے ھبہ وغیرہ کا مفہوم ہونا مشکوک ومحتمل ہو۔ اور جو لفظ اور عمل سوال میں مذکور ہے، اس کی دلالت ھبہ پر صریح نہیں، بلکہ نہایت مشکوک ہے، اس لئے اس سے ھبہ یا بیع کا ثبوت نہیں ہوسکتا، پس ضروری ہے کہ معطی کے ورثہ کو یہ جائیداد واپس کی جائے، یا کچھ دے دلا کر صلح کے ساتھ ان کو راضی کر کے اس زمین کو حاصل کیا جائے، بدون اس کے کوئی صورت نہیں، فان الیقین لا یزول بالشک، واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون، ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ

www.ahlehaq.org

ھبہ کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال :- معروض خدمت والا آنکہ: والدہ صاحبہ کو پندرہ سو روپیہ کی جائیداد والد صاحب کے ترکہ میں سے ملی ہے، اور ایک ہزار کی جائیداد اور ایک مکان نانا صاحب کے ترکہ میں سے ملا ہے اور ہم لوگ چار بھائی اور دو بہن ہیں، مکان کی قیمت کم از کم اگر چھ سو روپے لگائی جائے، تو اس طرح کل جائیداد مع مکان کی قیمت اس وقت اکتیس سو روپیہ کی ہوئی، فرائض کی رو سے ہر بہن کا حصہ دس سہم میں ایک سہم قرار پاتا ہے، اس لئے ہر بہن کا حصہ ۳۱۰ روپیہ کا ہوا، اب دریافت طلب یہ امر ہے، کہ والدہ صاحبہ چاہتی ہیں کہ محی الدین پور کی جائیدادیں جو خود والد صاحب کے ترکہ میں سے ان کو ملی ہے اس کو ہم لوگوں کو ھبہ کر دیں، تاکہ اس میں ان کے بعد بہنیں نہ لے سکیں، جس کا اندیشہ بھی ہے، اور چائل کا مکان اس لڑکی کو دے دیں جو چائل میں منسوب ہے، اور یہ بھی چاہتی ہیں کہ گو ہم تملیکاً تم لوگوں یعنی لڑکوں کو جائیداد دے دیں، مگر تبرّعاً اس کی آمدنی سے ہماری خدمت کرتے رہو جس کی قوی امید ان کو اپنے لڑکوں سے ہے لیکن لڑکیوں سے نہیں ہے، کیونکہ وہ اختیار میں اپنے شوہر کے ہیں اس لئے دریافت فرماتی ہیں کہ اگر شرعاً کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو تو محی الدین پور کی کل جائیداد، اور چائل کی دو تہائی جائیداد لڑکوں کو ھبہ کر دی جائے، اور مکان چائل کا، اور ایک تہائی جائیداد چائل کی، اپنے نام باقی رکھی جائے، تاکہ میرے بعد لڑکیاں اپنا حصہ لے سکیں، بلکہ مکان تو ایک بہن کو دے بھی دیا، اور یہ جائیداد ان کے شرعی حصہ سے کہیں زائد ہے، کیوں کہ دونوں لڑکیوں کا حصہ شرعاً ح "عنہ ۶۲۰" روپیہ کا ہوتا ہے، اور مکان اور ایک تہائی جائیداد جو چھوڑی جاتی ہے، اس کی قیمت تخمینی نو سو تینتیس روپیہ تک ہے، ایک بہن کو کل مکان دینے کے بعد بھی دوسری بہن کا حصۂ شرعی یعنی ۱۱۰ عنہ روپیہ بلکہ زائد کی جائیداد باقی رہتی ہے۔ والسلام مع الاکرام

از خادم احقر محمد عیسیٰ

تنقیح

جو جائیداد وہ اپنے نام رکھنا چاہتی ہیں، وفات کے بعد اس میں لڑکوں کا حق بھی ثابت ہوگا، حیات میں لڑکوں کو ھبہ کرنے سے ان کا حق اس متروکہ سے ساقط

www.ahlehaq.org

نہ ہوگا، جو وفات کے وقت ان کی ملک رہے گا، اور اس صورت میں لڑکیوں کو بہت کم ملے گا، اور خلاف عدل لازم آئے گا، اور والدین پر اولاد کے ھبہ میں تسویہ ، یا للذکر مثل حظ الانثیین مامور بہ ہے، اس لئے یہ صورت مناسب نہیں، بلکہ جس طرح وہ لڑکوں کو اسی وقت ھبہ کر رہی ہیں، اسی طرح لڑکیوں کو بھی ھبہ مع القبض کردیں اور ان کی اجازت سے مکان وجائیداد کی آمدنی سے منتفع ہوتی رہیں، یا کل جائیداد مکانات کو وقف علی الاولاد للذکر مثل حظ الانثیین بشرط انتفاع واقف وقف کردیں، اس میں کوئی خدشہ نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون
۱۷ر شعبان ۱۳۴۷ھ

ھبہ مشاع کا حکم

سوال :۔ جب والد صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنی زرعی اور سکنی جائیداد، یعنی گاؤں اور مکانات کے پانچ وارث چھوڑے، (۱) جلیل احمد (۲) سعید احمد (۳) ابوالقاسم (۴) اتقیا بیگم، (۵) احمدی بیگم ۔ جلیل احمد اور سعید احمد حقیقی بھائی، اور ابوالقاسم سوتیلا بھائی یہ تینوں بھائی متوفی کے پسر تھے اور اتقیا بیگم متوفی کی زوجہ ہیں جن کے بطن سے ابوالقاسم مذکورہ بالا تھا، احمدی بیگم متوفی کی والدہ تھیں، اور جلیل احمد وسعید احمد وابوالقاسم کی دادی تھیں۔

بعد انتقال متوفی یعنی والد صاحب مرحوم مسمّٰی حافظ مصلح الدین احمد خان صاحب یہ جائیداد مشترکہ تھی تقسیم نہیں ہوئی، اور نہ بٹوارہ ہوا، بلکہ یکجائی رہی، اور اس جائیداد کا کام یعنی تحصیل ووصول کا میں (یعنی جلیل احمد) اور سعید احمد کرتے تھے، والد صاحب کے انتقال کے کچھ ہی عرصہ بعد ہمارے سوتیلے بھائی یعنی ابوالقاسم کا انتقال ہوگیا، والد صاحب کے انتقال کے بعد ہر شخص کا حصہ جائیداد میں اس کا نام قانونی طریقہ سے پڑگیا تھا، موافق شرعی سہام کے جب ابوالقاسم کا انتقال ہوا، تب بھی شرعی اور قانونی اصول سے اس میں تبدیلی ہوگئی، یعنی ابوالقاسم کا نام کاٹ دیا گیا۔ اور اس کے بجائے اس

www.ahlehaq.org

کے ورثہ کا نام لکھا دیا گیا، والد صاحب کے انتقال کے بعد جب ابوالقاسم کا انتقال ہوچکا اور جائیداد اب بھی یکجائی اور مشترک تھی، اور ہم دونوں بھائی یا ہم دونوں بھائیوں سے ایک اس جائیداد کا کام کرتا تھا، باقی نام ہر وارث کا اس کے حصۂ جائیداد میں پڑا ہوا تھا، کہ اسی زمانہ میں ہم دونوں بھائیوں کی دادی جواب بھی ہیں مسمّی احمدی بیگم جو کہ والدہ اور شرعی وارثہ تھیں، متوفی کی انہوں نے (اپنی جائیداد کا) یہ کیا کہ موضع ایواڑہ ضلع بلند شہر میں اور موضع قطب پور ضلع علی گڑھ (ان کی کل) زرعی جائیداد کا، اور خاص شہر علی گڑھ میں ان کی سکنی جائیداد کا جو کچھ حصہ تھا وہ کل کا کل ہم دونوں بھائیوں کے نام یعنی جلیل احمد اور سعید احمد کے نام (اس وقت ابوالقاسم کا انتقال ہوچکا تھا، البتہ ابوالقاسم کی والدہ زندہ تھیں، انہوں نے دادی صاحبہ کے اس فعل پر کچھ اعتراض نہیں کیا، کیونکہ دادی صاحبہ نے اپنا ہی حصہ ہم کو ھبہ کیا تھا) ھبہ کر دیا، بذریعہ ھبہ نامہ رجسٹری شدہ، اور وہ دادی صاحبہ اب بھی زندہ ہیں، اس ھبہ کو سات سال کے قریب ہوچکے، ان کے حصہ کی ہم ہی تحصیل کرتے اور اپنے خرچ میں لاتے ہیں، تو اب یہ ھبہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور ہم ان کی جائیداد کے مالک ہوئے یا نہیں؟ اور جو کچھ روپیہ ان کی جائیداد سے اس ھبہ کے بعد ہم نے وصول کیا آیا ہم اس روپیہ کے مالک ہیں یا نہیں؟ شبہ یہ ہوتا ہے کہ شاید جائیداد زرعی کا ھبہ بغیر تقسیم کے صحیح نہیں ہوتا، اگر ھبہ صحیح نہیں ہوا تو اس کی صحت کی کیا صورت کی جائے؟ کیونکہ تقسیم میں تو بڑی دقت اور کچھ نقصان بھی ہے، یعنی تقسیم کے اندر خرچہ کافی پڑے گا، اور کسی وارث کو اس ھبہ پر اعتراض بھی نہیں۔

اگر یہ ھبہ صحیح نہیں ہوا تو اب تک جتنا روپیہ کل مشترکہ جائیداد میں سے بقدر دادی صاحبہ کی حصہ کے ہم نے وصول کیا ہے، کہ ہم اس کے دَین دار ہیں دادی کو بعد اس ھبہ کے؟

اب قابل غور یہ امر ہے کہ دادی صاحبہ نے اپنے حصہ کو ہم دونوں بھائیوں کے نام ھبہ کیا، اور ہم دونوں بھائی دوسری جائیداد میں شریک ہیں اور غالباً دادی صاحبہ کے جائز وارث بھی ہیں اور ھبہ سے پہلے بھی، اور ھبہ کے بعد بھی اس کل جائیداد پر متصرف ہیں، اگر یہ ھبہ صحیح نہیں ہوا تو کیا یہ ترکیب ہوسکتی ہے کہ ہم دونوں بھائی ایک قلیل رقم مثلاً دس روپیہ کی دادی صاحبہ کو دے کر کہیں کہ آپ اپنا حصہ ان دس روپوں میں ہم کو بیع کر دیجئے کیونکہ بیع تو بغیر تقسیم کے صحیح نہیں ہے؟

www.ahlehaq.org

الجواب

اصل مذھب ھبۃ المشاع المنقسم میں (یعنی ایسی چیز کے ھبہ جو قابل تقسیم ہے، اور تقسیم کرکے ھبہ نہیں کئے گئے) یہی ہے کہ ھبہ فاسد ہے مگر ایک روایت یہ ہے کہ فساد ھبہ اس وقت ہے جبکہ اجنبی کو ھبہ کیا جائے، اور شریک جائیداد کو ھبہ بدون تقسیم کے بھی صحیح ہے، اور بعض نے اس کو مختار بھی کہا ہے۔

قال فی الدر: وفی الصیرفیۃ عن العتابی، وقیل یجوز لشریکہ، وھو المختار اھ ج ۴ ص ۵۸۰،

مگر یہ قول ظاہر مذہب کے خلاف ہے، اس لئے بدون مجبوری کے اس پر عمل درست نہیں، اور غالباً آج کل تقسیم جائیداد میں جس قدر خرچ اور پریشانی ہوتی ہے وہ مجبوری اور دشواری کی حد میں داخل ہے، اس لئے اس صورت میں اگر اس روایت پر عمل کرکے شریک کے لئے ھبہ بدون تقسیم کے صحیح کہا جائے تو گنجائش ہے، اور قبضہ کے بعد اس کو مفید ملک کہا جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ آئندہ کے لئے یا تو جائیداد تقسیم کرلی جائے، یا اس کا بیع نامہ کرلیا جائے اور بیع زبانی بھی کافی ہے، تحریری کی ضرورت نہیں، اور واھب زر ثمن کو معاف کردے، یا زر ثمن اس قدر قلیل رکھا جائے جس کا ادا کرنا دشوار نہ ہو، اور گذشتہ آمدنی وصول کردہ سے بھی واھبہ کی معافی و برأت حاصل کرلی جائے۔ تاکہ احتیاطاً روایت مشہورہ کے موافق بھی سبکدوش ہوجائے۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

۲۲ رشوال ۱۳۴۷ھ

ملک غیر کا ھبہ درست نہیں اور مرض الموت میں بدون قبض موھوب لہ ھبہ کی ایک صورت کا حکم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیان عبدالرحیم خان وعبدالعزیز خان "ساکنان قصبہ کیرانہ" باہم علاتی بھائی تھے، اور اپنے باپ پیر خان کے مرنے پر اس کے ترکہ کے وارث ہوئے تھے، ان میں سے عبدالرحیم خان نے جو معماری

www.ahlehaq.org

کا کام سیکھ گیا تھا، اس نے باپ کے متروکہ احاطہ خام میں ایک پختہ مکان تیار کرلیا، اور عبدالعزیز خان بدستور سابق اُسی احاطہ کے ایک کچے مکان میں سکونت پذیر رہا، کچھ عرصہ بعد عبدالرحیم خان مذکور فوت ہوگیا، جس کی زوجہ اس کی زندگی ہی میں فوت ہوچکی تھی، صرف ایک بیٹا "اللہ دے خان" اس نے چھوڑا تھا جو اس کا وارث ہوا، مگر اس کی شادی تھانہ بھون میں ہوئی تھی، اور وہاں ہی اس کی ملازمت کا سلسلہ ہوگیا تھا، اس لئے وہ اپنے باپ کا بنا ہوا مکان اپنے چچا عبدالعزیز خان کی تحویل میں دے کر تھانہ بھون ہی رہتا رہا، جہاں اس کا انتقال ہوگیا۔

وارث ایک بیوہ (بہا افزا خانم) دو لڑکے (شریف احمد کمال وصغیر احمد خان) اور ایک لڑکی (شریفہ خانم) اس نے چھوڑے ہیں، بچے تینوں نابالغ ہیں، اور ان کی والدہ بہار افزا خانم ان کی پرورش کر رہی ہے۔ اب عبدالعزیز خان بھی لاولد فوت ہوگیا ہے، زوجہ اس کی حیات ہی میں مرچکی تھی، اللہ دے خان کی اولاد کے سوا کوئی عزیز قریب اس کا نہیں تھا، مگر اس نے مرض الموت میں مبتلا ہونے پر ایک غیر شخص عمر خان کو اپنا پروردہ ظاہر کیا۔ اور ایک دستاویز ھبہ نامہ اس کے حق میں لکھ کر رجسٹری کرادی، جس میں صرف اپنا ہی حصہ ھبہ نہیں کیا، بلکہ اللہ دے خان کے باپ کا بنایا ہوا مکان بھی عمر خان کو دے دیا، مگر رجسٹری کے بعد جب تک وہ زندہ رہا بدستور سابق اسی مکان میں اس کی سکونت رہی، اور اسی میں فوت ہوا، اور رجسٹری کے لئے وہ اپنے پاؤں سے تحصیل جانے کا قابل نہ تھا اور اسی مرض میں ان کا انتقال بھی ہوا، اس کے علاوہ مرنے سے کچھ دیر پہلے اس کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی، اور اس نے چند اشخاص سے استدعا کی کہ اس دستاویز سے اصل وارثوں کی حق تلفی ہوتی ہے، اور مجھ کو لوٹ لیا گیا ہے، لہذا وہ دستاویز عمر خان سے واپس دلادی جائے، لیکن عمر خان کے آنے کے پیشتر انھیں الفاظ کے تکرار کرتے کرتے اس کی جان نکل گئی۔ اب عمر خان خود کہتا ہے کہ اگر شرعًا کوئی حق اللہ دے خان کے بچوں کا ہو تو وہ ان کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتا، ایسی صورت میں امور ذیل کے متعلق حکم شرعی سے آگاہی بخشی جائے۔

(۱) عبدالعزیز خان کی متذکرۃ الصدر کارروائی کا اثر صرف اسی کے ذاتی حصہ پر عائد ہوگا یا عبدالرحیم خان کے حصہ پر بھی؟ جس کی اولاد موجود ہے؟

www.ahlehaq.org

۲۔ اگر صرف عبدالعزیز خان ہی کے حصہ پر اس کارروائی کا اثر پڑے گا تو وہ دستاویز ھبہ نامہ جو حالت مرض الموت میں رجسٹری کرائی گئی، عبدالعزیز خان کے پورے حصّہ میں مؤثر ہوگی یا اس کے کسی جزو پر؟

۳۔ اگر عبدالعزیز خان کی اس دستاویز کا اثر عبدالعزیز خان کے حصہ کے کسی جزو پر پڑے گا، تو اس کو چھوڑ کر مابقی ترکہ عبدالعزیز خان کے جائز حقدار کون اشخاص ہوں گے۔

بینوا توجروا اجرکم اللہ

الجواب

ملک غیر کا ھبہ کسی طرح بھی درست نہیں، نہ شرعاً، نہ عرفاً، نہ قانوناً، پس عبدالرحیم خان کے حصہ کو عبدالعزیز خان کا عمر خان کے نام ھبہ کرنا بالکل لغو و باطل ہے ہاں؛ عبدالعزیز کا یہ ھبہ اس کی مملوکہ میں ثلث کے اندر صحیح ہو جاتا، اگر موھوب کو ھبہ کے وقت تقسیم کر کے موھولہ کے قبضہ میں دے دیا جاتا، اور جب عمر خان نے عبدالعزیز خان کی حیات میں قبضہ نہیں کیا۔

کیونکہ موھوب مقسوم و مفرز نہیں، تو یہ ھبہ نامہ عبدالعزیز خان کے حصہ میں بھی صحیح نہیں ہوا، بلکہ اب یہ سب مکانات اللہ دے اور عبدالعزیز کے ورثہ کے ہیں، یعنی اللہ دے کی اولاد کے، کیونکہ اس کے بعد وارث کوئی نہیں۔

قال فی الدر: وهبته ووقفه كل ذلك لحكم وصية فيعتبر من الثلث قال الشامی: وهبته أی إذا اتصل بها القبض قبل موته، أما إذا مات ولم يقبض، فتبطل الوصية، لان هبة المريض هبة حقيقة، وإن كانت وصية حكمًا، صرح به قاضيخان وغيره اھ (ج ۴ ص ۶۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ / ربیع الأول ۱۳۴۸ھ

ھبۂ فاسدہ کی ایک صورت

سوال:۔ کسی نے اپنے پوتے کو اپنی زمین ھبہ کر دی بعوض اس کے کہ جب تک واھب یا واھب کی بیوی یا ان میں سے کوئی ایک زندہ رہیں، کل سالانہ غلہ اس موھوبہ کا انھیں کو ملے گا۔ کیا

www.ahlehaq.org

یہ ھبہ صحیح ہوا؟ اور عوض کا دینا موھوب لہ پر واجب ہوگا؟ کیا اس پر قاضیخان کی یہ عبارت "رجل وهب لرجل أرضًا، وسلمها إليه، وشرط أن ينفق الموهوب له على الواهب من الخارج، كانت الهبة فاسدة"۔ صادق آئے گی؟ واضح رہے کہ اس ھبہ میں بشرط العوض کا ذکر ہے۔

سائل .....

الجواب

ہاں: یہ ھبہ فاسد ہے، جیسا کہ قاضی خان کے قول سے معلوم ہوا، بشرطیکہ یہ باغ کی زمین نہ ہو، بلکہ زراعت کی زمین ہو، عالمگیریہ ج ۵ ص ۲۴۲، اور اس کو ھبہ بشرط العوض الصحیح کہنا غلط ہے، کیونکہ عوض معدوم ومجہول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ۔ از تھانہ بھون

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ

بیٹے کو تعمیر مکان کے لئے زمین دینا ظاہر عرف میں اس کو ھبہ کرنا ہے دلیل ھبہ نہیں،

سوال:۔ مسئلہ ذیل میں حکم شرعی سے مطلع فرمایا جائے:۔ ۱۸۹۴ھ سے کچھ عرصہ قبل والد صاحب مرحوم کا زیور طلائی ونقرہ چوری ہوگیا، اور بعد کو پتہ چلا کہ ایک شخص نے عزیزوں ہی میں سے لے لیا تھا، چوری کرنے والے کے والد سے جب کہا سنایا گیا، تو انہوں نے اپنا مکان اس کے عوض میں دینے کو کہا، چوری شدہ زیور قیمت میں مکان سے بہت زیادہ تھا، لیکن چونکہ ان کے پاس اور کچھ تھا ہی نہیں، اس لئے والد صاحب مرحوم نے اسی کو منظور کر لیا، اور صورت اس کی یہ قرار پائی کہ مکان کا رھن نامہ بالعوض کچھ روپیوں کے لکھ دیا جائے، اور بعد ختم میعاد ادائیگی دین اس پر قبضہ تحریر کر دی جائے۔ جیسا کہ نقل رھن نامہ سے ظاہر ہوگا، رجسٹری سرکاری ہوگی، یہ دستاویز والد صاحب نے میرے نام لکھوائی، میری عمر اس وقت چار برس کی ہوگی، اور مضمون رہن نامہ محض فرضی تھا محض روپیہ وصول کرنے کی ایک صورت تھی، چنانچہ مالک مکان نے کئی برسوں کے بعد سکونت اس مکان کی طرف کر دی، اور اس پر والد صاحب کا قبضہ رہا، اور مالک مکان کے وارثوں میں سے کسی نے کبھی دعوی نہیں کیا، بڑے ہو کر مجھ کو

www.ahlehaq.org

اس کا علم ہوا کہ مکان میرے نام سے ہے، لیکن تاحیات دستاویز رھن نامہ والد صاحب نے اپنے ہی پاس رکھا، اور اس کو اپنی ہی ملک سمجھتے رہے، امور دریافت طلب یہ ہیں :۔

۱۔ منشی رجب علی صاحب جنہوں نے رھن نامہ لکھا تھا، مکان شرعی تقسیم کی رو سے نہیں پایا تھا، اور نہ اس زمانہ میں اس خاندان میں مکانات کی شرعی تقسیم ہوئی تھی، جس نے جہاں بنالیا وہیں رہنے لگے، اور وہی اس کے حصہ میں آگیا، چنانچہ ان کو یہی اجازت دے دی گئی تھی کہ اپنے رہنے کے لئے مکان بنالیں، رجب علی صاحب کے والد نے جو زمین کے مالک تھے رجب علی کو اجازت مکان بنانے کی دی تھی، اور جب رہن نامہ کی رجسٹری ہوئی تب کسی دوسرے عزیز نے عذرداری بھی نہیں کی کہ یہ زمین ان کی ملکیت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان کو حق اس بات کا تھا یا نہیں کہ اس مکان کو علیحدہ کرسکیں؟ خواہ رھن یا بیع کے ذریعہ سے؟

۲۔ یہ مکان ملک جناب والد صاحب مرحوم کی ہوگی یا میری؟ دستاویز میں نام میرا ہی ہے، لیکن سنہ ۱۹۲۷ء تک جب تک والد صاحب زندہ رہے، مکان سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں رہا؟

۳۔ عرصہ دس بارہ سال سے یہ مکان بالکل گر گیا ہے، صرف زمین باقی رہ گئی ہے دوسرے اعزاء جن میں رجب علی صاحب مرحوم کی اولاد شامل نہیں ہے، یہ دعوی کرتے ہیں کہ رجب علی صاحب کو مکان بنانے کی اجازت دی گئی تھی، اور مکان اب رہا نہیں، لہٰذا یہ زمین تمام عزیزوں میں تقسیم ہونا چاہیئے، رھن نامہ میں مکان مع زمین تحریر ہے اور تحریر و رجسٹری کے وقت یہ اعزاء موجود تھے، کسی نے بھی عذرداری نہیں کی تھی ایسی صورت میں رھن نامہ میں زمین شامل سمجھی جاتے گی یا نہیں؟

"نقل رھن نامہ رجسٹری شدہ سرکاری"

منکہ شیخ رجب علی ولد شیخ خادم علی، ساکن: قصبہ سندیلہ، محلہ مھتوانہ، ضلع ہردوی کا ہوں جو کہ فی الحال ضرورت خود، یعنی کد خدائی دختر خود ایک منزل مکان پختہ وخام مع اراضی متعلقہ آن موقوعہ محلہ مہتوانہ مسکونہ ومملوکہ ومقبوضہ خود بحدود ذیل بالعوض مبلغ پچاس روپیہ نصفی جس کے مبلغ پچیس روپیہ ہوتے ہیں، بلا سود پاس شیخ ثامن علی والد شیخ ضیا من علی حقانی، ساکن قصبہ سندیلہ، محلہ مہتوانہ ضلع ہردوی، رھن رکھ کر یک مشت مرتھن سے وصول پا کر اپنے تحت وتصرف میں لایا، اقرار یہ کہ بمدت پانچ سال روپیہ مذکورہ خواہ بدفعات، خواہ یک مشت حوالۂ مرتھن کر کے مکان اپنا فک رھن کرلوں گا،

www.ahlehaq.org

اور درصورت خلاف وعدہ کے مرتھن کو اختیار ہے کہ بعد انقضاء میعاد مذکور الصدر مکان مرھونہ پر دخل وقبضہ اپنا کرلیں گے، مجھ راھن کو کچھ عذر نہ ہوگا، حد شرقی (مرور مکان مرھونہ) حد غربی (مرور کوچۂ نافذہ) حد جنوبی (مرور مکان مرھونہ) حد شمالی (مکان شیخ حسن عطا)۔ لہٰذا یہ چند کلمات بطور رھن نامہ لکھدیئے کہ سند رہے، بروقت کام آئے۔

المرقوم ۹/ اکتوبر ۱۸۹۴ء بقلم حسن عطار ہوازی، ساکن سندیلہ، ضلع ہردوی

العبد:
رجب علی بقلم خود۔

گواہ شد:
طالب علی بقلم خود۔

گواہ شد:
سید محمد ذکی ولد سید بشارت علی مخدوم زادہ

گواہ شد
سید محمد تقی بقلم خود
احقر شیخ ثامن علی
۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

الجواب

۱۔ باپ جس زمین میں بیٹے کو مکان بنانے کی اجازت دیتا ہے، ظاہر عرف یہ ہے کہ یہ زمین بیٹے کو ھبہ کردیتا ہے، اس لئے جب تک اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہ ہو اس زمین ومکان کو رجب علی مرحوم ہی کی ملک مانا جائے گا۔

۲۔ کسی کے نام رھن نامہ لکھدینا دلیل ھبہ کی نہیں، اس لئے جب تک اس کے علاوہ کوئی دلیل ھبہ کی نہ ہو، اس مکان کو والد کی ہی ملک مانا جائے گا۔

۳۔ محض ان اعزّہ کا قول دلیل نہیں ہوسکتا، جب تک اس کا کوئی ثبوت نہ دیں کہ رجب علی کے باپ نے زمین ان کو ھبہ نہ کی تھی۔ فقط

ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

رجوع فی الھبہ کی ایک صورت کا حکم

سوال:۔ مسماۃ ربل نے اپنا مشترکہ مشاع حصہ زمین مزروعہ کا اپنی ماں کو جو کہ اس

www.ahlehaq.org

ملکیت میں حقدار بھی ہے ھبہ کیا، اور سرکار میں رجسٹری کرا کر دفتر میں اس کا نام داخل کرادیا چند برس وہ موھوب لہ اس حصہ کی پیدائش پر قابض رہی، پھر اس موھوب لہ نے وہ حصہ اپنے باپ کو فروخت کرکے سرکار میں نام داخل کرادیا، چند برسوں سے وہ مشتری بھی فوت ہوگیا ہے، اس کی اولاد اس حصہ پر قابض ومتصرف ہے کہ مشاع پیدائش سے حصہ اٹھاتے رہتے ہیں، اب وہ واھبہ مسماۃ ربل رجوع کرنا چاہتی ہے، کیا اس کا رجوع صحیح ہے یا نہیں؟

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "ھبۂ مشاع فاسد ہے، مگر قبض سے مفید بملک ہوجاتا ہے جیسا کہ بیع وغیرہ"، اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ اور لائق فتویٰ وعمل ہے یا نہیں؟ اور ایک روایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ھبۂ مشاع شریک کو صحیح ہے، یہ بھی مفتی بہ ہے یا نہیں؟

اگر مسماۃ ربل کا ھبۂ مشاع فاسد ہے تو چونکہ قبض اور تصرف اس میں چند برسوں سے جاری ہوگیا ہے، تو اب اس کو حسب الفتوی حق رجوع ہے یا نہیں؟ اور موھوب لھا اس کی محرم ماں ہے، اور خود اس ملکیت شریک بھی ہیں، اگر اس کا رجوع صحیح ہے تو اتنے برسوں کی پیدائش جو موھوب لہ اس کی ماں اور پھر مشتری اس کے نانا، اور اب مشتری کی اولاد لڑکے جواب پیدائش اٹھاتے رہتے ہیں، ان میں سے کسی سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ اور مشتری نے جو قیمت دی تھی، اب وہ مشتری کی اولاد کس سے لیویں یعنی واھبہ سے جو رجوع کرتی ہے یا موھوب لہ سے جس نے مبلغ لئے، اور حصہ فروخت کیا، یا جو اتنے سال جو پیدائش اٹھائی ہے، اس قیمت میں محسوب ہوگی، اور چونکہ پیدائش انہوں کے یعنی مشتری کے خرچ اور سعی سے ہوتی تھی، کیا وہ حق ان کا ہے یا اب تک واھبہ کا ہے؟ یا اس میں بھی غصب کی طرح حکم ہے کہ مشتری اپنا خرچ اور حق کمائی کا لے کر باقی صدقہ کرے، اور رجوع کی صورت میں قیمت بھی موھوب لہ یا واھبہ سے لے؟

جیسا حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب الاول من جامع امداد الاحکام

صورت مسئولہ میں واھبہ کو حق رجوع نہیں ہے، کیونکہ قبض سے وہ حصہ موھوب لہ ملک میں آگیا ہے، اور اس کے بعد جب اس نے بیع کردی، اور اپنی ملک سے نکال دیا تو

www.ahlehaq.org

ھبہ کا حق رجوع باطل ہوگیا ہے۔

فان من موانع الرجوع تصرّف الموهوب له فی الموهوب بهبة أو بیع ونحوهما، کما فی العالمگیریة۔ صلہ

اور ھبۃ المشاع للشریک میں بعض کا فتویٰ صحت ھبہ پر ہے۔ اور یہ احقر بھی بعض دفعہ اس پر فتوی دیدیتا ہے، واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

۱۴ رجب ۱۳۴۸ھ

نوٹ:۔ سائل نے مسئلہ مذکورالصدر کو مکرر دوسری جگہ سے زبان فارسی میں دریافت کیا، وہ سوال وجواب بعینہ مذکور ہے۔

۔ استفتاء ۔

مسماۃ ربل حصہ مشترکہ خود از زمین برائے مادر خود ھبہ کرد و مادرش نیز در آں زمین حصہ می داشت، و دفتر سرکار انگریزی بنام مادر واھبہ ثبت شد، چند سال موھوبہ لھا آں آن حصہ منافع می گرفت، و قابضہ بود، و اولاد مشتری بر زمین موھوب قابض و متصرف شدند، بعد ازآں واھبہ مسماۃ ربل رجوع را خواہش دارد، آیا در ایں صورت رجوع واھبہ درست است یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب الثانی من مولوی غلام نبی
مدرس مدرسہ قاسم العلوم گھوٹنی

مسماۃ ربل در ایں صورت رجوع می تواند، بلکہ ایں در حقیقت رجوع نیست، زیرآنکہ رجوع صحت ھبہ می خواہد، وھبہ در ایں صورت صحیح نیست، نزد امامنا الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وتصرف موھوب لھا کہ بطریق بیع وھبہ واقع شدہ ہمہ غیر صحیح واقع شدہ ومثل ایں چنیں تصرفات مانع از رجوع نمی شود، وآں چہ در فتاوی ھندیہ آمدہ است۔ "فان من موانع الرجوع تصرف الموھوب له فی الموھوب بھبة أو بیع اونحوھما"۔ در ھبہ صحیحہ است، و در ایں صورت استفتاء ھبہ فاسد ست، زیرا کہ ھبہ مشاع فیما یقسم است، وکتب ظاہر روایت مشحون ست، بفساد ھبۃ مشاع فیما یقسم

صلہ ھندیۃ ج ۴ ص ۳۸۶، باب الخامس فی الرجوع فی الھبۃ ۸ افتی

www.ahlehaq.org

چنانچہ در ہدایہ گفتہ۔

ولا تجوز الهبة فيما يقسم الا محرزة ومقسومةً، ولو وهب شقصا مشاعًا فالهبة فاسدة۔

و در کنز الدقائق کہ مشتمل بر ظاہر الروایۃ ست، وردہ است، وتصح فی محرز مقسوم ومشاع فیما لا یقسم، لا فیما یقسم"۔

وصاحب بحر در تحت ایں عبارت نوشتہ:۔

وقيد المشاع بما لا يقسم لأن هبة المشاع الذى تمكن قسمته لا يصح واطلقها فشمل الهبة من الشريك مشاعاً،

ونیز صاحب بحر آوردہ است در تحت ایں عبارت کنز،

فان قسمه وسلمه صح، افاد أنه لو قبضه مشاعاً لا يملكه لئلا ينفذ تصرفه فيه، لأنها هبة فاسدة ما لاً، وهى مضمونة بالقبض، ولا تفيد الملك للموهوب له، وهو المختار، فلو باعه الموهوب له لا يصح،

وہمچنیں در فتوی خیریہ آوردہ:۔

ولا تفيد الملك فى ظاهر الرواية، قال الزيلعى: ولو سلمه شائعاً لم يملكه، حتى لا ينفذ تصرفه فيه، فيكون مضموناً عليه، وينفذ فيه تصرف الواهب، ذكره الطحاوى، والقاضى خان اه مختصراً،

وامام محمدؒ در مبسوط کہ از کتب ظاہر الروایۃ ست تصریح کردہ:

لو وهب نصف داره من آخر، وسلمه إليه، فباعها الموهوب له لم يجز،

ایں عبارت امام محمدؒ دلالت واضحہ دارد کہ موہوب لہ مالک نمی گردد، زیرا کہ بیع بعد القبض، غیر جائز گفت، حاصل ایں کہ نقول در باب بسیار ست کہ ایں اصل مذہب ست وآنچہ در بعض روایت آمدہ کہ مشاع مفید ملک ست، فتوی بعض مشایخ ست، نہ اصل مذہب امام صاحب رحمہ اللہ علیہ پس چگونہ بفتوی بعض مشایخ اصل مذہب را گذاشتہ شود، وعمل بفتوی بعض مشایخ کردہ شود؟ باوجودیکہ اصحاب فتوی اکثر ایں شاں، نیز فتوی باصل مذہب دادہ، وظاہر روایت را محمول بھا ساختہ، چنانچہ صاحب ہدایہ و قاضی خان وطحاوی کہ صاحبان ترجیح اند، وصاحب فتوی خیریہ، وزیلعی وصاحب بحر کہ

www.ahlehaq.org

از محققین حنفیہ ست، وصاحب نور العین المرام ایں کہ فتوی بفتوی معارض شد، واصل مذہب باقی ماند بلا معارض۔

پس فتوی باصل مذہب مقلد امام صاحب را لازم ست در ایں چنیں صورتیکہ فتوی اہل فتوی مختلف باشد۔ و در توافق اصل مذہب کبار و محققین حنفیہ باشد،

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ فقط

حررہ غلام نبی جلال آبادی

مدرس اول مدرسہ قاسم العلوم

واقع گھوٹکی ۱۲

الجواب الثالث

من مولوی محمد قاسم، متوطن گڑھی، من مضافات ست ہسندہ

قال فی رد المختار فی کتاب الهبة تحت قول الدر، "وسلمه شائعًا لا یملکه فلا ینفذ تصرفه فیه" — قال فی الفتاوی الخیریة: ولا تفید الملك فی ظاهر الروایة، قال الزیلعی: ولو سلمه شائعًا لا یملکه، حتی لا ینفذ تصرفه فیه، فیکون مضمونًا علیه، وینفذ فیه تصرف الواهب ذکره الطحاوی، وقاضی خان، وروی عن ابن رستم مثله، وذکر عصام أنها تفید الملك، وبه أخذ بعض المشایخ الخ۔ ومع افادتها الملك عند هذا البعض، اجمع الکل علی أن للواهب استردادها فی الموهوب له، ولو کان ذا رحم محرم من الواهب قال فی جامع الفصولین رامزا الفتوی الفضلی، ثم إذا هلکت افتیت بالرجوع للواهب هبة فاسدة لذی رحم محرم منه، إذا الفاسدة مضمونة علی ما مر، فاذا کانت مضمونة بالقیمة بعد الهلاك کانت مستحقة الرد قبل الهلاك الخ ولما یکون للواهب الرجوع فیما یکون هبة فاسدة، فلو رثته نقضه، لأنه مستحق الرد، ومضمون بالهلاك، ثم فی المقرر أن القضاء یتخصص، فأذا ولی السلطان قاضیًا لیقضی بمذهب أبی حنیفة" لا ینفذ قضائه بمذهب غیرہ لأنه معزول عنه بتخصیصه، فالتحق فیه بالرعیه،

www.ahlehaq.org

نص على ذلك علمائنا رحمهم الله تعالىٰ اهـ ما فى الخيرية، وافتى به فى الحامدية ايضًا، والتاجية، وبه جزم فى الجوهرة والبحر، ونقل عن المبتغىٰ (بالغين المعجمة) أنه لو باعه الموهوب له لا يصح۔

وفى نور العين عن الوجيز، الهبة الفاسدة مضمونة بالقبض، ولا يثبت الملك فيها إلا عند أداء العوض، نص عليه محمدؒ فى المبسوط، وهو قول أبى يوسفؒ، إذ الهبة تنقلب عقدة معاوضة اهـ وذكر قبله هبة المشاع فيما يقسم لا تفيد الملك عند أبى حنيفةؒ، وفى القهستانى، لا تفيد الملك، وهو المختار، كما فى المضمرات، وهذا مروى عن أبى حنيفةؒ، وهو الصحيح اهـ فحيث علمت أنه ظاهر الرواية نص عليه محمدؒ، وروى عن أبى حنيفةؒ ظهر أنه الذى عليه العمل، وإن صرح بأن المفتى به خلافه ولا سيما أن يكون ملكًا خبيثًا، كما يأتى، ويكون مضمونًا، كما علمته، فلم يجد نفعًا للموهوب له، فاغتنمه، وإنما اكثرت النقل فى مثل هذه لكثرة وقوعها، وعدم تنبيه اكثر الناس للزوم الضمان على قول المخالف، ورجاء لدعوة نافعة بالخير انتهى۔

وايضًا قال فى رد المحتار تحت قوله فى البزازية، ونص فى الاصل أنه لو وهب نصف دار من أخر، وسلمها إليه، فباعها الموهوب له لم يزل أنه لا يملك، حيث ابطل البيع بعد القبض، ونص فى الفتاوى أنه هو المختار الخ هذا هو ظهر لى فى هذا الباب، والله اعلم بالصواب،

حررہ الفقیر محمد قاسم
المتوطن فى گڑھى يٰسين مهر
الجواب الرابع ثانيًا من جامع امداد الأحكام

میں اپنے پہلے جواب سے جو مشعر اس کا ہے کہ واھبہ بہبۂ فاسدہ کو بعد تصرف موھوب لہ ظاہر روایت میں بھی حق رجوع نہیں، رجوع کرتا ہوں، اصل مذہب اور ظاہر روایت کے موافق واھبہ بہبۂ فاسدہ کو ہمیشہ حق رجوع حاصل ہے، البتہ اس

www.ahlehaq.org

روایت کی بناء پر جس میں ھبۃ المشاع للشریک جائز قرار دیا گیا ہے، اور اس کو بھی صاحب درنے ہوالمختار سے تعبیر کیا ہے، جو جواز افتاء کے لئے عند الضرورت کافی ہے، صورت مسئولہ ھبہ فاسدہ ہی نہیں تو قبض وتصرف کے بعد واہب کو رجوع کا حق نہ ہوگا، ھذا ھوالذی اردت بہ الافتاء فی الجواب، ولکن لم أصرح بہ کما ینبغی ولم أذکرہ أول الباب، فتبادر من کلامی انقطاع حق الرجوع علی ظاھر الروایۃ۔

اس کے بعد تمام مفتیوں کو اس باب میں غور کرنا چاہیئے کہ جائیداد مزروعہ پر قبضہ کی حقیقت کیا ہے، میرے خیال میں کسی شخص کو یہ معلوم ہوجانا کہ فلاں فلاں نمبر زمین کاشتکار میرا ہے اور اس کے نام داخل خارج کاغذات مال میں ہوجانا قبض عقار کے لئے کافی ہے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، ورنہ اراضیٔ مقبوضہ کا تحقق بہت کم ہوگا۔ وفیہ من الحرج مالا یخفی۔ پس جن اصحاب فتوی نے صورت مسئولہ میں فساد ھبہ کا فتوی دیا ہے، ان کو یہ تحقیق کرلینا چاہیئے کہ صورت مسئولہ میں واہب اور موہوب لہ کے نمبرہائے زمین ممتاز ہوکر موہوب لہ کے نام ان نمبروں کا داخل خارج ہوگیا تھا یا نہیں؟ اگر ہوچکا تھا تو یہ موہبہ ظاہر روایت پر بھی موہبہ فاسدہ نہیں۔ ولم انقح عن ذلک لعدم الحاجۃ إلیہ فتأتی بالروایۃ الثانیۃ،

واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ

۱۰ رشعبان ۱۳۴۸ھ

مسئلہ ھبہ سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:—

۱ زید نے اپنے انتقال پر اپنے وارثوں دو لڑکے ایک لڑکی نابالغاں، اور باپ اور بیوی کو چھوڑا، باپ نے کل اپنا حصہ جو کہ زید کے ترکہ میں اس کو پہنچتا تھا، زید کے بقیہ حصہ داروں کو دے دیا، اور یہ بات چند آدمیوں کے علم میں بھی آگئی۔ چنانچہ تقسیم جائیداد ثالث نے زید کے باپ کا حصہ بقیہ وارثوں میں لگا کر سرکاری کاغذات میں درج کرادیا، اور اس بات کا زید کے باپ نے بارہا اقرار بھی کیا۔

www.ahlehaq.org

۲: لیکن جو مال بصورت نقد تھا، ثالث سے تقسیم ہونے سے رہ گیا، بلکہ جہاں بقیہ وارثوں کا روپیہ تجارت میں لگا ہوا تھا وہیں لگا رہا، اور اس بات کا کسی کو علم بھی نہ ہوا، چنانچہ اس واقعہ سے پانچ برس بعد زید کا باپ حج بیت اللہ کو جاتا ہے چلتے وقت بھی کہہ جاتا ہے کہ میں نے اپنا کل حصہ تم سب کو دیا، لیکن اب گیارہ برس کا عرصہ گذر جانے کے بعد جب اس کو علم ہوتا ہے کہ جو روپیہ نقد تھا، وہ سب وارثوں کو نہیں پہنچا بلکہ صرف دو وارثوں کے پاس ہے، تو وہ اپنا کل حصہ جو نقد روپیہ کا تھا واپس لینا چاہتا ہے سب وارثوں میں تقسیم کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے لہٰذا جواب مرحمت فرمایا جائے۔ کہ اس کو واپس لینے کا شرعی حق حاصل ہے یا نہیں؟

السائل: انوار

الجواب وھو الموافق للصواب

۱: جائیداد کا ھبہ مشہور قول پر تو صحیح نہیں ہوا، مگر امام عتابی کے قول پر صحیح ہوگیا،

لما فی الدر (فان قسمه وسلمه صح) لزوال المانع: وقال العلامة الشامی رحمه الله تحت قوله (فان قسمه) أی الواهب بنفسه، او نائبه أو امر الموهوب له بأن يقسم مع شريكه كل ذلك، تتم به الهبة، كما هو ظاهر لمن عنده أدنى فقه، تأمل رملی (ج ۴ ص ۵۸۷)

قلت: زوال الشيوع من بين الأملاك الموهوب لهم، وأما الشيوع بين الواهب والموهوب لهم فهو باق، وهو أيضاً مانع من الهبة، ولكن فيه اختلاف، فی الصيرفية عن العتابی[۱]

وهذا القول وإن كان خلاف المشهور، ولكن مولانا العلامة التهانوی[۲] مدظلهم العالی سوغ لِأخذ هذه الرواية بعد التسليم شائعاً

---

[۱] (وهو الامام العلامة الزاهد المنعوت زين الدين، أحد من سار ذكره من تصانيفه الكبار شرح الزيادات المشهور رواه عنه جماعة، منهم حافظ الدين وشمس الائمة الكردری وغيرهما الخ جواهر المضية ۱۲ منه) وقيل يجوز لشريكه، وهو المختار (در ص ۵۸۷)

www.ahlehaq.org

للضرورة وكثرة ابتلاء الناس، وفي قلعهم عن العادة حرج كما هو الظاهر۔

۲: اور نقد کا ھبہ صحیح نہیں ہوا، اور زید کے والد کو حق ہے کہ وہ کل روپیہ خود وصول کرے اور خود رکھے۔ جن کے پاس وہ روپیہ ہے ان کو کہنا جائز نہیں۔

كما في الدر المختار، وأما تمليك الدين من غير من عليه الدين فان أمر بقبضه صحت لرجوعها الى هبة العين۔ وفي رد المختار تحت جواب عن سوال مقدر وهو أن تقييده بالعين مخرج لتمليك الدين من غير من عليه الدين، مع أنه هبة، فيخرج عن التعريف۔ فأجاب بأنه يكون عيناً ما لاً، فالمراد بالعين في التعريف ما كان عيناً حالاً أو مالا، قال بعض الفضلاء، ولهذا لا يلزم إلا إذا قبض، وله الرجوع قبله، فلو منعه حيث كان بحكم النيابة عن القبض اھ (ج ۴ ص ۷۷۶)

قلت والقبض في الواقعة المسئولة عنها كان شائعاً، فلم يصح القبض، كما هو مصرح في الدر المختار، ونصه هذا:۔ (ويوسلمه شائعاً لا يملكه) الخ

تنبیہ:۔ جائیداد کے متعلق اس صورت میں ہے جبکہ تقسیم جائیداد حسی طور پر ہوئی ہو۔ اور اگر محض کاغذات میں تقسیم ہوئی، اور خارج میں جائیداد مشترک ہی رہی ہو تو جائیداد کا ھبہ بھی صحیح نہیں ہوا، واھب کو حق ہے کہ جائیداد بھی واپس لے لے، لأن الشيوع بين الموهوب لهم مانع، ورواية العتابي مخصوص بالشائع بين الواهب والموهوب له، فقط، والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب،

كتبه الاحقر عبد الكريم عفي عنه
از خانقاه امداديه تهانه بهون
مورخه ۳۰ / ربيع الاول ۱۳۵۱ھ

بیٹوں کو ھبہ بالعوض اور ورثہ کے لئے وصیت کا حکم

سوال:۔ نحمده ونصلي۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ زید نے اپنے مرنے سے پندرہ سال پیشتر اپنے کل مکانات مسکونہ وجملہ اثاث البیت اور متعدد اراضیات

www.ahlehaq.org

مشخصہ اپنے چار بیٹوں کے نام ھبہ بالعوض کر دیئے، اور ھبہ نامہ بصورت رجسٹری مکمل اور دفتر سرکاری میں نام داخل وخارج ہوگیا، اور موھوب لہم کو قبضہ کروادیا، چونکہ موھوب لہم اس پندرہ سال کی مدت میں بصیغۂ ملازمت اپنی اپنی جگہ متعین رہے اس لئے بظاہر قبض ودخل جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اور جملہ انتظامات بابت حفاظت آمدنی اراضیٔ مذکورہ زید کے ہاتھ رہا کئے۔ اس ہی سال زید اپنی بقیہ اراضی بذریعۂ ایک وصیت نامہ کے کہ وہ بھی رجسٹری شدہ ہے، اپنی دو بیٹوں اور زوجۂ ثانی اور تین محروم الارث ناتیوں کے نام بشرائط ذیل تقسیم کردی۔

(۱) شرط اول: میں جائیداد مذکورہ وصیت نامہ پر تاحین حیات قابض اور متصرف رہوں گا۔

(۲) شرط دوم: میرے مرنے کے بعد میری تجہیز وتکفین اور خیر وخیرات میرے بیٹے کریں گے، اور اس جائیداد کی ایک سال کی آمدنی میرے مرنے پر میرے بیٹے لینے کے بعد دوسرے سال موافق تقسیم وصیت نامہ ہر شخص اپنے اپنے حصہ پر قابض و دخیل ہوجائے گا۔

اب موصی الہم کو دو باتوں میں نزاع ہے۔

۱ امر اول یہ کہ وصیت نامہ کی شرط ثانی کی صحت سے انکار کرتے ہیں کہ اول تو "لاوصیۃ للوارث" حدیث ہے۔ اور اگر وصیت صحیح بھی ہو تو اس میں اس قسم کی شرائط کا لگادینا تو ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا لہٰذا ہم ایک سال کا انتظار نہیں کرسکتے، بلکہ مرنے کے بعد ہی سے فوراً وارث ہیں۔ (موصی لہم)

۲ امر ثانی اراضی موجودہ ھبہ نامہ کی آمدنی کے بقدر حصۂ وراثت ہم لوگ بھی مستحق ہیں۔ (حالانکہ زید نے وصیت اور ھبہ کی آمدنی کہیں الگ الگ نہیں رکھی بلکہ یکجائی رکھ کر اپنے اور اپنی اھلیہ اور بالائی شخص کی پرورش، اور دین لین اسی شخص سے کرتا رہا، اور موصی لہم میں سے کسی کسی کو بھی سالانہ کچھ کچھ دیتا رہتا تھا، اور ادھر ھبہ نامہ میں منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کو اپنے لڑکوں کے نام دے دیا تھا۔)

اب دو سوال ہیں: اولاً یہ کہ۔ صورت مسئولہ میں زید کو بعض وارثوں کے لئے اس شرط سے وصیت کردینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر بمطابق "لاوصیۃ للوارث"

www.ahlehaq.org

یہ وصیت نامہ ہی باطل ہے تو پھر زید کے یہ چار بیٹے اس جائیداد مندرجہ وصیت نامہ میں وارث ہوں گے یا نہیں۔

ثانیاً:۔ آمدنی جائیداد ھبہ نامہ جو زید نے بحیثیت منتظمانہ اپنے چار بیٹے (موہوب لہم) کے لئے بطور سرمایہ جمع کی ہے، اس میں موصی لہم کو حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

واضح ہو کہ موہوب لہم اپنی مالیت کے جو آج پندرہ سال سے جمع ہوتی رہی ہے، گاہ بگاہ کچھ کچھ لے کر اپنی اپنی جگہ جہاں وہ ملازم ہیں خرچ میں لاتے رہے۔ فقط بینوا توجروا۔

احقر العباد محمد ساجد
مقام: درگاہ بازار
شہر کٹک (اڑیسہ)

الجواب

زید نے جو زمین چار بیٹوں کے نام ھبہ بالعوض کی ہے، وہ تو اس کے بیٹوں کی ملک ہوگی، اور جو زمین بذریعۂ وصیت نامہ کے بیٹوں اور زوجہ اور محروم الارث ناتیوں کے نام کی ہے، اس میں چونکہ بیٹیاں اور بیوی وارث ہیں، ان کے لئے وصیت باطل ہے، ہاں اس بقیہ جائیداد کے تہائی میں محروم الارث ناتیوں کے لئے وصیت صحیح ہے، اگر ان کے لئے تہائی کی یا اس سے کم وصیت کی ہو، فبہا، اور تہائی سے زیادہ کی ہو تو باطل ہے، جو بدون وارثوں کی اجازت کے صحیح نہیں ہو سکتی، اور اس بقیہ جائیداد کی دو تہائی میں چاروں بیٹے بھی وارث ہیں، اور بیٹیاں بھی، اور زوجہ بھی، اور جائیداد ھبہ نامہ میں اور اس کی آمدنی میں چاروں بیٹوں کے سوا کوئی حقدار نہیں، کیونکہ وہ تو ترکہ سے خارج ہے، جبکہ زید نے اپنی حیات میں اس کا مالک بیٹوں کو بنا دیا۔

(نوٹ) یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ وصیت نامہ میں بیع یا ھبہ کے الفاظ نہ ہوں، صرف وصیت ہی کا ذکر ہو، ورنہ وصیت نامہ کی نقل بھیج کر سوال دوبارہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون، ۲۹ شوال ۱۳۴۸ھ

www.ahlehaq.org

گورنمنٹ کی طرف سے معافی اور سکہ نمبری اراضی میں بڑے بیٹے کے نام ہونے کی شرط، اور اس میں سب ورثاء کا حقدار ہونا۔

سوال:- نہایت ادب سے گذارش ہے کہ فدویان ایک ایسی جگہ آباد ہیں جہاں جناب مولوی صاحبان کا کم گذر ہوتا ہے اس لئے ہم شرعی قواعد و قانون سے بے بہرہ ہیں، اس لئے حضور والا کو تکلیف دی جاتی ہے، امید کہ حضور غور فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

ایک باپ یا دادا کو خدمت کے صلے میں معافی یا سکہ نمبری اراضی عطا ہوئی، گورنمنٹ موبرد کے قانون میں یہ مقرر ہے کہ تین پشت تک بڑے بیٹے کے نام ہوتی چلی آتی ہے اس لئے حضور ایما فرمائیں کہ ان تین پشتوں میں جو چھوٹے بھائی ہوئے ہیں، شرع کی رو سے ان کا حق اس اراضی میں تھا کہ نہیں؟

الجواب

جب معافی یا سکہ نمبری اراضی گورنمنٹ کی طرف سے باپ یا دادا کو ھبہ کر دی گئی اور اس نے اس پر قبضۂ مالکانہ کر لیا، تو وہ اس کی ملک ہو گئی، اور اس کی وفات کے بعد تمام وارثوں کا حق اس میں جاری ہوگا، گورنمنٹ کی اس ھبہ میں شرط فاسد لگانے سے دوسرے وارثوں کا حق باطل نہ ہوگا، پس تین پشتوں میں جو چھوٹے بھائی ہوئے ہیں، وہ بھی شرعاً ان معافی و آراضی میں بڑے بھائی کے برابر حقدار ہیں۔

کسی ایک بیٹے کو جائیداد سے محروم کرنا یا حصہ کم دینا

سوال:- ایک باپ کے تین لڑکے ہیں، بڑا لڑکا اپنے باپ کو ناراض رکھتا ہے، باپ تا ہنوز بوڑھا نہیں ہوا ہے، گھر اور باہر روز روز جھگڑے ہوتے ہیں آخر کار یہی فیصلہ ہوا کہ بڑا لڑکا الگ ہو گیا، یعنی گھر میں جو چیزیں موجود ہیں ان کے چار حصے کئے گئے، یعنی تین لڑکوں کے، اور ایک خود باپ نے اپنا حصہ لیا، بڑا لڑکا شادی شدہ ہے، مگر دو چھوٹے لڑکے بغیر شادی شدہ ہیں، اس لئے باپ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں لڑکوں کی شادی کے نام سے آٹھ سو روپیہ ٹھہرا کر بڑے لڑکے سے چوتھا حصہ یعنی دو سو روپیہ لے لئے، اور زمین میں سے بڑے لڑکے کو حصہ نہیں دیا، باپ نے یہ فیصلہ درست کیا یا غلط؟

www.ahlehaq.org

ازسائلان ۔ رفیع محمد خان، وقدندر خان بیلنشنر

الجواب

باپ کو اپنی زندگی میں اختیار ہے کہ اپنی جائیداد جس بیٹے کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے، البتہ بلا وجہ کسی کو محروم کرنا یا کم دینا برا ہے۔ اور اگر وجہ معقول سے ایسا کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

خانقاہ امدادیہ، از تھانہ بھون

۱۹ ر ذیقعدہ ۴۸ھ

مسئلہ متعلق کتاب الھبۃ

سوال :۔ حضرت اقدس مولائی ومقتدائی مدظلہم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج اقدس! بانسلاک عریضہ سابقہ مورخہ ۲ ر ذی الحجہ ۴۸ھ بادب عرض ہے کہ زید نے از قسم زیور توڑے اور لچا اپنی زوجہ ھندہ کو دیا تھا، پھر اس سے معافی مہر پر خلع کیا، ھندہ نے مہر معاف کر دیا، مگر جاتے ہوئے زید نے اس سے زیور اور لچے بھی لے لئے، اس کی نسبت یہ تنقیح صادر فرمائی گئی ہے "کہ یہ زیور ھندہ کی ملک کر دیا گیا تھا، یا اس کو عاریۃً پہننے کو دیا تھا، جواباً عرض ہے کہ ان دو اشیاء میں سے لچا زید کی والدہ نے دیا تھا، اب نہیں معلوم ھندہ کی ملک کر دیا تھا یا عاریۃً پہننے کو دیا تھا، اس لئے اب والدۂ زید کا انتقال ہو گیا ہے۔

اب رہے توڑے۔ اس میں تھوڑی چاندی ھندہ کی ہے، زید کی والدہ نے مزید چاندی ھندہ کی چاندی میں شریک کر کے توڑے بنوائے، اس کی نسبت بھی معلوم نہیں ہو سکتا، کہ مزید چاندی ھبہ کی تھی یا عاریۃً دی تھی۔

برائے کرم ایما فرمایا جائے کہ ذیل کی صورتوں میں کیا حکم ہے؟

۱ اگر ثابت ہو جائے کہ زید کی والدہ نے اپنی بہو ھندہ کو ہر دو زیور ھندہ کی ملک کر دیا تھا؟

الجواب

اس صورت میں ان زیوروں کا ھندہ سے لینا جائز نہیں کیونکہ خلع مہر پر ہوا ہے،

www.ahlehaq.org

پس مہر سے زیادہ لینے کا شوہر کو کوئی حق نہیں، اور مہر وہ لے چکا ہے، کیونکہ ھندہ نے مہر اُسے معاف کر دیا۔ پس زیوروں کا واپس کرنا لازم ہے۔

۲ یا ثابت ہو جائے کہ عاریۃً پہننے کو دیا تھا؟

الجواب

اس صورت میں اس زیور کا لے لینا جائز ہے، کیونکہ وہ ہندہ کی ملک نہیں۔

۳ یا معلوم نہ ہو سکے کہ ملک کر دیا تھا یا عاریۃً پہننے کو دیا تھا؟

الجواب

اس صورت میں زوجہ اور زوج دونوں میں سے اگر کوئی بیّنہ قائم کر دیں تو اس کی ملک ثابت ہوگی۔ اگر دونوں بیّنہ قائم کریں، تو جس کا بیّنہ عرف کے خلاف ہو وہ قابل [illegible] اگر بیّنہ کسی کے پاس نہ ہو تو عورت کا قول مع قسم کے قابل قبول ہوگا۔

۴ یا اس بارے میں ھندہ کا قول معتبر سمجھا جائے گا۔ اگر وہ دریافت کرنے پر کہے کہ زیور میری ملک کر دیا گیا تھا؟

خادم فقیر محمد
ناظم تعلیمات، نلگندہ - دکن

الجواب

۳ میں تفصیل گذر چکی، اگر زوجین کے پاس بیّنہ نہ ہو تو عورت کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۹ / محرم ۱۳۴۹ھ

www.ahlehaq.org

ہبہ میں عوض لینے کے بعد اس کی بیع کرنا صحیح نہیں اور رجوع عن الھبہ کیلئے قضاء قاضی شرط ہے

السوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں :

زید شش قطعہ مکانات بلاشرکت غیرے مالک ہے بوجہ ملکیت خود زید نے اپنے رشتہ داروں کو شش قطعہ مکانات زبانی ہبہ کردیے اور اسی وقت مبلغ پانچ سو روپے بعوض ہبہ زید کے رشتہ داروں نے زید کو دیا اور زید نے اس کو قبول ومنظور کرلیا اور تقسیم کرکے مکانات قبضہ مالکانہ میں دیدیے ۔بعد وفات یکے از موہوب لھا جائداد موہوبہ اس کے ورثہ کے قبضہ میں آگئی ورثاء نے اپنے اپنے حصص ایک دوسرے سے تبدیل کردیئے اور یہ انتقال جائداد واہب کی حیات میں ہوا شہادت کافی مشمولہ مثل موجود۔ بعد چندروز زید نے تائیدات دستاویز ہبہ نامہ مرتب کروائے اور دستاویز کے مضمون اول میں یہ عبارت ہے (بصحتِ ہوش وحواس وثباتِ عقل بلا اکراہ واجبار غیرے مع اس کے تمامی حقوق داخلی وخارجی شرعیہ کے ہبہ کردیے یعنی بخشدیے) مضمون دوم یہ عبارت ہے : (تاحیات خود منتقر قابض ودخیل ہونے اور بعد فوتی میرے مسماتان کے قبضہ مالکانہ میں رہیں گے) آخری دستاویز کی عبارت یہ ہے :(یہ ہبہ صحیح وشرعی جائز ونافذ خالی شروطِ مفسدہ سے بتراضی متعاقدین واقع ہوئی اور مکاناتِ موہوبہ کو قبضہ مالکانہ میں دیدیے اب میں یا میرے کوئی بھی وارثان وقائم مقامان وجانشینان نسبت مکاناتِ موہوبہ کچھ کسی قسم کا حق ودعوی کریں تو باطل وناجائز ونامسموع متصور ہو) دستاویز ہبہ نامہ میں معاوضہ پانچصد روپیہ ونقسیم مکانات موہوبہ کا تذکرہ نہیں ہے ۔ اول زبانی ہبہ ہوئی اس پر اعتبار کیا جائے گا یا دستاویز ہبہ نامہ پر جو بعد چند روز بنا بر تائید معاہدہ زبانی مرتب ہوئی اگر دستاویز ہبہ نامہ تحریر ہو یا نہ ہو تو زبانی ہبہ جو پہلے ہوچکی ہے وہ بااثر ہے تو زید ایسی صورت میں مکاناتِ موہوبہ کو قبل استرداد عمل قانونی وشرعی کے بیع کرسکتا ہے یا بعد استرداد۔ اگر حسب عمل قانونی وشرعی زید نے ہبہ نامہ کو مسترد نہ کرایا تو ایسی صورت میں زید مکاناتِ موہوبہ ومقبوضہ موہوب الیھما کو کسی خریدار کے نام بیع کرسکتا ہے یا نہیں ؟

محمد عبداللہ خان پنشنر از بھوپال بیرون دروازہ

www.ahlehaq.org

الجواب

قال فی العالمگیریه لیس له حق الرجوع بعد التسلیم فی ذی الرحم المحرم وفی ماسوی ذلك له حق الرجوع الا ان بعد التسلیم لایتفرد الواهب بالرجوع بل یحتاج فیه الی القضاء اوالرضاء وقبل التسلیم یتفرد الواهب بذلك هكذا فی الذخیرة ۔ وفیه أیضًا اما العوارض المانعة من الرجوع فانواع ومنها خروج الموهوب عن ملك الموهوب له بأی سبب كان من البیع والهبة ونحوهما ۔ وكذا بالموت لأن الثابت للوارث غیر ما كان ثابتًا للمورث إلی أن قال : ومنها العوض اه ۔ وفیه أیضًا ولایرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء والامهات وان علوا والاولاد وان سفلوا. واولاد البنین والبنات فی ذلك سواء وكذا الاخوة والاخوات والاعمام والعمات الخ ص۲۳۵ ج ۵

صورتِ مسئولہ میں زید نے جن رشتہ داروں کو اپنے مکانات ہبہ کیے ہیں اگر وہ ذی رحم محرم ہیں (ذی رحم محرم میں اصول وفروع اور اولاد ذکور واناث کی اولاد اور بھائی بہن اور ان کی اولاد اور پھوپھی داخل ہیں مگر چچا پھوپھی کی اولاد محرم نہیں) تو اس صورت میں خود محرمیت رجوع فی الھبہ سے مانع ہے بعد تسلیم کے ۔ اور اگر وہ ذی رحم محرم نہیں ہیں تو جب بھی زید کو اس ھبہ میں رجوع کا حق نہیں کیوں کہ اس نے پانچسو روپے بعوض ہبہ کے موہوب لہم سے قبول کیے ہیں اور عوض لے لینا اجنبی سے بھی مانع رجوع ہے ، رشتہ داروں سے بطریقِ اولیٰ ۔ باقی اس عوض کا تذکرہ دستاویز میں نہ ہونا کچھ مضر نہیں جبکہ شہادت سے کافی ثبوت ہوا اور اگر موہوب لہم محارم بالقرابت بھی نہیں اور پانچصد روپیہ بعوض ہبہ دیے جانے کا بھی ثبوت شرعی نہیں تو اس وقت یہ حکم ہے کہ جو موہوب لہ فوت ہوگیا ہے اور اس کا حصہ اس کے ورثاء کو پہنچ گیا ہے اس میں تو زید کو کسی طرح حقِ رجوع نہیں اور جو موہوب لہ زندہ ہے اس کے حصہ میں بھی زید خود رجوع نہیں کر سکتا بلکہ قضاء قاضی یا موہوب لہ کی تراضی ضروری ہے لیکن اگر در حقیقت اس نے ہبہ کا عوض وصول کیا ہے گو ثبوت بہم نہ پہنچ سکے تو اس صورت میں دیانۃً زید کو رجوع فی الہبہ حرام اور باعثِ گناہ شدید ہے ۔ واللہ اعلم ۔

www.ahlehaq.org

کتابُ الاکراہ

اکراہ علی التوکیل بالنکاح باطل ہے

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ برادری نے مسماۃ ھندہ بالغہ کا جبراً نکاح زید کے ساتھ کر دیا، جس کو ھندہ نے قطعی اقرار نہیں کیا، اور متنفر رہی اور یہاں تک نفرت رہی کہ نکاح کے شب کو ھندہ مکان کے اندر قفل لگا کر سو رہی، اور زید دروازے کے باہر سویا، اور تمام شب مقفل کواڑوں سے باہر خوشامد کواڑ کھولنے کی کرتا رہا، آخر کار صبح ہوگئی، زید اپنے مکان کو رفع ضرورت پیشاب یا پاخانہ کے لئے وہاں سے علیحدہ ہو کر چلا گیا، ھندہ قفل اپنا کھول کر وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ جا کر امن اس فرضی نکاح سے حاصل کیا۔ اور اس وقت ھندہ کو اس فرضی نکاح کی رضامندی نہیں ہے ؟

آیا یہ نکاح قائم رہا یا خارج رہا؟ اور دوسری جگہ اپنی رضامندی اور خواہش سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں ۔ والسلام

رقیہ نیاز محمد روشن روغنگر و شیرانی آہنگر
از قصبہ ناتونہ، محلہ؛ کوٹ، تحصیل : دیوبند
ضلع سہارنپور۔

تنقیح

۱ کیا ان جبر کرنے والوں نے مسماۃ ہندہ کی زبان سے نکاح سے پہلے اجازت نکاح کے الفاظ بھی جبراً کہلوائے تھے؟ اگر ایسا ہوا تو سوال دوبارہ کیا جاتے۔ اور وہ الفاظ بھی لکھے جائیں جو جبراً اس سے کہلوائے گئے تھے۔

۲ نکاح کی خبر سن کر ھندہ محض نفرت ہی ہوئی یا اس نے خبر سنتے ہی زبان سے بھی انکار

www.ahlehaq.org

کیا، یا محض خاموش رہی؟

بدون ان تنقیحات کے جواب نہیں دیا جائے گا۔

فقط والسلام

ظفر احمد عفا عنہ۔ از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ،

۹ر شوال ۱۳۴۶ھ

جواب تنقیح

۱ھندہ نے بوجہ اپنی شرم و آبرو کے جبکہ ھندہ کو برادری کے مجمع نے یہ الفاظ کہی کہ "تجھ کو برھنہ کر کے زنجیروں سے درخت میں لٹکایا جائے گا" (تو اگر ہندہ وہ الفاظ جواب خط سے آگے تحریر ہوں گے نہ کہتی، تو ضرور برادری کے لوگ ایسا کرتے کہ اس کو برھنہ کر کے لٹکایا جاتا، اور مار پڑتی) کہا کہ اچھا آپ لوگوں کو اختیار ہے۔" اس گھر پر آج چراغ جلے گا، کل نہیں جلے گا۔

۲ نکاح کی خبر سے فوراً انکار کیا، اور تمام رات برادری کی وجہ سے مکان میں مقفل رہ کر علی الصباح موقع پا کر پولیس میں رپورٹ درج کرادی کہ مجھے زبردستی نکاح کیا گیا، میں ہرگز ہرگز راضی نہیں ہوں۔

۳ جبکہ برادری نے ھندہ سے دریافت کیا تھا کہ جس شخص سے تو راضی ہو اس سے نکاح کردیں؟ تو ھندہ نے نام (روشن) لے کر مجمع کو خطاب کیا کہ اس سے نکاح کردو، مگر برادری کے مجمع نے ایسا نہیں کیا، بلکہ دوسرے شخص سے نکاح کردیا تھا جبراً۔

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت نے اکراہ وجبر کے ساتھ برادری کو وکیل نکاح بنایا ہے اور اکراہ علی التوکیل بالنکاح ہمارے نزدیک باطل ہے۔ اس لئے نکاح صحیح نہیں ہوا، اور ھندہ جس سے چاہے اپنا نکاح رضاء کے ساتھ کرسکتی ہے۔

قال فی الدر فی باب الإکراہ: و(صح) توکیله بطلاق وعتاق، وما فی الأشباہ من خلافه فقیاس، والاستحسان وقوعه، والأصل عندنا أن کل مایصح مع الهزل یصح مع الاکراہ، لان مایصح مع الهزل لایحتمل الفسخ،

www.ahlehaq.org

وكل مالايحتمل الفسخ لايوثرفيه الاكراه اه

قلت: والقياس أن لا تصح الوكالة لأنها تبطل مع الهزل كما صرحوا به، كما ذكره الشامي (ج ٥ ص١٣٢) وهذا هو الراجح عندنا، لأن صحة بعض العقود مع الهزل انما هي بناءً على الحديث، "ثلث جدهن جد، وهزلهن جد" وليست الوكالة من هذه الثلث لما قالوا: إنها تبطل بالهزل فالراجح ما في الأشباه،

وأيضاً: فصحة التوكيل بالنكاح اكراهًا لم يره أحد منقولاً، كما ذكره الشامي، وإنما الحقوها بالطلاق والعتاق۔ والله اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنه
از تھانہ بھون
١٥ رشوال ١٣٤٦ھ

www.ahlehaq.org

کتاب الامارۃ والسیاسۃ

حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر بابت حمایت خاکساران و مسلم لیگ

(ایک تحریف کا ازالہ بقلم حضرت تھانوی قدس سرہ)

نقل[۵] جواب حضرت مولاناؒ بر اشتہار سرخ شائع کردہ جماعت احرار سہارنپور بعنون "مسلم لیگ میں شریک ہونا حرام ہے" الخ

جواب

اس اشتہار میں جتنی عبارت میری ہے اس پر میں نے خط بنا دیا ہے، ابتداء اس لفظ سے ہے "اس جماعت کے اقوال.... اور انتہا اس لفظ پر ہے "واجب ہے" اور دستخط اسی عبارت پر ہے۔ اور اس کا تعلق صرف جماعت خاکساران سے ہے، نہ کہ مسلم لیگ سے۔"

بس اتنی حقیقت ہے باقی کا میں ذمہ دار نہیں، اس جماعت کے متعلق اور اس سے تعاون کے متعلق یہاں مضمون مرتب ہو رہا ہے، اس کا انتظار کیا جائے، بلاوجہ نزاع مناسب نہیں،

اشرف علی

(تاریخ ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

بجواب استفتاء آمدہ از کیرانہ بتوسط پیر جی ظفر احمد صاحب)

---

۵ یہ پوری تحریر مسوّدہ "امداد الاحکام" کے رجسٹر ۹ کے شروع میں درج ہے۔ سوال درج نہیں۔ مگر جواب سے سوال کو سمجھا جا سکتا ہے، اس لئے وہ تحریر بعینہٖ یہاں نقل کر دی گئی حاصل اس تحریر کا یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (بقیہ اگلے صفحے پر)

www.ahlehaq.org

کتاب الدعوی والشہادات والقضاء

مجلس قضاء کے بغیر شہادت شرعاً معتبر نہیں

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ :- مسماۃ ھندہ کا شوہر اپنی جائیداد مکانات وغیرہ چھوڑ کر فوت ہوگیا، اور دین مہر اس کا اس کے شوہر کے ذمہ باقی ہے، آیا یہ جائیداد مذکورہ ورثہ پر تقسیم ہوجائے گی یا عوض دین مہر کے ھندہ کو ملے گی، اور اقرار شوہر واسطے دین مہر زوجہ اپنی کے عند الشہود درست ہے یا نہیں ؟ اور تعداد شہود عند الشرع کتنی ہے ؟ بینوا توجروا۔

جواب

درصورت مرقومہ باقی رہے دین مہر ذمۂ شوہر کے جائیداد مذکورہ بمطالبہ ھندہ کو ملے گا، اور اگر جائیداد اس قدر ہے کہ بعد ادا مہر کے باقی رہے تو ورثہ پر تقسیم ہوگی، کما فی الشامی، قال فی الدر المختار : ثم تقدم دیونہ التی لھا مطالب من جھۃ العباد، ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض الخ ثم یقسم بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ــــ) نے ایک مضمون جماعت خاکساران کے متعلق تحریر فرمایا تھا جس میں بعض لوگوں نے تحریف کرکے ایک سرخ رنگ کا اشتہار شائع کیا جس میں ظاہر کیا گیا کہ حضرت تھانویؒ کی وہ تحریر مسلم لیگ کے متعلق ہے، اس پر کیرانہ سے ایک سوال حضرت کے پاس آیا، جس کا جواب حضرت ہی نے تحریر فرمایا اور اس کی نقل امداد الاحکام میں محفوظ کی گئی جو یہاں بعینہ نقل کیا جارہا ہے۔ فقط

محمد رفیع عثمانی
دار العلوم کراچی
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

www.ahlehaq.org

ذلك بين ورثته انتهىٰ۔ وايضاً فيه، قال العلامة الشامى على قول الدر المختار، ومثل دينه۔ أى مثله جنساً ومؤجلاً إذا كان من جنسه، والملق الشافعىؒ، أخذ خلاف الجنس أى من النقود والعروض لأن النقود يجوز أخذها عندنا على ما قررناه أنفاً۔ لكن رأيت فى شرح نظم الكنز للمقدسى من كتاب الحجر، قال ونقل جد والدى لأمه الجمال الأشقرى شرحه للقدورى، إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان فى زمانهم لمطاوعتهم فى الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أى مال كان، لاسيمًا فى ديارنا لمداومتهم فى العقوق انتهىٰ۔

اور اقل تعداد شہود دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت

كما فى الهداية، أقل الشهادة رجلان اورجل وامرأتان۔

اور ادائے شہادت میں فقط موافقت دعوی کافی ہے۔

كما فى الهداية، الشهادة إذا وافقت الدعوى قبلت انتهىٰ، وقال فى العناية: قوله إذا وافقت الدعوى بأن تتحد انواعاً ولماً وكيفاً وزماناً وفعلا وانفعالاً ووضعاً وملكاً ونسبةً انتهىٰ۔

اب چونکہ شہادت شاہدین ھندہ یعنی کولیہ میاں اور سفر ملک نوع کم کیف، زمان، فعل، انفعال، وضع، ملک نسبت میں اتفاق ہیں، لہذا دعوىٰ مسماۃ مذکورہ صحیح وثابت واموال مقررہ بسبب اقرار مقر مسماۃ مذکورہ کو ملے گا۔

ہذا حکم الکتاب، واللہ اعلم بالصواب

المجیب محمد خلیل الرحمٰن عفی عنہ

قلت وشرط لصحة الشهادة مجلس القاضى أيضاً فلا تعتبر بدونها، قال فى الدر هى أخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة، فى مجلس القاضى وفى رد المحتار كذا فى البحر، لكنه ذكر أولاً أن شرائط الشهادة نوعان: ما هو شرط تحملها أدائها، فالأول ثلثة، وقد ذكرها الشارح، والثانى أربعة انواع، ما يرجع إلى الشاهد، وما يرجع إلى الشهادة، وما يرجع إلىٰ مكانها، وما يرجع إلى المشهود به، وذكر أن ما يرجع إلى الشاهد السبعة عشر،

www.ahlehaq.org

العامة والخاصة، ومایرجع إلی الشهادة ثلثة، لفظ الشهادة والعدد فی الشهادة، یما یطلع علیه الرجال، واتفاق الشاهدین ومایرجع إلیٰ مکانها واحد، وهو مجلس القضاء الخ۔ (ج ۴ ص ۵۷۳)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ شہادت کے معتبر ہونے کے لئے مجلس قضا بھی شرط ہے۔ پس اگر ھندہ میں اور اس کے شوہر کے ورثہ میں مقدار مہر کی بابت اختلاف ہو تو محض دو گواہوں کا ورثہ کے سامنے گواہی دینا شرعی شہادت شمار نہ ہوگا جب تک کہ وہ دونوں کسی قاضی مسلم کے سامنے مجلس قضاء میں گواہی نہ دیں، اور اگر ورثہ نے بدون مجلس قضاء کے اس شہادت پر عمل کیا، تو جو وارث نابالغ ہوں ان کے حق میں یہ شہادت حجت نہ ہوگی، اور نہ محض اس گواہی کی بناء پر ان کے حق میں سے عورت کو کچھ دیا جا سکتا ہے۔ البتہ جو ورثہ بالغ ہوں، وہ اگر رضامندی سے ان گواہوں کے بیان پر عمل کرنا چاہیں تو ان کو اپنے حصہ میں اختیار ہے۔ اگر یہ گواہی مجلس قضاء قاضی مسلم میں پیش نہ ہوتی ہو تو ورثہ کو چاہیئے کہ مہر کی جتنی مقدار بطور تواتر کے یقینی معلوم ہو اس کا اعتبار کریں، ان گواہوں کے قول پر اعتماد نہ کریں۔ اور اگر تواتر سے کوئی مقدار معلوم نہ ہو تو اس عورت کا مہر مثل (یعنی خاندانی مہر) معلوم کر کے وہ ادا کرے بشرطیکہ عورت نے پہلے سے معاف نہ کیا ہو۔ اور شوہر نے بھی ادا نہ کیا ہو۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۳ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

دو گواہ عورتوں کے درمیان تفریق کرنے کا حکم

سوال:۔ اگر ایک مقدمہ میں دو عورتیں اور ایک مرد گواہ ہوں اور قاضی عورتوں میں تفریق کر کے ان کے بیانات سنے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہتر تو یہ ہے کہ قاضی عورتوں میں تفریق نہ کرے، کیونکہ دو عورتیں مل کر بمنزلہ ایک گواہ کے ہیں، لیکن اگر کسی ضرورت سے تفریق کرے تو جائز ہے بینہ کی حجیت میں اس سے

www.ahlehaq.org

کچھ نقصان نہ لازم آئے گا۔

قال فی البدائع (ج ۷ ص۱) ولذا اتهم الشهود فلا بأس بأن يفرقهم عند اداء الشهادة، فيسئلهم أين كان؟ ومتى كان؟ فان اختلفوا اختلا فا يوجب رد الشهادة ردّها وإلا فلا اهـ

قلت: وهذا بعمومه يجوز التفريق بين المرأتين أيضاً، وقال فی الدر: أو رجل وامرأتان ولا يفرق[ع] بينهما، لقوله تعالیٰ: (فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ) الآية۔

وفی رد المحتار، حكى أن أمر بشرين شهدت عند الحاكم، فقال الحاكم فرقوا بينهما، فقالت: ليس لك ذلك، قال الله تعالیٰ (أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ) فسكت الحاكم، كذا فی الملتقط، ج ۴ ص۵۷۶،

واللہ اعلم

۴ رجب ۱۴۱۱ھ

شاہدان طلاق اگر مدت طویل گذر جانے کے بعد گواہی دیں تو ان کی شہادت معتبر نہیں

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اھل سنت والجماعت مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ زید نے ھندہ کو عرصہ چودہ سال کا ہوا کہ طلاق رجعی دی تھی، اور ہفتہ عشرہ کے اندر رجعت کرلی تھی، بوقت رجعت برادران کو شبہ ہوا کہ شاید طلاق بائن دی ہو تحقیق کی تو طلاق رجعی ہی ثابت ہوئی، چنانچہ ھندہ زید کے پاس نو دس سال رہی، کسی قسم کا جھگڑا نہیں تھا، بعد دس سال کے زید کے ساتھ بحر نے کاروبار دنیوی میں شرکت کرلی۔ بعد چند روز کے ھندہ سے اور بحر سے آشنائی ہوگئی لہٰذا

ع قلت: هذا محمول عندنا على أدب القاضی، ومما يتبيّن ينبغی له أن لا يفعل ۱۲ منہ۔

www.ahlehaq.org

ھندہ کو چھپا دیا، جب چند برادریوں کو معلوم ہوا، دس پانچ آدمی جمع ہو کر دریافت کرنے لگے، معلوم ہوا کہ ھندہ کہتی ہے کہ ہم کو دس سال ہوا زید نے تین طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ گواہ تلاش کیا تو کوئی نہیں ملا، لہٰذا زید سے دریافت کیا، زید نے کہا کہ ہم نے ایک بار طلاق دی تھی، اور ہفتہ عشرہ کے اندر رجعت کر لی تھی، چنانچہ اس وقت یہ تجویز ہوئی کہ زید سے قسم لی جائے، لہٰذا مولوی شمس الدین صاحب، اور حافظ رحم اللہ شاہ صاحب بلرام پوری کے سامنے زید نے قسم کھا کر حلفیہ بیان کیا کہ ہم نے صرف ایک طلاق دے کر ہفتہ عشرہ کے اندر رجعت کر لی تھی، جناب مولانا موصوف نے کہا کہ ھندہ زید کے لئے جائز ہے سو ھندہ کو زید کی سپرد کرا دی، بعد چند روز کے پھر بکر نے ھندہ کو چھپا دیا۔ اور ھندہ سے بکر نے مہر کا دعویٰ کرا دیا اور دو گواہ کاذب سے عدالت گورنمنٹ میں شہادت دلوادی عدالت نے ھندہ کو ڈگری دے دی بعدہ بکر نے ھندہ کو اپنے یہاں رکھ لیا۔ جب برادران کو معلوم ہوا، بکر کو جماعت سے علیحدہ کر دیا، اور برادران پنج طلاق کا ثبوت ڈھونڈنے لگے، بہت کوشش کے ساتھ تحقیق کی، مگر طلاق کا ثبوت نہیں ملا۔ ۵ مرتبہ پنچایت ہوئے مگر تحقیق نہیں ہوئی، اور اسی درمیان میں مولوی محمد ادریس صاحب دہلوی کے پاس مسئلہ مقدمہ ھذا پیش کیا گیا، مولانا موصوف نے باقاعدہ گواہ طلب کیا، بکر نے چار گواہ پیش کئے مولانا موصوف نے حلفیہ بیان لیا۔ چاروں گواہوں نے قسم کھا کر حلفیہ بیان کیا کہ صاحب ہم لوگ نہیں جانتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جو بات سچ معلوم ہو بیان کرو، گواہوں نے کہا کہ صاحب! ہم نے اپنے کانوں سے نہیں سنا ہے کہ زید نے ھندہ کو طلاق دی ہے غرض کہ سب گواہوں نے قطعی انکار کیا، بعد چند روز کے بکر نے ایک تاریخ مقرر کر کے جملہ پنچ چودہ کوس کو مدعو کیا، چنانچہ تاریخ مقررہ پر جملہ پنچ جمع ہوئے، گفتگو ہونے لگی، پنچوں نے کہا کہ اس بات کا کوئی گواہ ہے؟ کہ زید نے عرصہ بارہ برس کا ہوا ھندہ کو طلاق دی تھی بکر نے کہا کہ چار گواہ ہیں۔ پنچوں نے کہا کہ گواہوں کو بلاؤ! قسم کھا کر حلفیہ بیان کریں، اور تم ھندہ کو اس وقت علیحدہ کر دو، اور اسی وقت چاروں گواہوں کا بیان اور مفصل حال لکھ کر علماء دین کے پاس استفتاء بھیج دیا جائے، جیسا علماء دین فیصلہ کر دیں گے مانا جائے گا، اور ھندہ جس کے لئے جائز ہوگی، اس کے سپرد کی جائے گی۔ بکر نے شہادت دلوانے اور ھندہ کو نکالنے سے انکار کیا، اور کہا کہ ہم ھندہ کو نہیں نکال سکتے ہیں، کیونکہ ہم نے

www.ahlehaq.org

عدالت سے ڈگری پائی ہے، اس پر پنچوں نے بہت کچھ سمجھایا، غرض آٹھ بجے عشاء کے وقت سے لے کر دس بجے دن تک گفتگو ہوئی، مگر بکر راہ راست پر نہیں آیا، پنچوں نے کہا، ہم سب چودہ کوس بائیکاٹ کر دیں گے، اور کہا کہ تمہارے یہاں ہرگز نہ کھائیں گے، اس پر بکر نے پنچوں کو گستاخانہ کلام بھی کہا، آخر مجبور ہو کر پنچوں نے بکر کو جماعت سے علیحدہ کر دیا، اور دو دو وقت بھوکے رہ کر اپنے مکان و موضع کو واپس گئے، چنانچہ بکر عرصہ سے جماعت سے علیحدہ ہے۔ فی الحال زید و بکر نے ایک مولوی صاحب کے پاس یہ شرط لکھی کہ جو آپ از روئے شرع شریف کے فیصلہ کر دیں ہم دونوں کو منظور ہے، چنانچہ مولانا موصوف نے باقاعدہ گواہ طلب کیا، لہٰذا اس وقت گیارہ گواہ نے قسم کھا کر حلفیہ بیان کیا کہ زید نے ھندہ کو طلاق مغلظہ دیدی تھی، مولانا نے کہا کہ کب دی تھی، گواہان مذکورہ نے کہا کہ چودہ سال ہوئے، چنانچہ جملہ پنچ چودہ کوس کو بہت بڑا شبہ گذرتا۔ ہے کہ کیا وجہ ہے جو ابھی تک ہر پنچایت میں کہتے تھے کہ ہم لوگ نہیں جانتے ہیں، اور مولوی محمد ادریس صاحب نے جب باقاعدہ دریافت کیا تھا جب بھی حلفیہ[۱] چار گواہ نے انکار کیا تھا۔ اور آج وہی قدیم چار گواہ جو پہلے انکار کرتے تھے ساتھ جدید مل کر گیارہ گواہ اظہار کرتے ہیں۔ پہلے جب پنچوں نے دریافت کیا تھا، یا جب مولوی شمس الدین صاحب نے زید سے قسم لی تھی، یا جب مولوی محمد ادریس صاحب نے دریافت کیا تھا جب کیوں نہیں اظہار کیا تھا؟ اگر سچے تھے تو پہلے ہی کہہ دیتے تو کیوں اس میں فتنہ پیدا ہوتا؟ اور بکر کو مع ساتھیوں کے کیوں بائیکاٹ کیا جاتا؟ اور ھندہ کیوں زید کے پاس دس برس رہتی، اور مرتکب زنا کی ہوتی؟ چنانچہ جملہ پنچ چودہ کوس بہت کش مکش میں ہیں کہ پہلے کا قول معتبر ہوگا، یا آج کا قول معتبر مانا جائے گا۔ چنانچہ ایسے گواہان مذکورین کا قول وحلف وقسم از روئے شرع شریف کے معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور مسماۃ ھندہ کس کے لئے جائز ہوگی۔

المستفتی: افسر القوم میاں رحم اللہ صاحب
ضلع: گونڈہ، ڈاکخانہ: قصبہ بلرام پور
متصل سنی گھاٹ؛ موضع: بلھا

---

[۱] یہ چار گواہ جس وقت مولوی شمس الدین صاحب نے پہلے قسم زید سے لیا تھا موجود تھے۔ ۱۲

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں جن چار گواہوں نے پہلے طلاق سے اپنی لاعلمی ظاہر کی تھی اور اب وہ طلاق مغلظہ کی گواہی دیتے ہیں ان کی گواہی تو یقیناً جھوٹی اور غلط ہے۔

قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، وفی جواهر الفتوىٰ من الشهادات، شهد علی وجهٍ فیه خلل، ثم أعاد الشهادة فی غیر ذلك المجلس بدون الخلل، فأن كان یحتاج إلی زیادة فزاد، لا یقبل، وإن لم یكن بین الأول والثانی تناقض فانما كان اهمالاً، لأن الظاهر أن لا شهادة عنده إلا علی ما شهد اولاً، وإنما زاد ثانیاً لتلقین انسان تزویراً واحتیالاً فلا یقبل استدلالاً بما ذكره محمدٌ فی الجامع الصغیر، رجلٌ شهد، ولم یبرح عن مكانه، حتی یقول، أوهمتُ بعض شهادتی، ان كان عدلاً تقبل شهادته وقوله لم یبرح دلیل علی أنه إذا برح ثم عاد لا تقبل اھ (ج ۱ ص ۳۱۷)

اور جو باقی سات گواہ ہیں ان کی شہادت بھی باطل اور جھوٹی ہے، کیونکہ جب چودہ سال کے بعد وہ طلاق مغلظہ کی گواہی دے رہے ہیں تو اتنے عرصہ تک گواہی کو مؤخر کرنے کی وجہ سے وہ فاسق ہوگئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ طلاق مغلظہ کی گواہی کو پانچ دن تک مؤخر کرنے سے بھی گواہ فاسق ہوجاتے ہیں۔ چودہ برس تک مؤخر کرنے سے تو کیوں نہ فاسق ہوں گے، لہٰذا یہ شہادت بالکل باطل ہے۔ اور ھندہ زید کی بیوی ہے، بکر کو اس سے ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں۔

قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیة (سُئل) عن شهودٍ شهدوا بإقرار الرجل بالطلقات الثلٰث بعد شهر، (الجواب) لا تقبل شهادتهم بعد أن اٰخروا خمسة أیام من غیر عذر، إن عالمین بانها یعیشان عیش الازدواج، والشهادة بدون الدعوی (من المرأة) یجوز فی هٰذه المسئلة اھ (ج ۱ ص ۳۲۸)

۲۳/ رمضان۔

حکم کے فیصلہ کردینے کے بعد کسی ایک فریق کو رجوع کرنا جائز نہیں

سوال:۔ اگر دو چار آدمی باہم کسی قسم پر تصفیہ کردیں، اور دونوں فریق منظور کرلیں، اور

www.ahlehaq.org

بعد گزرنے ایک شب کے اگلے روز کوئی ایک فریق اس تصفیہ منظور شدہ سے انکار کردے تو وہ گنہگار اور وعدہ خلاف ہے یا نہیں؟ اور قرآن پاک اور شریعت کا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

جبکہ فریقین رضامندی کے ساتھ کسی کو حکم تجویز کرلیں، اور وہ حکم اپنا فیصلہ سنادے تو پھر کسی فریق کو رجوع کرنا تحکیم سے درست نہیں ہے، اور اس فیصلہ سے رجوع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قاضی کے فیصلے سے، اور وہ یقیناً گنہگار ہے۔

فان حکم لزمها، ولا یبطل حکمه بعزلهما، لصدوره عن ولایة شرعیة۔ درمختار علی الشامی باب التحکیم (ج ۴ ص ۳۴۹)

واللہ اعلم بالصواب
احقر عبداللطیف عفا اللہ عنہ
مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح حق
عنایت الٰہی عفی عنہ
مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الأجوبة کلها صحیحة
احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون، خانقاہ امدادیہ
۸ رشوال ۱۳۴۱ھ

مشرک عورت ایک مرد مسلمان کے پاس رہی دونوں سے بچے بھی پیدا ہوتے، اور عورت نے اسلام بھی بظاہر قبول نہ کیا اب عورت اپنے مسلمان ہونے اور مسلمان کی بیوی ہونے کا دعوی کرتی ہے۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ:-

۱ زید ایک مسلمان مرد نے ایک ھندو عورت کو اپنے گھر میں رکھا جس سے اولاد ہوئی، اور اس کا نام وہی ھندوانی رہا، جو مسلمان مرد کے گھر میں آنے کے وقت تھا، اور بعد موت بھی اسی نام سے یاد کی جاتی ہے، اس صورت میں عورت مذکورہ کس مذھب کی سمجھی جائے گی، اور اولاد مذکور مرد مسلمان کی جائز اولاد مانی جائے گی یا نہیں؟

۲ زید ایک مشہور شخص تھا، باوجودیکہ اس تعلق کے ناجائز ہونے کی نسبت عام شہرت ہوچکی

www.ahlehaq.org

تھی، لیکن زید نے اپنی حیات میں کوئی تردید اس مشہور واقعہ ناجائز کی نہیں کی پس اگر اس کی اولاد مسلمان اور منکوحہ ہونے کے ثبوت کے لئے ایک نکاح نامہ پیش کرے، تو کیا یہ نکاح نامہ اس کے اسلام اور نکاح کے ثبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟

۳ برتقدیر ثبوت اسلام کے کیا یہ عورت مذکورہ اور زید کو اس کے بطن سے اولاد ان لوگوں کی (جن کو ماں باپ دونوں کی طرف سے قدامت اسلام کا شرف حاصل ہے) ہم کفو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور نجیب الطرفین اس کی اولاد کو کہا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

محمد عنایت اللہ عفا اللہ عنہ

افسر مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ

الجواب وھوالمصوب

۱ ہندو عورت کا کسی مسلمان کے گھر میں رہنا، اور اس سے اولاد ہونا، عورت کے مسلمان قرار دیئے جانے کے لئے کافی نہیں، جبتک وہ بیّنہ عادلہ سے اس کا ثبوت نہ دیں کہ وہ حیات زید میں اسلام لاچکی تھی، اور اسلام کے بعد باقاعدہ نکاح ہوا تھا، یا ورثاء بدون بیّنہ ہی کے اس کے اسلام و نکاح کی تصدیق کردیں اگر بیّنہ یا تصدیق ورثاء سے اس کا ثبوت ہوگیا تب تو اس عورت کو وقت نکاح زید ہی سے مسلمان سمجھا جائے گا۔ اور اولاد بھی جائز اولاد مانی جائے گی، اور وہ اس کی وارث بھی ہوگی،

اور اگر بیّنہ سے یا تصدیق ورثاء سے اس کا ثبوت نہ ہوسکا تو اس عورت کے اور اس کی اولاد کے اقرار کو صرف ان کی ذات کے حق میں قبول کیا جائے گا، لیکن اس اقرار کو ورثاء پر حجت نہ قرار دیا جائے گا، یعنی جب وہ عورت اپنے اسلام و نکاح کا دعوی کرتی ہے اور اس کی اولاد بھی، تو عورت کو ابتداء سے مسلمان مانا جائے گا۔ اور اس کا ہندوانی نام بدل دیا جائے گا۔ اور اس کی اولاد بھی مسلمان سمجھی جائے گی۔ لیکن ان کو زید کی اولاد، اور اس کا وارث اور اس کے خاندان کا کفو نہ مانا جائے گا۔ لما فیه من تحمیل النسب علی الغیر بلاحجة،

۲ نکاح نامہ جو پیش کیا جاتا ہے اگر ورثاء زید اس کی تصدیق کرے، یا اس پر کم از کم دو مسلمان گواہوں کی شہادت موجود ہو، اور وہ دونوں مسلمان اس وقت زندہ ہوں اور اس وقت بھی گواہی دیں کہ یہ نکاح بحالت حیات زید ہمارے سامنے ہوا تھا، اور اس وقت یہ ہندو عورت مسلمان ہوگئی تھی تب تو یہ نکاح نامہ اس عورت کے اسلام ماضی و

www.ahlehaq.org

نکاح کے ثابت ہونے کے لئے حجت ہے، ورنہ نہیں۔ اور دونوں صورتوں کا حکم اوپر گذر چکا۔

۳: اس کا جواب دوسرے سوالات متعلق کفائت کے ضمن میں آجائے گا۔

الدليل على الجوابين الاولين

قال فى الهداية: ولومات المسلم، وله امرأة نصرانية فجاءت مسلمة بعد موته، وقالت اسلمت قبل موته، وقالت الورثة: أسلمتِ بعد موته، فالقول قولهم ايضًا۔ (أى وعلى المرأة البينة ۱۲) ولايحكمه الحال، لأن الظاهر لا يصلح حجة للاستحقاق، وهى محتاجة إليه (قلت فيه دلالة على قبول اسلامها فى الماضى فى حق نفسها من غير استحقاق ۱۲)۔ أما الورثة فهم الدافعون، ويشهد لهم ظاهر الحدوث أيضًا۔ (فيه أنه لوصدقها الورثة، اواقامت بينةً، يقبل قولها) اھ ج ۳ ص ۱۳۳۔ وفيها ايضًا، ويقبل إقرار المرأة بالوالدين والزوج والمولى لمابيّنا، ولايقبل بالولد، لأن فيه تحميل النسب على الغير وهوالزوج إلا أن يصدقها الزوج (أو ورثته، لأن الحق له، أوتشهد بولادته قابلة، لأن قول القابلة فى هٰذا مقبول قال فى الحاشية إذا الفرض أن الفراش قائم، فيحتاج إلى تعيين الولد، وشهادتها فى ذلك مقبولة

وقد مر فى الطلاق، وقد ذكرنا فى إقرار المرأة تفصيلاً فى كتاب الدعوىٰ، (قال المحشى: وهوأنها إذا كانت ذات زوج (معروف بنكاح معروف ۱۲) لم يجزدعواها حتىٰ تشهد امرأة على الولادة، ولوكانت معتدة، فلابد من حجة تامة عند أبى حنيفة رحمه الله، وإن لم تكن منكوحة ولامعتدة، قالوا ثبت النسب منها بقولها ۱۲) ولابد من تصديق هٰؤلاء، (ج ۳ ص ۲۲۸)

www.ahlehaq.org

زوجہ کی وفات کے بعد اس کے ورثاء اور زوج میں ایک قطعہ زمین پر اختلاف ہونے کا حکم، جبکہ وہ قطعہ زوجہ کے نام پر ہو

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ۔ زید نے ایک زمین خرید کی، اور اس کی قیمت ڈھائی ہزار روپیہ بھی بائع کو دیدی، اور بائع نے اس زمین پر مشتری زمین زید کو قبضہ بھی کرادیا، ایک سال تک دستاویز نہیں لکھا گیا تھا، کیونکہ حساب کے دفتر میں یہ بیع تاریخ بیع میں درج کردی گئی تھی۔ زید کی بیوی جو ان دنوں موجود تھی، لاولد ہونے کی وجہ سے زید نے دوسرا نکاح کرنا چاہا، تب بائع اور اس کے چند رفقاء جو زید کی بیوی کے رشتہ دار واقارب تھے انہوں نے زید سے کہا کہ آپ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اپنی موجودہ بیوی کے نام مذکورہ زمین کی دستاویز بائع سے لکھوادیں۔ کچھ زمین مہر کے لئے، اور کچھ زمین ھبہ کے طور پر، اور یہ نہیں معین کیا کہ کتنی زمین مہر کے لئے اور کتنی ھبہ میں؟ اور کس جانب کی مہر کے لئے، اور کس جانب کی ھبہ میں؟ اس موجودہ بیوی کے خاندان میں سے سب سے بڑے رکن نے کہا کہ صرف دستاویز موجودہ بیوی کے نام کردو، ہم اس بیوی کے بعد اس زمین سے حصہ لینا نہیں ہے (انہوں نے صرف تسلی کے لئے زمین اس بیوی کے نام دستاویز لکھوادیا، تاکہ دوسری بیوی کی طرف رجحان زید کا زیادہ ہونیکی وجہ سے زوجہ اولیٰ غمگین نہ ہوجائے) زمین کی دستاویز لکھانے کے بعد ھبہ کی شروط کے مطابق زید نے موھوبہ قطعہ کو معین بھی نہیں کیا، اور موھوبہ قطعہ پر زوجہ اولیٰ کا قبضہ بھی نہیں کرایا، اور بالمشافہہ یا بالواسطہ واھب و موھوب لہا کا ایجاب وقبول بھی نہیں ثابت، اور قریبی کوئی زمین وقت اشتراء سے زوجہ اولیٰ کی حیات تک، اور بعد وفات زوجہ اولیٰ زید ہی کے قبضہ میں ہے۔ اور اس کا آمد وخرچ اب تک زید اپنے ہی اختیار واقتدار سے کرتا چلا آرہا ہے، زید نے بائع سے دستاویز لکھواتے وقت بائع سے ہی دستاویز میں ھبہ لکھوادیا کہ کچھ مہر کے لئے اور کچھ حصہ ھبہ میں خاوند سے فلاں تاریخ سے بیع کی ہوئی زمین کو میں نے آج دستاویز لکھی ہے، اس لکھنے کے بعد دوسرا نکاح زید نے کرلیا ہے سال دوسال کے بعد زوجہ اولیٰ بلا قبض وتصرف واختیار انتقال کرگئیں، زوجہ اولیٰ کے انتقال اور بیع کے وقت تخمیناً چالیس سال کی عمر کی تھی بالغہ راشدہ تھی پس وہ خرید کردہ زمین زوجہ اولیٰ کے ترکہ میں شمار کی جائے گی یا خاوند کی ہی رہے گی؟ (مذکور اظہار کو جو جانبین مانتے ہیں)؟ بینوا توجروا

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ خرید کردہ زمین خاوند ہی کی ملک ہے، زوجۂ اولیٰ کے ترکہ میں شمار نہ ہوگی، کیونکہ جب نہ بیع کی تعیین ہے، نہ موہوب کی، تو بیع اور ھبہ دونوں فاسد ہیں نیز جب زوجۂ اولیٰ سے ایجاب وقبول کچھ نہیں ہوا، نہ بیع کا نہ ھبہ کا، تو یہ معاملہ محض لغو ہوا نیز ھبہ کے لئے بعد صحت کے قبضہ بھی شرط ہے، وہ بھی مفقود ہے لہٰذا زمین مذکور میں ورثہ زوجہ کا کوئی حق نہیں۔ البتہ شوہر سے مہر وصول کرنے کا ان کو حق حاصل ہے۔ جس میں بصورت زوجہ کے لاولد ہونے کے شرعاً نصف مہر تو خاوند کا ہی حق ہے، اور نصف باقی زوجہ کے ورثاء کا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ

زوجہ کی وفات کے بعد اس کے ورثا اور زوج میں ان زیورات پر اختلاف کا حکم جو شوہر نے نکاح کے وقت بیوی کو دیئے تھے۔

سوال:- زید کی جانب سے نکاح کے وقت زوجۂ اولیٰ کو پچاس روپے کے قریب گلے میں ایک سونے کا منکا (بمنولی کا منکا جس کو کہتے ہیں) اتنا ہی ڈالے، اور زوجۂ مذکورہ کی ماں کے گھر کی جانب سے تقریباً چار سو کا زیور ڈالے تھے، نکاح کے بعد زینت دیکھنے کی خاطر زید امانۃً ڈیڑھ ہزار کے قریب زیور بنا بنا کر ڈالے تھے، خاوند زید کہتا ہے کہ نکاح کے بعد کا بنایا ہوا زیور سب امانت ہے اور وہ میرا ہے زوجہ اولیٰ کا ہرگز نہیں، مگر زوجہ اولیٰ کا وارث بھائی کہتے ہیں کہ وہ زیور زوجۂ اولیٰ کو پہنچنا چاہیئے، اور زوجۂ اولیٰ نے وہ سارا زیور بھائی کی اولاد کے لئے وصیت کردی ہے، پس آیا یہ زیور امانت میں شمار ہوگا خاوند کا ہوگا یا عورت کے ترکہ میں جائے گا، یا کل زیور کے حق میں وصیت قبول کی جائے گی، اور خصوصاً خاوند جبکہ وصیت سے انکاری ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قال فی الدر: ولو ادعت انّہٗ ای المبعوث من المهر، وقال هو وديعة، فان كان من جنس المهر، فالقول لها، وإن كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر اه وفيه ايضاً جهز ابنته، ثم ادعى أن ما رقعه لها عارية وقالت

www.ahlehaq.org

هوتمليك، اوقال: الزوج ذالك بعد موتها ليرث منه، قال الأب لورثته بعد موته عارية، والمعتمد ان القول للزوج، ولها ان كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية، اما ان مشتركاً كمصر والشام فالقول للأب أى مع اليمين، اهـ مع الشامى (ج ا ص ۶۰۱)

صورت مسئولہ میں عرف کو دیکھا جائے، کہ زید کے خاندان میں نکاح کے بعد جو زیور عورت کو بنا کر دیتے ہیں، وہ اس کی ملک کر دیتے ہیں یا بطور امانت کے دیتے ہیں، اگر عرف یہ ہے، کہ ملک کر دیتے ہیں، تو اس صورت میں اقارب زوجہ کا قول معتبر ہوگا مع قسم کے، اور شوہر کو شہادت سے ثبوت دینا ہوگا، کہ میں نے بطور امانت یہ زیور دیا تھا۔

اور اگر عرف امانۃً دینے کا ہے، تو زید کا قول معتبر ہے مع قسم کے، اور ورثۂ زوجہ کے ذمہ ثبوت دینا ہوگا شہادت سے، کہ یہ تملیکاً دیا گیا تھا،

اور اگر اس کے خاندان میں دونوں طرح دستور ہے (جیسا کہ ہندوستان میں عموماً ایسا ہی ہے) کہ بعضے مالک کر دیتے ہیں اور بعضے مالک نہیں کرتے، بلکہ امانۃً دیتے ہیں، تو اس صورت میں بھی معتبر قول زید کا ہے مع قسم کے اور ورثۂ زوجہ پر بار ثبوت ہے، واللہ اعلم (اور یہ قسم یا ثبوت کسی ثالث کے جو برضائے فریقین تجویز ہوا ہو یا حاکم کے سامنے ہونا چاہئے) اور ترتیب یہ ہوگی، اول اس شخص سے جس پر بار ثبوت ہے شہادت طلب کی جائے گی، اگر وہ شہادت پیش نہ کر سکے تو دوسرے سے جس پر قسم ہے قسم لی جائے گی، اور قسم کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ

زوجین کے منکر طلاق ہونے کی صورت شہادت طلاق معتبر ہے یا نہیں؟ اور شہادت میں گواہوں کی تاخیر کرنے کا حکم

سوال اول:- اقطر الدین نے اپنی زوجہ مسماۃ چندر بانو کو باہم تنازع کر کے غصے میں آکر کہا کہ تیرے ہاتھ کا طعام ہمارے لئے کھانا حرام ہے، اور طلاق دینے سے منکر ہوا پھر اس کی زوجہ بھی بولی کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق نہیں دیا، تو اس بارے میں تین شاہد مل

www.ahlehaq.org

گئے، اول باپ، دوسرے ماں، تیسرے بھائی، سو تینوں نے گواہی دی۔

تنقیح ۱

کیا ان تینوں نے عورت کے سامنے یہ طلاق دینا بیان کیا؟

جواب تنقیح ۱

طلاق کے پہلے مسئلہ میں تینوں گواہوں نے عورت کے سامنے طلاق دینا بیان کیا ہے سوال بالا۔ کہ ہم سب نے سنا ہے کہ اقطر الدین نے اپنی بیوی مذکورہ کو کوئی کلام سوء پر متازعہ کر کے غضبناک ہو کر کہا کہ میں تجھ کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق دیتا ہوں، اور تیرے ہاتھ کی بھات ہمارے لئے حرام ہے الغرض یہ ہے کہ اس صورت مرقومہ سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ اور شہادت والدین مقبول ہے یا نہیں؟

تنقیح ۲

یہ گواہی دینے والے دین دار ہیں یا نہیں؟

جواب تنقیح ۲

یہ گواہی دینے والے پورے دیندار نہیں، اس لئے کہ صلوٰۃ وصوم تو کچھ تو ادا کرتے ہیں لیکن پردہ وستر عورت وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے۔

سوال ثانی۔

اور دوسرے ایک طلاق کے واقعہ میں چار گواہ پائے گئے، ایک مرد تین عورتیں، تو چاروں نے اس طور پر شہادت دی۔

تنقیح ۱

کس کے سامنے شہادت دی، اور عورت نے بھی سنا یا نہیں۔

جواب تنقیح

طلاق کے دوسرے مسئلہ میں، شاہدوں نے دو مولوی صاحب اور دو منشی صاحب اور بہت عام لوگوں کے سامنے شہادت دی۔ اور عورت نے بھی سنا۔

سوال بالا۔ کہ شوہر نے اپنی زوجہ کو صریح تین طلاق دی لیکن مرد اعمیٰ ہے۔

www.ahlehaq.org

تنقیح ۲

اس سے پوچھو کہ تو جب دیکھتا نہیں، تو کیسے گواہی دیتا ہے۔

جواب تنقیح

اعمیٰ نے کہا کہ میں اپنے گھر کے سامنے بیٹھا تھا، تو سنتا ہوں کہ میرا چچازاد بھائی میرے ہی مکان میں اپنی باورچی خانہ میں زوجہ پر غصہ ہو کر، اور ان کو مار کر دوسرے گھر کی طرف ہنکایا، اور کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہے، طلاق دی ہے، طلاق دی ہے، تین بار سے بھی زیادہ کہا، اس میں کوئی شک نہیں۔

سوال بالا:۔

اور یوم طلاق سے ایک سال سات ماہ کے بعد شواہد کی شہادت لی گئی۔

تنقیح ۳

شاہد اس تاخیر کا کیا عذر بیان کرتے ہیں؟

جواب تنقیح

شاہد گونگا عذر بیان نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے بالیقین شہادت دی، یہ فقط علماء کا ظن ہے۔ آیا کہ اتنی مدت کے بعد شہادت قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ کتابیں زیادہ نہیں جو دیکھ سنکے استخراج کریں، اس لئے جناب کی خدمت میں سپرد کی، مہربانی فرما کر جواب عطا فرمائیں۔

سوال بالا ــــ تو بارگاہ میں مرجو ہے کہ آیا اندھے کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟ اور اتنی مدت طویلہ کے بعد طلاق کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟

ازروئے شفقت ومرحمت دونوں مسئلوں کے جواب شافی دے کر خوش ومسرور کریں۔

عبد الحمید عفی عنہ

الجواب

(۱) صورت اولیٰ میں جب زوج وزوجہ دونوں طلاق سے منکر ہیں، اور قاضی شرعی کا وجود ہندوستان وبنگالہ میں نہیں ہے جس کے سامنے شہادت کا گذرنا شرعاً معتبر ہو، اس لئے وقوع طلاق کا حکم نہیں کیا جا سکتا، البتہ چونکہ قاعدۂ فقہیہ ہے "المرأۃ کالقاضی" اس لئے اگر زوجہ کو ان گواہوں کے سچا ہونے کا ظن غالب ہو تو اس پر ان گواہوں کی گواہی

www.ahlehaq.org

سننے کے بعد یہی واجب ہے کہ وہ اپنے کو مطلقۃ الثلث سمجھ کر زوج سے علیحدگی اختیار کرے، اور اپنی نفس پر اس کو قبضہ نہ دے، اور اگر عورت کو ان گواہوں کے قول کا اعتبار نہ ہو (بوجہ ان کے عادل نہ ہونے، یا باہم دشمن ومخالف ہونے کے) تو پھر یہ گواہی کالعدم ہے اور نکاح ظاہراً باقی ہے، وعلم الباطن موکول إلی مَن یعلم السرائر۔

(۲) صورت ثانیہ میں بھی اس گواہی سے وقوع طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا اور نہ المرأۃ کا لقاضی بربناء کر کے عورت پر علیحدگی کو واجب کہا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ گواہ اس تاخیر شدید کی وجہ سے فاسق ہیں جن کی شہادت شرعاً معتبر نہیں۔

قال فی الدر: ومتی أخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق، فترد کطلاق امرأة أی بائنا وعتق أمة وتدبیرها وکذا عتق عبد وتدبیره اھ وفی رد المحتار عن الظهیریة إذا شهد اثنان علی إمرأة أن زوجها طلقها ثلثا، او علی عتق أمه، وقالا: کان ذلك فی العام الماضی، جازت شهادتهما وتاخیرهما لا یوهن شهادتهما، قیل وینبغی أن یکون ذلك وهنا فی شهادتهما إذا علما أنه یمسکها امساك الزوجات والإماء فاذا أخروها صاروا فسقة اھ ج ۳ ص ۵۷۴۔

قلت: وبالنظر إلی العلة ینبغی أن لا تقبل شهادتهما بالتأخیر فی زماننا بحال، فإن الزمان زمان الفساد، وربما یطلق الزوج امرأته ویمسکها امساك الزوجات، فعلی الشهود التعجیل فی مثل هذه الشهادات، فاذا أخروا فسقوا، واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۵/ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

باوجود بینہ کے مدعی علیہ کا قسم کھانا

سوال: ہندہ مدخولہ نے دعوی کیا کہ میرے زوج نے مجھ کو تین طلاق دی ہے بلفظ صریح، ہندہ کے گواہوں نے دو طلاق کی شہادت دی ہے، عورت مدعیہ نے ایک گواہ سے کہا کہ تو قسم کرتا ہے؟ کہ مجھ کو اس نے دو طلاق دی ہے تین نہیں) اس نے کہا کہ ہاں کرتا ہوں، پس حلف کر کے دو طلاق کی شہادت دے گیا، اور دوسرے کو مدعیہ نے حلف نہ دی، بعدہ

www.ahlehaq.org

قاضی نے زوج کو قسم بھی نہ دی، خالد کہتا ہے کہ زوجہ نے جبکہ گواہ کو قسم دی تو گویا اس نے مدعی علیہ کو قسم سے بری کر دیا، اور اپنے حق تحلیف کو ساقط کر دیا، لہٰذا اب زوج پر حلف نہ آئے گی، بکر کہتا ہے کہ جبکہ گواہ مطابق دعوی نہ گزرے کہ دعوی میں تین طلاق کا ذکر ہے، اور وہ دو بیان کرتے ہیں تو وہ گواہ کالعدم ہوئے، اور گواہ پر اس مقام میں قسم بے قاعدہ ہے، بلکہ زوج پر قسم عائد ہوتی ہے، جب تک کہ زوج قسم نہ کرے تب تک عورت کے بقاء نکاح کا حکم دینا غلط ہے، اور بعد قسم کے بھی، اگر عورت جانتی ہے کہ مطلقہ ثلثہ ہوں، مگر اثبات سے عاجز ہوں، تو اس کو عند الدیانۃ خاوند کے پاس رکھنا حرام ہے، کیونکہ مرد نے دروغ قسم کی ہے۔

قال الشامی فی کتاب القضاء فی باب الحبس وکما لو علم القاضی بکذب الشهود حيث لاينفذ أصلاً كالقضاء باليمين الكاذبة، لو ادعت أن زوجها أبانها بثلث، وأنكر الزوج فحلّفه القاضی، فحلف والمرأة تعلم أن الامر كما قالت، لايسعها المقام معه، ولا أن تأخذ شيئاً حتى ميراثه وفی الخلاصة لايحل وطئها اجماعاً اھ

حضور کتاب کی عبارت سے سنداً تحریر فرماویں کہ کس کا قول درست ہے، اسی کی پشت پر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

قاعدہ یہ ہے کہ اول مدعی پر بیّنہ قائم کرنا ضروری ہے، اگر وہ بیّنہ قائم نہ کر سکے، تب مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے، اور اگر مدعی نے بیّنہ قائم کیا، مگر بیّنہ سے اثبات دعوی نہ ہو سکا، یا اس کے خلاف ہوا۔ تو دعوی خارج کر دیا جائے گا، مدعی علیہ سے قسم نہ لی جائے گی، پس صورت مذکورہ میں ھندہ کا دعوی خارج ہے اور زوج پر حلف عائد نہیں۔

قال فی العالمگیریة: فإن صحت الدعوى سئل المدعى عليه عنها، فإن أقرأو أنكر فبرهن المدعی، فقضی عليه والاحلف بطلبه، كذا فی كنز الدقائق۔ وفيه ايضاً، ولايحلف مع وجود البرهان إلا فی مسائل اھ ج ۵ ص ۱۰، قلت: وهذه المسئلة ليست منها۔

www.ahlehaq.org

ہاں صورت مسئولہ میں اگر عورت کو معلوم ہے کہ شوہر نے مجھ کو تین طلاق دی ہیں جیسا کہ اس کے دعوی سے ظاہر ہے تو اس کو شوہر کے پاس رہنا، اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا جائز نہیں بلکہ علیحدگی واجب ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۴ ر ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

دعوی کے اندر شاہد اور مدعی میں تاریخ کے اندر اختلاف یا تردد ہوجانے کا حکم

سوال :- زید نے ھندہ پر دعویٰ نکاح میں کہا کہ تقریباً دس برس سے ھندہ کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے گواہوں نے بھی لفظ تقریباً یا تخمیناً دس برس کا بیان کیا، قاضی نے جواب دیا کہ دعوی بھی غلط، اور شہادت بھی مردود ہے، کیونکہ نکاح میں تعین وقت ضروری ہے۔

لما فی العمادیۃ من الکافی، إذا اختلف الشاھدان فی الزمان و المکان فی الخیانۃ والغصب والقتل والنکاح لا تقبل الخ

اور لفظ حسبان وتقریباً سے جزم نہیں پیدا ہوتا، ہوسکتا ہے کہ دعوی میں دس روز کم دس برس ہوں، اور شہادت میں پانچ روز یا زیادہ ہوں۔ ان سب صورتوں پر تقریباً دس برس کا اطلاق کئے جاتے ہیں (یہ دعویٰ رجلین علی امرأۃٍ واحدۃٍ نہیں، جو کہ تعین وسبقت وقت ضروری ہو)

کنز الدقائق کی کتاب الشہادات میں ہے :- ھی اخبار عن مشاھدۃ وعیان لا عن تخمین وحسبان۔ اھ

طحطاوی علی الدر میں ہے :-

وبقی من الشروط اشتراط لفظ دلیل علی الجزم اھ

اس قسم کے الفاظ صدہا دعاوی فیصلہ شدہ سابق قضاۃ میں موجود ہیں، کسی اہل علم نے کہا ہے کہ اگر لفظ حسبان وتقریباً صلب دعوی وشہادت میں نہ ہوں بلکہ زوائد اور تفصیل بیان میں ہو تو مضر نہیں، مثلاً دعوی کیا کہ ھندہ میرے منکوحہ ہے مدعی سے سوال ہوا کہ کتنا زمانہ ہوا، جواب دیا کہ تخمیناً دس برس ہوئے گواہوں نے بھی کہا کہ بے شک ھندہ اس کی منکوحہ ہے ان سے سوال ہوا کہ کتنا زمانہ ہوا، جواب دیا تقریباً دس برس ہوئے

www.ahlehaq.org

ہوں گے۔ تو اس صورت میں اصل دعوی وشہادت میں جزم ہے، حسبان نہیں، بلکہ حسبان جواب سوال میں آیا جو کہ اصل دعوی سے زائد ہے، مگر اس اہل علم نے کتاب نہ بتائی، اب حضور سے سوال ہے کہ اس اہل علم کا قول کہاں لکھا ہے؟ یا کہ مطلقاً دعوی وشہادت ایسا لفظ مفسد دعوی ہے۔ عبارت کتاب سے تشفی فرمائیے۔ زادك الله أجراً وذخرًا وعلماً وعملا۔

الجواب

دعوی اور شہادت دونوں میں تاریخ کا ذکر بلفظ جزم لازم ہے، اگر ذکر کرتے، گو تاریخ کا ذکر فی نفسہ ضروری نہیں پس اگر تاریخ بلفظ متحمل بیان کی گئی، تو دعوی اور شہادت مسموع نہ ہوگا۔

وكذالك إذا ذكر التاريخ فى الدعوىٰ على هٰذا الوجه، بأن قال: "ايں عين ملك من ست ازده دوازده سال" فانه لاتسمع دعواه، وكذلك إذا ذكر الشهود التاريخ فى شهادتهم، على هٰذا الوجه لاتقبل شهادتهم، كذا فى العالمگيرية ج ۴ ص ۲۴۔

نکاح خواں کی شہادت قبول کرنے میں تفصیل ہے

سوال:۔ نکاح کا وکیل تو جدا ہے، مگر امام مسجد نے ایجاب وقبول کرایا، بعدہٗ شہادت بھی دی، کہ ھندہ منکوحۂ زید ہے، اور میں نے خود نکاح پڑھایا ہے آیا اس عبارت طحطاوی سے "قوله لو بأثبات النكاح أى لاتقبل لأثبات النكاح لانها شهادة على فعل نفسه، قال الشامى انكر الورثة النكاح فشهد رجل قد تولى العقد، يذكر النكاح ولا يذكر انه تولاه، اھ" ایا نکاح خواں کو متولی عقد نکاح کا کہا جائے گا یا نہ؟ اور اس کی شہادت منظور ہوگی یا کیا؟

الجواب

نکاح خواں متولی عقد نہیں ہے وہ سفیر محض ہے۔ وکیل بالنکاح جس کی شہادت قبول نہیں وہ ہے جو ایجاب وقبول کرتا ہے پس اگر وہ شخص جس نے نکاح خواں کو ایجاب کا وکیل بنایا، اور نکاح پڑھنے کی اجازت دی ہے مجلس عقد میں حاضر ہو، تب تو نکاح خواں کوئی چیز نہیں، محض سفیر ہے۔ اور اگر موکل حاضر عقد نہ ہو تو نکاح خواں بھی وکیل بالنکاح

www.ahlehaq.org

ہے۔ پس اگر اس صورت میں وہ شاہد نکاح بنایا جائے تو اس کو صرف اتنا کہنا چاہیئے کہ یہ عورت فلاں کی منکوحہ ہے میں اس کی شہادت دیتا ہوں یہ نہ کہے کہ میں نے اس کا نکاح پڑھا تھا، ورنہ اپنے فعل پر شہادت ہوگی جو معتبر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں یہ متولیٔ عقد ہے اور صورت اولیٰ میں، یعنی جبکہ موکل حاضر عقد ہو معتبر محض ہے متولی عقد نہیں، اس میں اس کی شہادت مطلقاً معتبر ہے، گو اپنے نکاح پڑھنے کا ذکر بھی کر دے، مگر شرط یہ ہے کہ ذکر نکاح خوانی کے ساتھ موکل کا حاضر مجلس نہ ہونا بھی بیان کر دے جبکہ شہادت سے کوئی نفع نکاح خواں کو بھی پہنچتا ہو، اس صورت میں اس کی شہادت مطلقاً معتبر نہ ہوگی، مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ منکوحہ وقت نکاح کے معتدہ یا نابالغہ تھی، اور نکاح خواں اس کے فارغ یا بالغ ہونے کی شہادت دے تو معتبر نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ اپنے فعل کی صحت کو ثابت کر رہا ہے، جس میں یہ متہم ہے۔ ھٰذا ما فهمته من القواعد، والله اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

تاریخ بالا۔

جو احکام تحت القضاء داخل نہیں ان کا حوالہ

سوال: جو احکام تحت القضاء داخل نہیں، آیا وہ حصر کے ساتھ کہیں بیان ہیں یا کہ ان کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ ہے جس سے کل افراد و احکام بالقوۃ معلوم ہو جائیں، جناب حوالۂ کتاب و باب تحریر فرماویں تو خوب ہے،

الجواب

عالمگیریہ (ج ۴ ص ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲) میں باب فیما یجوز فیه قضاء القاضی وما لا یجوز منعقد کیا ہے، قابل ملاحظہ ہے۔

فقط حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

تاریخ بالا۔

زوجۂ ثانیہ کا اس رقم کا دعوی کرنا جو زوجۂ اول کے گھر کے دور ہونے کی وجہ سے کرایہ میں صرف ہوتی ہے

سوال: ایک شخص کی دو بیوی ہیں، ایک کے مکان دور ہونے کی وجہ سے للعیاصہ روپیہ راہ خرچ ہوتا ہے

www.ahlehaq.org

دوسرے کے مکان نزدیک ہونے کی وجہ سے خرچ نہیں ہے۔ اب دوسری بیوی کیا للعہ یا صرروپیہ شوہر سے دعوی کر سکتی ہے؟

الجواب

القسم عبارۃ عن التسویۃ فی البیتوتۃ والنفقۃ والسکنیٰ اھ شامی (ج ۲ ص ۶۵۶)

اور ظاہر ہے کہ جو روپیہ سفر خرچ میں صرف ہوتا ہے وہ زوجہ کے نفقہ کے زیادہ نہیں ہوا لہٰذا دوسری بیوی کو اس میں برابری کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۵ / ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

شہادت علی الطلاق کا حکم

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں دوسری عورت کا باپ کہتا ہے کہ شخص مذکور نے جب میری لڑکی کے ساتھ نکاح کیا تھا تو پہلے عورت کو میرے اور ایک دوسرے شاہد کے روبرو طلاق ثلثہ سے چھوڑا تھا۔ مگر شخص مذکور منکر ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، گواہ اس کا دوسرا خسر اور ایک مرد ہے، کیا شخص مذکور کا خسر ثانی شرعاً شاہد ہو سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ عرفاً وہ متہم ہے کہ اپنی دختر کی خاطر شہادت دے رہا ہے کہ اس پر سوکن نہ ہو۔ درمختار میں "ولا تقبل شہادۃ عدو وسبب الدنیا" رد المحتار إذا یجلب بہا منفعۃ، أو یدفع بہا عن نفسہ مضرۃ لا تقبل اھ بتغیر (ج ۴ ص ۳۸۱)

نام بردہ کے خسر کی لڑکی اپنے باپ کے گھر میں ہے اور پہلی عورت جس کی نسبت طلاق کا الزام ہے، شخص مذکور کے پاس ہے، کیا عبارت بالا کی وجہ سے اس کی خسر کی عداوت بھی دنیوی قرار دے کر اس کے گواہ مردود ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

بندہ منظور حق۔ از نوشہرہ
ضلع شاہ پور، تحصیل ...
۱۷ / محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

www.ahlehaq.org

الجواب

شہادت علی الطلاق وہ معتبر ہے جو کسی قاضئ مسلم کے اجلاس میں ہو، بدون اس کے شہادت کا اعتبار نہیں، لہٰذا یہ شہادت اگر خسر کی یہ شہادت بھی نہ ہوتی جب بھی اس سے ثبوت طلاق نہیں ہوسکتا تھا، لیکن آیا یہ شہادت اگر عورت کے سامنے شاہدین نے دی ہو، تو اس پر عمل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اس کے لئے یہ حکم ہے کہ خسر کی شہادت تو بہر حال رد ہے۔ لیکن یہ بتلایا جائے کہ دوسرا شاہد نیک آدمی ہے یا فاسق ہے، اور اس نے شہادت بعد نکاح ثانی کے معًا دی، یا دیر میں؟ اور کتنی دیر میں؟۔

قال فی الدر: وجاز علی أصله، إلا اذا شهد علی أبیه لأمه، ولو بطلاق ضرتها، والأم فی نکاحه اھ (ج ۴ ص۵۸۸)

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون
۲۸/ محرم ۱۳۴۳ھ

مقدمہ میں ایک مرد دو عورتیں گواہ ہوں تو قاضی عورتوں میں تفریق کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال:- اگر ایک مقدمہ میں دو عورتیں اور ایک مرد گواہ ہوں، اور قاضی عورتوں میں تفریق کرکے ان کے بیانات سنے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہتر تو یہ ہے کہ قاضی عورتوں میں تفریق نہ کرے، کیونکہ دو عورتیں مل کر بمنزلۂ ایک گواہ کے ہیں۔ لیکن اگر کسی ضرورت سے تفریق کردے تو جائز ہے۔ بیّنہ کی حجیت میں اس سے کچھ نقصان نہ لازم آئے گا۔

قال فی البدائع (ج ۷ ص۱۰) ولإذا اتهم الشهود فلا بأس بأن يفرقهم عند أداء الشهادة، فيسئلهم أين كان، ومتى كان؟ فان اختلفوا اختلافاً يوجب رد الشهادة ردها، وإلا فلا، اھ

قلت: وهذا لعمومه يجوز التفريق بين المراتين أيضاً،

وقال فی الدر: أو رجل وامرأتان ولا يفرق بينهما، لقوله تعالیٰ ﴿فَتُذَكِّرَ

www.ahlehaq.org

إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى) اھ

وفی رد المحتار، حکی أن أم بشرین شهدت عند الحاکم فقال الحاکم: فرقوا بینهما، فقالت: لیس لك ذلك، قال تعالیٰ، أن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى) فسکت الحاکم، کذا فی الملتقط، بحر (ج ۴ ص ۵۷۶)

واللہ اعلم

حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۴ رجب ۱۳۴۱ھ

عدد طلاق میں گواہوں کے اختلاف کی ایک صورت

سوال: ماقولہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں علیم الدین فقیر کی بیوی نے بیان کیا کہ جس وقت میرا شوہر مجھ پر غصہ ہو کر مجھ کو مارنے آیا تو اس وقت میں گھر میں نہ تھی، بعد اس کے میں گھر میں آکر مادر شوہا کو سنا کہ وہ میرے شوہر کو کہہ رہی ہے کہ تو نے کیا کہا؟ پھر اس عورت نے مجھ کو کہا کہ تو گھر میں نہیں آسکے گی، تجھ کو چھوڑ دیا ہے علیم الدین فقیر کہتا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو غصہ میں جو کچھ کہا وہ مجھ کو یاد نہیں، اس وقت میری قوت خیالی نہ تھی، بعد اس کے لوگوں نے سنا کہ میں نے طلاق طلاق کر کے کہا ہے، اس پر تین شخص جو وہاں موجود تھے گواہی دیتے ہیں، ان میں سے دو مرد مسمیان امجد علی وصفدر علی اور ایک عورت مسماۃ مادر شوہا مذکورہ، چنانچہ امجد علی نے بلفظ "اشہد" بیان کیا کہ علیم الدین فقیر نے طلاق طلاق کر کے کہا، مگر کسی کا نام نہیں لیا، اور صفدر علی نے بلفظ "اشہد" بیان کیا کہ علیم الدین فقیر کو سنا کہ اس نے کہا ایک طلاق، دو طلاق، بائن طلاق میں نے دی ہے مگر کسی کا نام نہیں لیا، مادر شوہا نے بلفظ "اشہد" بیان کیا کہ علیم الدین کو میں نے سنا کہ اس نے کہا کہ ایک طلاق، دو طلاق، میں نے دیا بائن طلاق، مگر کسی کا نام نہیں لیا۔

اب اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر وقوع

عہ قلت: هٰذا محمول عندنا علی أدب القاضی، ومما ینبغی له، أن لا یفعل ۱۲ منه

www.ahlehaq.org

طلاق کے کتنے طلاق واقع ہوئیں؛ اور کیا حکم ہے کہ پھر اس عورت کو بلا تحلیل رکھ سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں جب علیم الدین مذکور اپنی بیوی پر غصہ ہوا اور اس کو مارنے چلا اور اس کے بعد طلاق طلاق کہا، تو اس میں اضافت معنویہ ہے۔ گو نام نہ لیا ہو، پس مراد اپنی ہی بیوی کو طلاق دینا ہے۔

صرح بمثل ذلك فی ردالمحتار (ج ۲ ص۵۰۸) حیث قال: لأن العادة أن من له أمرأة، إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، فقوله، إني حلفت بالطلاق، ينصرف إليها ما لم يرد غيرها، لأنه يحتمله كلامه اھ۔

پس صورت مسئولہ میں زوجۂ علیم الدین پر طلاق واقع ہوگئی، لیکن چونکہ ایک گواہ امجد علی نے لفظ طلاق صرف دو مرتبہ بیان کیا ہے، اور تین دفعہ کے بیان کرنے والے، ایک مرد اور ایک عورت ہیں اس لئے اس صورت میں تین طلاق واقع نہ ہوں گی، بلکہ صرف دو طلاق رجعی واقع ہوں گی، جس سے نکاح باطل نہیں ہوا، بلکہ عدت کے اندر بدون تجدید نکاح کے رجعت ہو سکتی ہے، اور بعد عدت کے تجدید نکاح ہو سکتی ہے، اور یہ اس صورت میں ہے کہ امجد علی کا بیان سوال میں جس طرح لکھا ہے، اسی طرح واقع میں ہو، اور اگر وہ بھی دوسرے گواہوں کی طرح تین بار لفظ طلاق کا سننا بیان کرتا ہو، تو پھر یہ حکم نہ ہوگا۔ بلکہ دوبارہ سوال کیا جائے۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۱۲ رجمادی الثانیہ ۱۳۴۳ھ

شہادت حسبہ میں بلا عذر شرعی تاخیر موجب فسق ہے۔

سوال:- ش و غ آپس میں حقیقی خالہ زاد بھائی ہیں، اور دونوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا ہے۔ چنانچہ رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اور ھندہ ایک عورت ہے، جس کا حقیقی علاتی بھتیجہ (برادرزادہ) ش ہے، یعنی

www.ahlehaq.org

ہندہ ش کی حقیقی علاتی پھوپی ہے، اس کا غ سے عقد ہوگیا، جس کو زمانہ اٹھارہ برس کا گذر گیا، اور ھندہ سے پانچ لڑکے بھی پیدا ہوتے تین فوت ہوگئے، اور دو حی القائم ہیں، نکاح دس ہزار روپوں پر طے ہوا تھا، لیکن اس سے قبل کسی کو ش وغ کی رضاعت کا مطلق علم نہ تھا، اور نہ آج تک دونوں کی ماؤں نے اس کا ذکر کسی سے کیا، اور نہ پہلے، اور نہ اب اس کی اہمیت کو کچھ خیال کیا، اور دونوں کی مائیں ہنوز زندہ تندرست و صحیح الدماغ ہیں، لیکن دونوں کے بیان سے اب رضاعت ش وغ کی معلوم ہوئی، دونوں کی مائیں دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ ہیں، رضاعت کا واقعہ بالکل سچ ہے، پس ایسی صورت میں کیا ہونا چاہیئے، جبکہ دونوں لڑکے چودہ ۱۴ گیارہ ۱۱ سال کے ہیں، تعلیم ہو رہی ہے، وہ اولاد جائز ہیں؟ اور وارث جائداد ہیں؟ ان کی تعلیم و تربیت و کفالت کس پر فرض ہے، باپ پر یا ماں پر، ھندہ ایک پردہ نشین عورت ہے، وجہ معاش کوئی نہیں، پس یہ نان و نفقہ و مہر پانے کی مستحق ہے؟ نکاح اب تک قائم ہے؟ بصورت ترک تعلق عورت کی وجہ معاش کہاں سے ہو؟ اور کیوں کر زندگی بسر ہو؟

دوسرے بلا طلاق نکاح کر سکتی ہے، باوجود اس اعلان کے ایک سال تک شوہر نے کچھ توجہ نہ کی، لیکن اب وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، اس لئے کسی خانگی معمولی تکرار پر شوہر نے نان و نفقہ بند کر دیا اور ترک تعلق کیا، ھندہ سخت تکلیف و پریشانی میں ہے مہر بھی ادا کرنا نہیں چاہتا، اور کل حقوق سے محروم کر دیا ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ہر دو مدعیٔ رضاعت کا دعویٰ باطل اور رد ہے اور یہ دونوں مائیں جوش اور غین کی رضاعت کو اب اٹھارہ سال کے بعد بیان کرتی ہیں شرعاً بلا وجہ تاخیر شہادت کی وجہ سے فاسق ہیں، اس لئے ان کی شہادت رد ہے۔

قال فی الدر: ومتی اخر شاھد الحسبۃ شھادتہ بلا عذر فسق فترد

ع ۵ اور اگر وہ اس تاخیر کی کوئی وجہ بیان کریں، تو وجہ لکھ کر دوبارہ سوال کریں۔ ۱۲ ظ۔

www.ahlehaq.org

کطلاق إمرأۃ أی بائنًا وعتق امتہ وتدبیرھا وکذا الرضاع کما مرّ فی بابہ اھ (ج ۴ ص۵۷۴ مع الشامی)

وفی تنقیح الفتاوی الحامدیہ، لاتقبل شہادتہم بعد أن أخروا خمسۃ أیام من غیر عذر، إن کانوا عالمین بأنہا یعیشان عیش الأزواج والشہادۃ بدون الدعوی تجوز فی ھذہ المسئلۃ من معین المفتی شہدوا بالحرمۃ المغلظۃ بعد ما أخروا شہادتہم خمسۃ أیام من غیر عذر، لاتقبل إن کانوا عالمین بأنہما یعشان عیش الأزواج، جامع الفتاوی اھ ج ۱ ص۳۲۸)

دوسرے اگر یہ عورتیں شہادت میں تاخیر بھی نہ کرتیں تو صرف دو عورتوں کے قول سے ثبوت رضاعت نہیں ہوسکتا جب تک ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو،

قال فی الدر، والرضاع حجتہ حجۃ المال، وھی شہادۃ عدلین أو عدل وعدلتین، لکن لاتقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی اھ (ج ۲ ص۶۷۸)

البتہ اگر یہ دو عورتیں عادلہ ہوتیں، اور احسن کے قول سے مرد یا عورت کو دل میں سچائی کا خیال پڑجاتا، تو ان کو احتیاط کرنا بہتر ہوتا، احتیاط واجب اس وقت بھی نہ ہوتی اور اب تو یہ دونوں شرعًا تاخیر بیان سے فاسق ہوگئیں، اب ان کے قول کا اعتبار نہیں، اور غ اور ش کا نکاح بالکل درست ہے۔ اور ان کی اولاد سب حلالی ہے، اور شوہر پر زوجہ کے سب حقوق کا ادا کرنا واجب ہے، اور ان عورتوں کے قول پر اس کا خیال کرنا لغو ہے،

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ

القول الماضی فی نصب القاضی

(نصب قاضی کے متعلق چند سوالات)

علماء دین ومفتیان شرع متین سے التماس ہے کہ ذیل کے سوالوں کے جوابات لکھ کر

www.ahlehaq.org

داخل حسنات ہوں،

(۱) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے؟

(۲) اور کون شخص قاضی ہوسکتا ہے؟

(۳) اگر اس وقت ہندوستان میں گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان عالم کو فسخ نکاح وغیرہ امور کے لئے قاضی بنادے تو وہ قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور فسخ نکاح وغیرہ کا اسے اختیار ہوگا یا نہیں ــ؟

(۴) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود مل کر کسی کو ان کاموں کے لئے قاضی بنادیں تو اُسے فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

(۵) چونکہ فی زماننا نکاح وطلاق ومہر وغیرہ کی بابت زیادہ جھگڑے ہونے لگے ہیں، اور اس کے متعلق بہت سی بے ضابطگیاں اور جعل سازیاں ہونے لگی ہیں۔ اگر گورنمنٹ اس کے انسداد کی غرض سے نکاح ومہر وطلاق وغیرہ کو درج رجسٹر کرنا قرار دے دے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور مہر کی آیت إِذَا تَدَايَنْتُمْ الآیہ کے تحت میں ہو کر لکھنا نص صریح کے مطابق ہوگا یا نہیں؟ اور شامی ج ۲ ص۲۷۹ میں جو عبارت "وأما الكتابة ففي عتق المحيط، يستحب أن يكتب للعتق كتابًا، ويشهد عليه صيانة عن التجاحد، كما في المداينة، بخلاف سائر التجارات للحرج لأنها مما يكثر وقوعها، وينبغي أن يكون النكاح كالعتق، لأنه لا حرج فيه" مرقوم ہے، اس سے اس کا لکھنا داخل استحباب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

محمد بشیر الدین صدیقی

الجواب عن السوال الاوّل

(۱) في الدر المختار (وله) أي للولي (إذا كان عصبة) ولو غير محرم كابن عم في الأصح، خانية۔ (والاعتراض في غير الكفو) فيقسمه[1] القاضي وفي الشامي (قوله عصبة) أي بنفسه، إلى كما في الجرج (قوله في غير الكفو) أي في تزويجها نفسها من غير كفو، وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها أقل من مهر مثلها، حتى يتم مهر المثل او يفرق[2] القاضي كما سيذكره

---

[1] في الهندية عن السراج، ولا تكون هذه الفرقة الا عند القاضي۔ شامي ج ۲ ص۵۳۱ ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

المصنف فى باب الكفاءة، (قوله فينبغى القاضى) فلا يثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء، لأنه مجتهد فيه، وكل من الخصمين يتثبت بدليل، فلا ينقطع النكاح إلا بفعل القاضى (ج ٢ ص ٤٨٦) باب الولى، ـــ

وفى الشامى (قوله للفسخ) أى هذا الشرط إنما هو للفسخ، لا للثبوت الاختيار، وحاصله: أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الاب والجد، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به، فإن اختارا الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء (ج ٢ ص ٥٠٢) باب الولى.

وفى الدر، وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بأخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، وفى الشامى (قوله بحرمة المصاهرة) قال فى الذخيرة، ذكر محمد فى نكاح الأصل، أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع، بل يفسد. (قوله إلا بعد المتاركة) وعبارة الحاوى إلا بعد تفريق القاضى او المتاركة ج ٢ ص ٤٦٣ باب المحرمات.

وإذا جن الزوج جنونا حادثا فهو كالعنين يؤجله القاضى سنة كما فى العالمگيريه ج ٢ ص ١٥٧.

وإذا وقع النكاح فاسدا فرق القاضى بين الزوج والمرأة عالمگيرية ج ٢ ص ١٤٠.

والمفقود يحكم بموته بمضى تسعين سنة، والمختار أنه يفوض إلى رأى الإمام اهـ. وينصب القاضى من يحفظ ماله ويقوم عليه ويقبض غلاته اهـ عالمگيرية ج ٣ ص ١٤٦.

وإذا طلبت المرأة من القاضى أن يفرض لها النفقة من الزوج، فان كان حاضرا صاحب المائدة، فالقاضى لا يفرض لها النفقة وإن طلبت، إلا إذا ظهر للقاضى أنه يضربها، ولا ينفق عليها فح يفرض لها النفقة، وإن لم يكن

ـــ فى الهندية عن السراج، ولا تكون هذه الفرقة الا عند القاضى ـ شامى ج ٢ ص ٥٣١ ١٢ منه

www.ahlehaq.org

صاحب المائدۃ فالقاضی یفرض لھا النفقۃ فی کل شھر، وأمرۃ أن یعطیھا، اھ ج ۲ ص ۱۶۹ ۔

وقال فی ترتیب الأولیاء، ثم السلطان ثم القاضی (إذا کان ذلک فی عھدہ ومنشورہ) ومن نصبہ القاضی (بھذا الشرط أیضًا) عالمگیریۃ، ج ۲ ص ۱۱ ۔

صرف باب نکاح ہی میں امور ذیل کے لئے قاضی کی سخت ضرورت ہے۔

(۱) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اس کے ولی (غیراب وجد) نے کردیا، اور بلوغ کے وقت لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں، تو اس نکاح کو قاضی ہی فسخ کرسکتا ہے دوسرا نہیں۔

(۲) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم پر، یا غیر کفو سے کرلیا، تو اصل مذہب میں ورثہ قاضی کے یہاں دعوی کرکے اس نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں، یا مہر پورا ہوجائے،

(۳) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، یا زنا کی نیت سے ہاتھ لگایا، تو یہ عورت اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں رہی، مگر نکاح نہیں ٹوٹا، جب تک قاضی نکاح کو فسخ نہ کرے یا متارکت نہ ہو، اور آج کل بعض لوگ متارکت نہیں کرتے تو بدون قاضی کے ایسی عورتوں کو سخت تکلیفیں ہوتی ہیں۔

(۴) شوہر نامرد ہو، اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال مہلت دینے کے بعد قاضی فسخ کرسکتا ہے۔

(۵) اسی طرح شوہر مجنون ہوجائے تو اس کے نکاح کو بھی قاضی ہی فسخ کرسکتا ہے بدون قاضی کے مسلمانان ہند کو ان مسائل میں سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔

(۶) کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہوجائے تو اس کا نکاح بھی خاص مدت کے بعد جو قاضی کی رائے پر ہے، قاضی ہی فسخ کرسکتا ہے۔

(۷) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو، اور پرورش کے لئے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو اس کا ولی قاضی ہے، بدون قاضی کے ایسے موقع پر بڑی دقت ہوتی ہے۔

ع ۵ جس کی کچھ شرطیں ہیں ۱۲

www.ahlehaq.org

(۸) اگر شوہر نان ونفقہ میں تنگ کرتا ہو، تو قاضی اس صورت میں عورت کے لئے نفقہ مقرر کرسکتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص عورت کو طلاق دے کر دعوی کرے کہ میں نے ہوش وحواس کی حالت میں طلاق نہیں دی، بلکہ میں مدہوش تھا، تو اس صورت میں قاضی کے یہاں اس کو دعوی کرنا لازم ہے اگر قاضی اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہے ورنہ نہیں، (کما صرح به فی الدر والشامیة، باب الطلاق والمدهوش)

(۱۰) کسی نے نکاح فاسد کرلیا تو اس کو بھی قاضی فسخ کرسکتا ہے یا شوہر چھوڑ دے، اگر وہ نہ چھوڑے تو بدون قاضی کے سخت تکلیف ہوتی ہے

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کئے گئے ہیں باقی ابواب نسب و وقف، ومیراث وغیرہ میں جو مسائل نصب قاضی پر موقوف ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہیں جن میں بدون قاضی کے مسلمانان ھند کو سخت تکلیف وپریشانی اور دقت شدیدہ کا سامنا ہوتا ہے پھر یا تو ان میں حکم شرعی کے خلاف ہوتا ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو احکام میں سستی کرتے ہیں، یا عمر بھر عورت کو یا مرد کو مصیبت کے ساتھ گذرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، اور کوئی صورت ایسی پیدا کردیں کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی اس تکلیف کا احساس کرکے جلد ہندوستان میں منصب قضاء کو قائم کردے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

جواب سوال دوم

فی العالمگیریة: والقضاء فی الشرع قول ملزم، یصدر عن ولایة عامة کذا فی خزانة المفتین، ولا تصح ولایة القاضی حتی یجتمع فی المولیٰ شرائط الشهادة، کذا فی الهدایة، من الاسلام والتکلیف والحریة وکونه غیر أعمی ولا محدوداً فی القذف، ولا أصم، ولا أخرس۔ وأما الاطرس الذی یسمع القوی من الاصوات، فالأصح جواز تولیته، کذا فی النهر اھ ج ۴ ص ۱۶۔

وفی الدر المختار، القضاء شرعاً فصل الخصومات وقطع المنازعات وارکانه ستة:۔ حکم، ومحکوم به، وله، ومحکوم علیه، وحاکم، وطریق و اهله اهل الشهادة والفاسق أهلها، فیکون أهله۔ لکنه لا یقلد وجوباً، وتأثم

www.ahlehaq.org

مقلدہ، کقابل شہادتہ، بہ بفتی اھ (ج ۴ ص۴۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کے لئے صاحب حکومت ہونا رکن قضاء ہے، کہ جس مقام پر وہ قضاء کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت وحکومت عام ہو (گو کسی خاص فرقہ ہی پر ہو) اور گو خاص معاملات ہی میں ہو۔

قال فی رد المختار: ثم القاضی تنقید ولایتہ بالزمان والمکان والحوادث اھ، ج ۴ ص۴۶۲۔

غیر صاحب حکومت قاضی نہ ہوگا، اور صحت قضاء کے لئے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے: مسلمان ہو کافر نہ ہو، عاقل بالغ ہو، آزاد ہو غلام نہ ہو، سوا نکھا ہو اندھا نہ ہو، محدود فی القذف نہ ہو، اور بہرہ گونگا نہ ہو۔ باقی اونچا سنتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔ اور ضروری ہے کہ قاضی عالم بھی ہو، اگر مسلمان جاہل کو قاضی بنا دیا گیا، اور وہ مقدمات میں علماء سے استفتاء کر کے فیصلہ کر دے، یہ بھی ممکن ہے مگر بہتر نہیں، کیونکہ علماء جواب کو بخوبی سمجھتے ہیں، جاہل سے کوتاہی ہوگی، اور غلطی کرے گا، اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنانے سے مسلمان گنہگار ہوں گے، جبکہ حکومت کی طرف سے ان کو انتخاب کا حق دیا جائے، اور اگر فاسق کو قاضی بنا دیا جائے تو وہ قاضی ہو جائے گا، مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں، اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور توبہ کرے، یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو، باقی جن مسائل میں قضاء قاضی شرط ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں، حاکم کافر کے فیصلے سے نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے، نہ ثبوت نسب ہو سکتا ہے، نہ مفقود کو میت کہا جا سکتا ہے وغیر ذلک

جواب سوال سوم

قال فی الدر: ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر، ولو کان کافرًا، ذکرہ مسکین وغیرہ۔ إلا إذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم (ج ۴ ص۴۶۸)

وفی العالمگیریۃ، والاسلام لیس بشرط أی فی السلطان الذی یقلد کذا فی التاترخانیۃ اھ ج ۴ ص۱۶۸

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی

www.ahlehaq.org

بنا دے، اور جن مسائل میں قضاء مسلم کی ضرورت ہے، ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیدے تو وہ شرعی قاضی ہو جائے گا، اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وایقاع طلاق وثبوت نسب وحکم موت مفقود وغیرھا میں نافذ ہوں گے، بشرطیکہ اس کو موافق حکم شرع فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، خلاف حکم شرع فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

جواب سوال چہارم

قال فی العالمگیریة: وإذا وقع اهل بلدة على رجل، وجعلوه قاضيًا يقضي فيما بينهم لا يصير قاضيًا، ولو اجتمعوا على رجل وعقدوا معه عقد السلطنة أو الخلافة يصير خليفة وسلطانًا اهـ (ج ۴ ص ۱۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدون گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا، کیونکہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حکم ہو جائے گا، جس کا فیصلہ اس وقت معتبر ہوگا جبکہ مدعی اور مدعی علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کردیں، اور اگر ایک نے معاملہ سپرد کیا، اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے، اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حکم بنالیں، اور وہ موافق حکم شرع فیصلہ کردے، تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا اور اس کے فسخ سے نکاح فسخ ہو جائے گا، یعنی معاملہ سپرد کردیا گیا، اور فیصلہ تک

عہ قلت: فلا يرد عليه ما فى رد المحتار (ج ۴ ص ۴۷۷) وهذا حيث لا ضرورة، وإلا فلهم أى المعامة تولية القاضى أيضًا، كما يأتى بعده، وقال بعد أسطر: وأما بلاد علیها ولاة كفار، فيجوز للمسلمين إقامة الجمعة والأعياد ويصير القاضى قاضيًا بتراضى المسلمين اهـ فإن معناه أنه يصير قاضيا بتراضى المسلمين إذا حصلت له ولاية عامة فى فعل قضائه، لما عرفت أن الولاية احد أركان القضاء، واهل الهند لو جعلوا قاضيًا منهم بتراضيهم لا يكون له ولاية على أحد أصلًا، كما هو مشاهد من حالهم۔ فافهم ۱۲ منه

www.ahlehaq.org

تحکیم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم و نافذ ہو جائے گا، پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا، بشرطیکہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو،

قال الشامی: أما المحکم فشرطه اهلیة القضاء، ویقضی فیما سواد الحدود والقصاص اھ (ج ۴ ص ۴۶۲)

وفیه ایضًا، التحکیم عرفًا تولیة الخصمین حاکمًا یحکم بینهما بینته أو اقراره، أو نکول، ورضیا بحکمه۔ (إلی أن حکم احتراز عما لو رجع عن تحکمه قبل الحکم أو عما لو رضی احدهما فقط ۱۲ شامی) صح لو فی غیر حدٍ وقودٍ ودیة علی عاقلة لأن حکم المحکم بمنزلة الصلح، وهٰذه لا تجوز بالصلح، فلا تجوز بالتحکیم، وینفرد احدهما بنقضه أی التحکیم بعد وقوعه، فان حکم لزمهما، ولا یبطل حکمه بعزلهما، لصدوره عن ولایة شرعیة اھ ج ۴ ص ۵۴۰۔

جواب سوال پنجم

نکاح و طلاق و مہر وغیرہ کو درج رجسٹر کرانا شرعًا واجب نہیں ہاں احتیاطاً مستحب ہے اور اگر مصلحت کی وجہ سے انتظامًا اس کو لازم کر دیا جائے تو اس کا بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر چند شرطیں اس کے واسطے ضروری ہیں۔

(۱) گورنمنٹ اس کو لازم نہ کرے، بلکہ گورنمنٹ اپنی طرف سے مسلمانوں کے لئے قاضی شرعی مقرر کر دے، جس کی حقیقت اور تعریف جواب سوال دوم میں گذر چکی ہے، پھر وہ قاضی اگر اس کی ضرورت سمجھیں تو کتابت کو لازمی کر دیں۔

(۲) قاضی اگر لازم کریں تو اس کے لازم کرنے کا یہ مطلب نہ ہو کہ جو نکاح یا طلاق و مہر درج رجسٹر نہ ہو، تو وہ کالعدم اور غیر معتبر ہوگا، کیونکہ یہ شریعت میں دست اندازی اور صریح تحریف و تبدیل ہوگی، کیونکہ جب شرعًا مسلمانوں پر لکھنا ان معاملات کا ضروری نہیں بلکہ محض زبانی ایجاب و قبول نکاح میں، اور زبانی الفاظ طلاق میں کافی ہیں، تو پھر ان کو بغیر کتابت کے معتبر نہ کرنا شریعت کو بدلنا ہے، جس کو مسلمان ہرگز گوارا نہیں کر سکتے، اور اسی طرح رجسٹری یا اندراج کو لازم کرنے کا قاضیٔ شرعی کو بھی کوئی حق نہیں، ہاں قاضی شرعی بایں معنی لازم کر سکتا ہے کہ اگر کوئی نکاح و طلاق و مہر کو درج رجسٹر نہ کرائے گا تو اس کو سزا دی

www.ahlehaq.org

جائے گی وبس، باقی غیر مکتوب اور غیر مندرج نکاح وطلاق ومہر وغیرہ کو معتبر سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ وہ نکاح وطلاق بھی شرعًا ثابت وموافق وتحقق ہو چکے ہیں، گو لکھے نہ گئے ہوں۔ اور اسی طرح کا لزوم بھی جس میں صرف سزا دی جائے اور زبانی معاملۂ نکاح وطلاق کو بھی معتبر رکھا جائے، گورنمنٹ خود نہیں کر سکتی، کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ شرعًا لکھنا اور اندراج رجسٹر کرنا ان معاملات کا مسلمانوں پر ضروری نہیں، بلکہ احتیاط کی صورت میں مستحب ہے، سو گورنمنٹ کسی ایسی دینی بات کو جو ہمارے دین میں مستحب ہے اگر خود لازم کرے بھی تو ہمارے مذہب میں دست اندازی ہوگی اور گورنمنٹ کے لازم کرنے سے وہ امر ہم پر لازم نہ ہوگا البتہ حکم قاضئ شرعی سے بعض مباحات ومستحبات شرعًا مسلمانوں پر لازم ہو سکتے ہیں، اور قاضئ شرعی کی تعریف اور حقیقت اوپر بیان ہو چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ومہر وطلاق کے اندراج رجسٹر کو گورنمنٹ ہم پر خود لازم نہیں کر سکتی، کیونکہ یہ معاملات خالص دینی معاملات ہیں، دنیوی معاملات نہیں ہیں، ان میں گورنمنٹ کو خود دست اندازی نہ کرنا چاہیئے کہ ایک مستحب کام کو مسلمانوں پر لازم کر دے اور اگر مفاسد کی وجہ سے اس کی ضرورت ہو تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیئے کہ اول ہندوستان میں قضاء شرعی کا محکمہ قائم کیا جائے پھر قاضئ شرعی اس کو لازم کر دے تو مضائقہ نہیں، مگر اس لزوم کی وہ صورت نہ ہو جو آج کل عدالت سرکاری میں بیع واجارہ وغیرہ کے ساتھ لزوم رجسٹری کا معاملہ ہے کہ بدون رجسٹری کے بیع نامہ وھبہ نامہ وغیرہ معتبر ہی نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ صورت ہو کہ جو شخص اندراج یا رجسٹری نہ کرائے اس کو تنبیہ کے طور پر سزا کرا دی جائے اور غیر مندرج نکاح وطلاق کو بھی جبکہ گواہی وشہادت سے ثبوت ہو جائے معتبر سمجھا جائے، ھٰذا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأحکم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
یکم شعبان ۱۳۴۴ھ

سوال:- اگر شوہر کہے کہ بیوی مہر معاف کر چکی ہے اور خسر اس کو تسلیم نہ کرے تو مدعی کون ہے اور مدعی علیہ کون۔؟

مخدومی ومکرمی جناب مولوی ومولانا حافظ قاری صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش یہ ہے کہ، کیا

www.ahlehaq.org

حکم ہے اس مسئلہ میں، کہ نذیر احمد کی زوجہ فاطمہ مرگئی، ان کے باپ مجیر الدین نے فاطمہ کے شوہر نذیر احمد سے مہر کا دعویٰ کیا، نذیر احمد نے کہا میری بیوی نے مہر مجھ کو معاف کیا، مجیر الدین اس بات پر ایک عالم شریعت کو ساتھ لے کر معافی کا حال دریافت کرنے کو نذیر احمد کے گھر گیا، مولوی صاحب نے اس کے گھر والوں سے پوچھا، تو ایک عورت نے کہا، کہ جب میں فاطمہ سے کہا کہ اپنے شوہر کو مہر معاف کردو، جواب دیا کہ اگر خدا کا حکم ہے تو معاف کیا، دوسری عورت نے دوسرے وقت کہا کہ اپنے شوہر کو مہر معاف کردو، جواب دیا، دیا ہوں اور کیا دوں، اور دو مرد نے کہا، کہ ہم فاطمہ کی زبانی نہیں سنا ان کے گھر والوں سے سنا ہے کہ مہر معاف کیا ہے اس صورت میں یہاں پر علماء کا اختلاف ہوا ہے، ایک مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں، کہ مجیر الدین مدعی ہے اور نذیر احمد مدعی علیہ پس بمطابق حدیث "البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر" جب مجیر الدین بینہ نہ دے سکا، تو نذیر احمد پر حلف عائد ہوگا، اگر نذیر احمد حلف کرے، تو ادائے مہر لازم نہ ہوگا، اور اگر حلف سے انکار کرے تو مہر واجب الادا ہوگی۔

اور ایک دوسرے مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں، کہ نذیر احمد مہر کی معافی کا مدعی ہے اور مجیر الدین مدعی علیہ، جب نذیر احمد معافی کی شہادت پیش نہ کرسکا، اور جنہوں نے گواہی دی، ان کی گواہی ثبوت دعوی کے واسطے کافی نہیں، پس مجیر الدین چونکہ منکر ہے، اس واسطے بمطابق حدیث مرقومہ اس پر حلف عائد ہوگا، اگر مجیر الدین حلف کرے، تو اپنی بیٹی کا مہر اسے ملے گا، اور اگر حلف سے انکار کرے، تو مہر نہیں ملے گا۔ بشرطیکہ نذیر احمد حلف کرکے کہے کہ مجھ کو میری بیوی زوجہ نے اپنا مہر معاف کیا۔

اور تیسرے ایک مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں نذیر احمد مدعی ہے، اور مجیر الدین مدعی علیہ ہے، جب نذیر احمد کے پاس شاہد ہے، اگرچہ ثبوت مدعا کے واسطے کفایت نہیں ہوتی ہے، مدعی علیہ یعنی مجیر الدین پر حلف نہیں ہوگی، اس واسطے کہ حلف اس وقت ہوتی ہے کہ جس وقت بینہ بالکل نہ ہو، اس صورت میں حضرت کی کیا رائے ہے؟ مدعی کون اور مدعی علیہ کون ہوگا؟ اور نذیر احمد کے گھر والے نے جو گواہی دی وہ شہادت شمار کی جائے گی یا نہیں؟ مع دلیل وحوالہ کتاب جواب تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

بندہ جمال الدین احمد غفرلہٗ

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں نذیر احمد مدعی ہے۔ اور اس کا خسر مجیر الدین مدعی علیہ ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں صرف مجیر الدین پر حلف عائد ہوتا ہے، اور نذیر احمد کے گھر کی عورتوں کی شہادت جو اوپر لکھی ہے معتبر نہیں۔ اگر وہ اپنے عدم علم پر قسم کھالے تو نذیر احمد کو دین مہر ادا کرنا لازم ہوگا۔

قال فی الدر: والمدعی من إذا ترك الدعوی ترک، أی لا یجبر علیه والمدعی علیه بخلافه أی یجبر علیه اھ (ج ۴ ص ۶۴۶) وفیه أیضًا (ج ۲ ص ۵۹۳) فی باب المهر، وإن اختلفا فی المهر ففی أصله حلف منکر التسمیة، فان نکل ثبتت، وإن حلف یجب مهر المثل إلی أن قال: وإن اقاما البینة فبینّتها مقدمة: إن شهد مهر المثل له، وبینته مقدمة إن شهد مهر المثل لها، لأن البیّنات لإثبات خلاف الظاهر اھ

وفی الخلاصة ج ۴ ص ۵۹، والأصل أن البیّنات للإثبات، فمن یقصد بإقامة البیّنة النفی لا تقبل۔ لأنه اراد أن یضعها فی غیر ما وضعت فی الشرع اھ

اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں نذیر احمد اور مجیر الدین دونوں اصل مہر کے مقر ہیں کوئی اصل مہر کا منکر نہیں۔ لیکن نذیر احمد بعد تسلیم ثبوت مہر فی الذمہ ایک امر زائد کا دعویٰ کرتا ہے کہ زوجہ نے مہر مجھ کو معاف کر دیا ہے اور مجیر الدین اصل ظاہر کے موافق کہتا ہے، کہ مہر معاف نہیں ہوا، لأن الأصل بقاء الشئ ما لم یثبت ما یسقطه، پس نذیر احمد مدعی ہے، وہ معافی مہر کا ثبوت دے، اگر وہ ثبوت سے عاجز ہو جائے تو پھر مجیر الدین سے حلف لیا جا سکتا ہے، اگر مدعی حلف لینا چاہے۔ اگر مجیر الدین نے حلف کر لیا تو پھر نذیر احمد کو مہر زوجہ میں سے حسب قاعدۂ فرائض مجیر الدین کا سہم شرعی دینا لازم ہوگا، جو تخریج فرائض سے معلوم ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون
۱۲/ صفر سنہ ۱۳۴۶ھ

www.ahlehaq.org

حکم سماع دعوی بعد پانزده سال

سوال :- ماقولکم رحمکم اللہ اندرایں مسئلہ کہ شخصے دعوی ارث بلد عذر شرعی تامدت پانزدہ سال ترک کرد، پستر دعویش بحسب شرع شریف مسموع خواہد شد یانہ؟ بینوابالدلائل والبراھین توجروا عند أرحم الراحمین۔

الجواب

لاتسمع دعواہ بعد ھٰذہ المدۃ، إن ترك الدعوۃ بلا عذر شرعي، ولیس فیه اعتراف الخصم بالحق، لما فی رد المحتار فی کتاب القضاء، قال السید الحموی فی حاشیۃ الأشباہ، أخبرنی استاذی شیخ الاسلام یحیی آفندی الشھیری بالمنقاری ان سلاطین الآن یأمرون قضاتھم فی جمیع ولایاتھم أن لایسمعوا دعویٰ بعد مضی خمس عشرۃ سنۃ سوی الوقف والإرث، ویخالفه ما فی الخیریۃ حیث ذکر أن المستثنیٰ ثلثۃ مال الیتیم والوقف والغائب ومقتضاہ أن أن الإرث غیر مستثنیٰ، فلا تسمع دعواہ بعد ھٰذہ المدۃ۔ فقد نقل فی الحامدیۃ عن المھمندار ی ایضاً علی سوال اٰخر فی من ترك دعواھا الإرث بعد بلوغھا خمس عشرۃ سنۃ بلا عذر، أن الدعوی لاتسمع إلا بإمر سلطانی، ونقل ایضاً مثلہ فتوی ترکیۃ عن المولیٰ ابی السعود، وتعریبھا " اذا ترکت دعوی الإرث بلا عذر شرعی خمس عشرۃ سنۃ، فھل لاتسمع الجواب لاتسمع، إلا إذا اعترف الخصم بالحق ونقل مثلہ تیسخ مشایخنا الترکمانی علی آفندی مفتی الروم، وھٰذا الذی رایتا علیه عمل من قبلنا، فالظاھر انه ورد نص جدید لعدم سماع دعوی الارث وفی موضع اٰخر الثلث عدم سماع القاضی لھا انما ھو عند انکار الخصم فلو اعترف تسمع، اذ الانزویر مع الاقرار، وایضاً فی التکملۃ قبیل فصل رفع الدعوی ولیس ایضاً مبینا علی المنع السلطانی، حیث منع السلطان عزّۃ نصرۃ قضاتہ من سماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ فی الاملاك وثلثین سنۃ فی الاوقاف، بل ھو حکم اجتھادی نص علیه الفقھاء کما رأیت، فاغتنم تحریر ھٰذہ المسئلۃ فانه من مفردات ھٰذا الکتاب۔ وایضا فیه وإن القاصر إذا ادعی عقاراً ارثاً عن والدہ مثلا، بعد بلوغه واثبتہ بالبینۃ الشرعیّۃ، فلا یسری سماع الدعوی

www.ahlehaq.org

لبقیۃ ورثۃ البالغین البالغین التارکین للدعوی مدۃ المنع، ومثلہ من کان مسافراً وایضاً فیہ وانہ إذا ترک شخص الدعوی عشر سنین مثلاً، بلا عذر شرعی ومات وترک دعواھا وارثہ ایضا البالغ عشر سنین اوخمس سنین فلا تسمع دعوی الوارث حینئذٍ، لأن مجموع المدتین مدۃ المنع۔

وایضاً فیہ وفی الحامدیۃ، لوکان احد الوارثۃ قاصراً، والباقین بالغین تسمع الدعوی بالنظر إلی القاصر، وفی قدر ما یخصہ دون الباقین انتہی کتبت ما وجدت فی الکتاب، واللہ اعلم ما بہ الصواب والیہ المرجع والمآب۔

از دلائل مرقومۃ الصدر صاف ظاہر شد کہ، بعد مدت مزبورہ دعویٰ ارث مسموع نخواہد شد، کما لا یخفیٰ،

المستخرج
بندہ محمد یعقوب عفی عنہ

الجواب من جامع امداد الاحکام

۱۵ رسال کے بعد دعوی میراث مسموع نہ ہونا مختلف فیہ ہے، علامہ حموی نے حاشیہ اشباہ میں سماع کو ترجیح دی ہے۔ اور متعدد فقہاء اس میں سماع ہی کو راجح فرماتے ہیں اور یہی اصل مذہب ہے۔ لیکن خشیت تزویر کی وجہ سے متاخرین نے بعد پندرہ سال املاک میں اور بعد ۳۳ سال کے اوقاف میں دعاوی کو غیر مسموع قرار دیا ہے اور یہ بھی چند قیود کے ساتھ مقید ہے۔

(۱) مدعی کا حال، صلاح بخوبی معلوم نہ ہو۔ اگر وہ معروف بالصلاح ہو، اور حیلۂ تزویر کا احتمال اس پر نہ ہو تو دعوی بہر حال مسموع ہے۔

(۲) تاخیر کے لئے کوئی عذر قوی نہ ہو۔ اگر عذر قوی موجود ہو، دعوی بہر حال مسموع ہوگا۔

(۳) مدعی علیہ دعویٰ مدعی کا منکر ہو۔ اگر وہ مقر ہو کہ بیشک فلاں شخص مرگیا، اور مدعی اس کا وارث ہے تو دعوی میراث مدعی کا مسموع ہے۔ گو کتنی ہی مدت گذر جائے صرح بھذہ القیود فی الشامیۃ (ج ۳ ص ۶۹۰ و ۶۹۱

وفی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ج ۲ ص ۶ و ۷

پس مجیب کی یہ کوتاہی ہے کہ اس نے اگر قول عدم سماع کو اختیار کیا تھا تو اس کے شرائط

www.ahlehaq.org

وقیود کے تحقق کی کیوں تحقیق نہ کی؟ اور جواب کو ان قیود سے کس لئے مقید نہ کیا؟

فقط واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون

۲۲ رصفر ۱۳۴۶ھ

قاضی نکاح خواں دعوی کرے کہ عورت نے بوقت نکاح اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا اور عورت انکار کرتی ہو اور مدعی اذن کے پیش کردہ گواہ مردود الشہادات ہوں تو ——— الخ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ا ــ شیر دین زوج بیان کرتا ہے کہ مسماۃ مجیدہ میرے بھائی اجمیری کی بیوی تھی، اس کے مرنے کے بعد میرا اس سے نکاح ہوا، وہ اس وقت سے بطور میری بیوی کے میرے ساتھ رہتی ہے، میرے عدم موجودگی میں امام الدین وغیرہ اس کو بھگا کر لے گئے، جب میں مکان پر آیا تو اپنی بیوی کو اپنے گھر نہ دیکھا، پھر بیان کیا کہ میں پہلے سے مسماۃ مجیدہ کی شراکت میں رہتا تھا، میں نے دو ڈھائی مہینہ ہوئے اس سے نکاح کی درخواست کی۔

مسماۃ مجیدہ نے انکار کیا، مگر پھر اس کے بعد وہ خود ہی رضامند ہوگئی، مگر جب نکاح کے وقت آدمی جمع ہوگئے تو مسماۃ مجیدہ نے پھر نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

(۲) مسماۃ مجیدہ زوجہ کا بیان ہے کہ میرا نکاح اجمیری کے ساتھ ہوا تھا وہ دو سال ہوئے مرگیا، اس وقت سے میں علیحدہ کرایہ کے مکان میں رہتی ہوں، شیر دین اجمیری کا حقیقی بھائی نہیں، وہ کبھی میری شراکت میں نہیں رہا اور نہ اس سے میرا نکاح ہوا، اور نہ میں نے کسی کو اپنے نکاح کے متعلق اجازت اور رضامندی دی، شیر دین نے مجھ سے نکاح کی امید جا کی تھی، مگر میں نے انکار کر دیا، پھر چند آدمیوں نے مجھ پر زور دیا کہ تو شیر دین سے نکاح کرلے میں نے منظور نہیں کیا، اور انکار کیا، اور جبر کے خوف سے اپنا مکان چھوڑ کر امام الدین کے گھر چلی آئی،

(۳) ثبوت شیر دین۔ علاوہ قاضی کے چھ گواہ پیش ہوئے سب نے بالاتفاق بیان کیا کہ شیر دین کا نکاح مسماۃ مجیدہ سے ہوا مگر واقعہ کی تفصیل میں بہت کچھ اہم اختلاف ہیں،

www.ahlehaq.org

کوئی کہتا ہے کہ مسماۃ نے نکاح کے وقت قطعی انکار نہیں کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ مسماۃ نکاح کے وقت انکار کرنے کے بعد پھر رضامند ہوگئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ سنراول وغیرہ وکیل اور گواہ پوچھنے مسماۃ سے گئی گئے۔ اور پھر قاضی صاحب نے جاکر پوچھا تو اس نے دونوں دفعہ رضامندی ظاہر کی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سنراول وغیرہ سے مسماۃ مجیدہ نے انکار کیا مگر قاضی صاحب کے کہنے سے رضامند ہوگئی، بعض کہتے ہیں کہ نکاح دس بجے رات کو ہوا، بعض کہتے ہیں کہ ایک بجے رات کو ہوا۔

(۴) قاضی صاحب نے بیان کیا کہ میں نے مسماۃ مجیدہ کا نکاح شیر دین کے ساتھ پڑھا قبل نکاح مسماۃ نے میرے سامنے رضامندی کا اظہار کیا تھا، مگر فوراً ہی بعد تکمیل نکاح جب میں نے اپنی رجسٹر میں مسماۃ کا انگوٹھا لگانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا اور مجھ کو دس گیارہ بجے رات کو نکاح کرنے کے واسطے بلایا گیا تھا، میں نے نو۹ بجے رات کے نکاح پڑھا تھا، رجسٹر نکاح میں نو۹ بجے کا وقت درج ہے۔

(۵) ثبوت مسماۃ مجیدہ۔ خلاصہ بیان میر خان،

مسماۃ مجیدہ کا نکاح شیر دین سے ہوا، قصبہ کے چند قصاب زبردستی اس کا نکاح کرنا چاہتے تھے، مسماۃ مجیدہ نے نکاح نہیں کیا۔ اور جبر کے خوف سے اپنا گھر چھوڑ کر ہمارے یہاں چلی آئی، اور تائید میں بھی تین گواہ پیش ہوتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ مسماۃ نے اپنے نکاح کی رضامندی نہیں دی، کئی دفعہ پوچھا گیا، اس نے ہر دفعہ انکار ہی کیا، اور بعد تکمیل نکاح کے جو بعض آدمی کے اصرار پر پڑھایا گیا، مسماۃ مجیدہ نے انگوٹھا لگانے سے انکار کر دیا اور نکاح کو اپنے تسلیم نہیں کیا، (جملہ بیانات بحلف کئے گئے ہیں) گواہان ہر دو فریق کے حالت ورع کے لحاظ سے مساوی ہیں، عادل کی حد میں کوئی نہیں آتا، اور خود قاضی بھی عادل ہیں یا نہیں ہمیں علم نہیں ہے۔ مگر اس کی ظاہراً صورت مسلمانوں کی سی ہے اور اکثر نماز پڑھتے ہم نے دیکھا ہے۔

ایسی صورت میں عند الشرع تکمیل یا عدم تکمیل نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اگر قاضی کو غیر عادل کہا جائے تو کیا حکم ہے؟

فقط جمشید علی خان

دو روایا، شہور ہیں کہ جو ہمارے علم میں ان شہادتوں کے علاوہ آئی ہیں:۔

www.ahlehaq.org

(۱) مسماۃ مجیدہ نے نکاح کے وقت انکار کیا، اور نو بجے رات سے لے کر ایک بجے رات تک مسماۃ مجیدہ پر اہل قصبہ نے زور دیا کہ تو نکاح کرلے، اور بالآخر تنگ آکر مسماۃ نے اجازت دے دی اور جوں ہی وہ دباؤ کم ہوگیا مسماۃ نے پھر انکار کردیا، اور بعد نکاح رجسٹر پر انگوٹھا نہیں لگایا کہ جبراً نکاح مجھے تسلیم نہیں ہے اور جب شیر دین نے مسماۃ مجیدہ سے اس نکاح کے بعد ہمبستری کی خواہش کی تو مسماۃ نے اس کی خواہش کو پورا نہیں کیا۔

(۲) مسماۃ مجیدہ نے نکاح کی کوئی رضامندی نہیں دی، اور بلا اس کی رضامندی کے اہل قصبہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ عورت ہے، کیا کرسکتی ہے؟ جبراً بلا مسماۃ کی رضامندی کے نکاح کردیا (بلا کسی بیان حلفی کے ہمارے علم میں لائی گئی ہے۔

الجواب

مفصل بیانات فریقین کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مسمی شیر دین زوج مسماۃ مجیدہ بیوہ بالغہ کے ساتھ نکاح شرعی کا مدعی نہیں، صرف ظاہری نکاح کا مدعی ہے، اور اس کے بیان سے شرعی نکاح کی صاف تردید ہورہی ہے، کیونکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ جب نکاح کے وقت آدمی جمع ہوگئے، تو مسماۃ مجیدہ نے پھر نکاح کرنے سے انکار کردیا، اور شرعاً عورت کا انکار یا اذن وقت نکاح ہی کا معتبر ہے۔ اس سے پہلے کا اقرار یا انکار محض لغو ہے، اگر وقت نکاح کے خلاف سابق ہو۔ پس شیر دین کا بیان مسماۃ مجیدہ کی تائید کرتا ہے کہ اس نے کسی کو اپنے نکاح کے متعلق اجازت اور رضامندی (نکاح کے وقت) نہیں دی۔ اس صورت میں مسمی شیر دین کو نکاح شرعی کا مدعی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ صرف قاضی عورت کے مقابلہ میں مدعی ہے، قاضی کہتا ہے کہ قبل نکاح مسماۃ نے میرے سامنے رضامندی کا اظہار کیا تھا، مگر فوراً ہی بعد تکمیل نکاح، رجسٹر پر انگوٹھا لگوانے کے وقت انکار کردیا — مسماۃ مجیدہ قبل نکاح کسی کو اجازت یا رضامندی دینے سے قطعاً منکر ہے اور قاضی نے اپنے دعوی کے ثبوت میں گواہ عادل پیش نہیں کئے، اور جو لوگ اس کی تائید میں گواہی دے رہے ہیں وہ عادل نہیں، اس لئے شرعاً قاضی کا قول معتبر نہیں اور گو مسماۃ مجیدہ کے گواہ بھی عادل نہیں مگر شرعاً منکر کے ذمہ گواہ پیش کرنا لازم نہیں اس کے ذمہ صرف قسم ہے۔

ع یہ اولاً لکھا تھا، اسی تحریر کے آخر میں اس سے رجوع کرلیا گیا ہے ۱۲

www.ahlehaq.org

اس لئے شرعی فیصلہ یہ ہے کہ اگر مسماۃ مجیدہ اس بات کی قسم کھالے کہ اس نے کسی کو قبل نکاح اجازت یا رضامندی نہیں دی، تو مسمی شیر دین کا نکاح مسماۃ مجیدہ بیوہ بالغہ سے ثابت نہیں ہوا، اور شرعًا نہ وہ مسماۃ مذکور کا زوج ہے، نہ وہ زوجہ ہے، مسماۃ اپنی رضامندی سے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر مسماۃ قسم سے انکار کرے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔

قال فی الدر: قال الزوج للبالغة البکر بلغكِ النكاح فسكتت، وقالت رددتُ النكاح، ولا بينة لهما على ذلك ولم يكن دخل بها طوعًا، فالقول قولها بيمينها على المفتى به۔

قال الشامی: وهو قولهما، وعنده لا يمين عليها، كما سيأتی فی الدعوى فی الأشيا الستة الخ) قال الشامی: ولا يقبل قول وليها عليها بالرضاء، لانه يقر عليها بثبوت الملك، واقرار عليها بالنكاح بعد بلوغها غير صحيح۔ كذا فی الفتح۔

قلت: وينبغی أن لا تقبل شهادته لو شهد مع أخر بالرضا لكونه ساعيًا فی اتمام ما صدر منه فهو متهم، ولم اراه منقولًا بحر۔ قلت وفی الكافی للحاكم الشهيد واذا زوج الرجل ابنته فانكرت الرضاء فشهد عليها أبوها وأخوها الم يجز اه فتامل اه (ج ۲ ص ۲۹۶)

اس عبارت فتویٰ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قاضی کا دعویٰ رضا یا شہادت رضاء لغو ہے، کیونکہ وہ خود کردہ کام کی تکمیل میں ساعی ہونے کی وجہ سے متہم ہے، لہٰذا اب عورت کے ذمہ قسم بھی لازم نہیں۔ بلکہ بدون اس سے قسم لئے ہی یہ دعوی خارج کر دیا جائے اور دعویٰ نکاح کو باطل قرار دیا جائے۔ پس اوپر جو عورت کے ذمہ قسم کو لازم کیا گیا ہے۔ اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون
۴/ ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ

www.ahlehaq.org

حکم سکوت مدعی بر تصرفات مدعی علیہ وتاخیر در دعوی بعذر افلاس خود۔

سوال :۔ اگر کسے بحضور قریب یا بحضور اجنبی زمینے می فروشد وآں قریب یا آں اجنبی می بیند، وہیچ نمی گوید، ومشتری در بیع سالہا از گشت وغیرہ تصوف می نماید، آنرا ہم می دید، وہیچ نمی گفت، مگر اکنوں آن قریب یا آن اجنبی بر آن زمین دعوی مدعیت می نماید، ومی گوید کہ چندایں مدت مرا خرچ فیس سرکاری دستیاب نہ بود، لہٰذا پیش ازیں دعوی نہ کردم، اکنوں فیس سرکاری دستیاب شدہ است، ودعوی مدعیت خود کردم، بناءً علیہ از جناب فیض مآب مسئول است کہ فیس سرکاری در عرصۂ دعوی، وتصرف از اعذار مصححہ دعوی ہست یا نہ؟

سائل: محمد شفیع، مسجد سوڈاری تعلقہ میٹھر،

ضلع لاڑکانہ، سندھ

الجواب

اس امر کو قاضی شرعی یا وہ حاکم مسلم جو حکومت وقت کی طرف سے انفصال مقدمات کے لئے مقرر ہو اس کے یہاں مقدمہ کا مرافعہ کیا جائے وہی سمجھ سکتا ہے کہ یہ عذر میں داخل ہے یا نہیں، باقی افتاء کی حیثیت سے جو ہماری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ عذر مذکور کی وجہ سے دعوی میں تاخیر کرنا عذر قابل سماعت ہے کیونکہ آج کل عدالتوں میں دعوی دائر کرنا خصوصًا جائیداد کے متعلق آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے بڑی مقدار مال کی ضرورت ہے، پس مفلس شخص کا قاضی کو یا حاکم کو پانا بدون قدرت مال کے معتبر نہیں، پس یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عدم وجدان قاضی کی وجہ سے تاخیر ہو۔

ثم رأيت في رد المحتار تحت قول الدر فلا تسمع الآن بعدها، إلا بأمر الا في الوقف والإرث ووجود عذر شرعي اه ما نصه العذر يشمل ما لو كان المدعى عليه حاكمًا ظالمًا كما يأتي، وما لو كان ثابت الإعسار في هذه المدة ثم أيسر بعدها، كما ذكره في الحامدية اه (ج ۴ ص ۵۳۳)

فجعل اعسار المدعى عليه عذرًا، وينبغي أن يكون اعسار المدعي كذلك عذرًا لعدم القدرة على الدعوى بدون المال في بلادنا هذه۔

واللہ اعلم

www.ahlehaq.org

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

۲۰ جمادی الاولی ۱۳۴۶ھ

ایک شخص یہ دعوی کرے کہ اس لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے بحالت نابالغی مجھ سے کیا تھا اور اولیاء معروضہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لڑکی نہیں بلکہ یہ اس کی بہن ہے اور وہ مرچکی ہے۔ الخ

سوال: عرض ہے کہ مسمّٰی زید شخصے را دو دختر مسماۃ زینب و فاطمہ بودند صغیرہ نکاح یکے را ازاینہا بشخصے مسمی عمر بالغ کردہ داد، ویکے ازاں دو دختر متوفی ہستند، و دیگر زندہ است، و بالغہ شدہ اعمام ایں دختر کہ برادران مسمی زید متوفی اند نکاح دختر و زفاف بشخصے مسمّٰی خالد کردہ اند، عمر می گوید کہ ایں معروسہ ہمان ست کہ در صغر سنی نکاحش پدرش بمن کردہ بود۔ اعمام معروضہ می گویند کہ ایں معروسہ آن نیست آں سماں بود کہ فوت شدہ۔ ازبرائے ایں فیصلہ سہ حکم مقرر کردہ اند۔ یکے حکم ازایں پرسید جواب مسئلہ گفتنش کہ مدعی علیہ عمر اعمام معروسہ شرعًا نمی شوند، مدعی علیہ عمر خود ہماں معروسہ است کہ در مجلس حکم حاضر شود، پس اگر اقرار دعوی عمر کند، دعوی عمر ثابت خواہد شد، ونکاح خالد باطل، واگر انکار کند، و یا لاعلمی ظاہر کند، وگوید کہ از معاملہ صغر خبر ندارم، از عمر دو گواہ نکاح، و دو گواہ شناخت کہ ہماں نکاح والہ باشند، و یا دیگر قائم کند، اگر ہر دو شہادت برپائے شدند تاہم دعوی عمر ثابت، ونکاح خالد باطل، چوں ایں قدر جواب دادم، در دل آمد کہ در شق لاعلمی و عدم قیام شہادت حلف بر کسے آید، چراکہ "الیمین علی من انکر" ست و دراں جا انکار نیست، لہٰذا عرض کہ اگر جواب بندہ صحیح ست تا فقط از صورت حلف تشفی بفرمایند، واگر ہمہ صورت غلط ست، از تمام جواب صواب بتمامہا ارشاد بفرمایند، فیصلۂ ما بآمدن جواب موقوف ست۔؟

الجواب

بظاہر صورت مسئولہ میں مدعی کے دو دعوی ہیں، ایک تعیین ذات تشخص معروسہ کا کہ یہ عورت جس کا عقد اس کے اولیاء نے خالد سے کیا ہے یہ وہ نہیں جو ہنوز غیر منکوحہ ہے بلکہ وہ ہے جس کا نکاح زید بحیات خود کر گیا ہے۔ اس دعوی کا حاصل یہ ہے کہ یہ عورت

www.ahlehaq.org

چونکہ محل نکاح بننے کی قابلیت نہیں رکھتی بوجہ منکوحۃ الغیر ہونے کے، اس لئے اعمام معروسہ نے اس کا نکاح خالد سے منعقد کرنے میں شرعی جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس دعوی میں اعمام معروسہ مدعیٰ علیہم اور عمر مدعی ہے مگر چونکہ اس دعوی کا حال یہ ہے کہ بعد ثبوت جرم کے اعمام معروسہ کو تعزیر دی جاتی اور یہ حق قاضی ومثلہ کے سوا، دوسرے کو نہیں۔ اور آجکل قاضی شرعی بلاد ھند میں بجز ریاست اسلامیہ کے مفقود ہے، اس لئے اس دعوی کا کچھ حاصل نہیں۔ اب صرف دوسرا دعوی رہ گیا کہ عمر اس عورت سے اپنے نکاح کا مدعی ہے۔ حکم کو ایسے دعوی کو سننا اور اسی کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس دعوی میں عمر مدعی ہے اس کے ذمہ بیّنہ ہے اگر عورت اس دعوی کی منکر ہے تو وہ مدعیٰ علیہا ہے۔ اگر عمر بیّنۂ عادلہ قائم نہ کر سکے تو امام صاحبؒ کے نزدیک تو عورت کے ذمہ یمین نہیں، بلکہ بیّنہ نہ ہونے کی صورت میں دعوی مدعی کا خارج ہو جائے گا۔ لأن النكاح من الامور الستة أو السبعة التى لا يمين فيها على المنكر عند أبى حنيفةؒ، ہاں! قول صاحبینؒ میں عورت سے قسم لی جائے گی، اور مفتی بہ قول یہی ہے۔ اس لئے بصورت انکار حکم کو عورت سے قسم لینا چاہئے، اور عورت اپنے عدم علم کی بناء پر قسم کھا سکتی ہے کہ میں اس کی زوجہ نہیں، مجھے اس سے اپنا نکاح ہونے کا علم نہیں۔ اگر وہ بصورت عدم بیّنہ قسم کھالے جب بھی دعوی مدعی کا باطل ہو جائے گا۔ اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۳/ شعبان ۱۳۴۶ھ

نکاح پر شہادت حسبہ مسموع ہے

سوال[۱]: زید غائب ہے بمدت سفر، اس کی منکوحہ کا نکاح بکر سے کرتے وقت گواہوں نے کہا کہ یہ عورت فلاں شخص کی منکوحہ ہے۔ مولوی نکاح خواں نے کہا کہ نکاح حقوق العباد میں سے ہے۔ مدعی موجود نہیں، لہٰذا سمع شہود بے فائدہ ہے۔ میں تو نکاح باندھتا ہوں، جب زید واپس آئے اور دعوی کرے تو اس وقت شہادت مفید ہوگی، اور حوالہ "جامع الفصولین" کا دیا، کیا نکاح حقوق العباد سے، یا حقوق اللہ سے، یا مشترک ہے؟ اور ایسے موقع پر جبکہ متعدد شہود عدول عقد نکاح کی شہادت دیتے ہیں ان کا کچھ اعتبار نہ

www.ahlehaq.org

ہوگا، مسئلہ بعبارت کتاب تحریر فرمائیں۔؟

ع۲ سقط یا اطفال خوردسال کے بارہ میں جو حدیث میں وارد ہے تجر البویہ بسررہ یہ لفظ بسَرَرِہ یا کہ بُسَّرہ ہے؟ اگر اول ہی ہے تو ثانی بھی اوزان جمع میں ہو کر بن سکتا ہے یا نہیں، اور حدیث القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار کس کتاب کے کون سی فصل میں ہے۔ دوسرا لفظ "حُفَرة النیران" ہے یا کہ حُفُرة النیران ہے، یعنی بفتح فاء ہے یا بسکون فاء۔؟

امید ہے کہ جناب ذرا تفصیل سے ارشاد فرمائیں گے۔

الجواب

ع۱ اس نکاح خواں نے غلط کیا ہے، فقہاء نے بے شک شہادت علی النکاح کو شہادت حسبہ میں شمار نہیں کیا، جیسا کہ تتبع کتب سے معلوم ہوا ہے۔ کیونکہ نکاح حقوق العبد سے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شہادت حسبہ سے اس عورت کو منکوحہ غائب ثابت نہ کیا جائے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ ایسی عورت کا نکاح دوسرے شخص سے منعقد کر دینا جائز ہے، جس کے منکوحہ غائب ہونے پر شہادت حسبہ قائم ہو چکی ہے کیونکہ یہ شہادت اثبات نکاح پر قائم نہیں، بلکہ اثبات حرمت علی الغیر پر قائم ہے کہ اس کا نکاح دوسرے سے حرام ہے، اور عورت کا محللہ ہونا اور اسباب حرمت نکاح سے خالی ہونا حق اللہ ہے۔ لہٰذا اگر غائب کا نکاح اس عورت کے ساتھ شہرت سے ثابت نہ ہو تو بعض شہادت حسبہ سے اثبات نکاح تو نہ ہوگا، مگر شہادت عدول ثقات کے ساتھ اس عورت کا نکاح دوسرے سے منعقد کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ فان الحل والحرمة من حقوق اللہ تعالیٰ۔ صرح به الأصولیون، کما فی نور الانوار" وغیرہ۔ فکان کالشهادة علی الرضاع وحرمة المصاهرة، وتقبل شهادة الحسبة فیهما، ثم رأیت الأشباه، وقد صرح فیه بأن النکاح یثبت بدون الدعوی لأن حل الفرج والحرمة فیه حق اللہ تعالیٰ اھ

ع۵ بعد کو اشباہ والنظائر سے معلوم ہوا کہ نکاح پر بھی شہادت حسبہ مسموع ہے۔ اور دلیل وہی ہے۔ جو احقر نے بیان کی ہے ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

قال الحموی بعد تصویرہ، والذی تحرر لی أن ماتقبل فیه الشهادة بدون الدعوی عند الکل اربع مسائل: عتق الامة، والطلاق، والخلع، والنکاح اھ ص۲۳۳۔

۲؎: یہ لفظ سَیَرَۃ بفتح سین وراء یا بکسر سین ہے۔ بضم سین وتشدید راغلط ہے اور حدیث "القبر روضة من ریاض الجنة أو حفرة من حفر النار" ترمذی کے باب عذاب القبر میں ہے۔ اور دوسرا لفظ "حُفر" بضم الحاء وفتح الفاء جمع حفرۃ کی ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ
یکم ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ

ثبوت زنا کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں جبکہ قتل مومن کے لئے دو گواہوں پر اکتفا کیا جاتا ہے جو زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے

سوال: جبکہ اور مقدمات بلکہ قتل مومن تک جو سب سے زیادہ سخت گناہ ہے، دو گواہ کافی ہیں، تو زنا کے واسطے چار گواہ کیوں ضروری قرار دیئے گئے؟ اور چار گواہ سے کم اگرچہ بچشم دید سچی گواہی ہو قرآن میں اس کو فضل ربی فرمایا ہے (سورۂ نور)؟

الجواب

اس سوال کا علماء سے کسی کو حق نہیں، کیونکہ وہ واضع قانون نہیں صرف عالم قانون ہیں، ہم سے قانون کے دریافت کرنے کا تو حق ہے قانون کی علتیں دریافت کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ جیسے ڈاکخانہ کے بابو سے کسی کو اس سوال کا حق نہیں کہ اگر لفافہ پر عدالت کا ٹکٹ آٹھ آنے والا لگا دیا جائے تو وہ کیوں بیرنگ ہو جاتا ہے، اور ڈاکخانہ کے ایک آنہ کا ٹکٹ لگا دیا جائے تو کیوں بیرنگ نہیں ہوتا؟ اور کوئی اس سے یہ سوال کرے تو وہ یہ جواب دینے کا حق رکھتا ہے کہ مجھ سے آپ کو اس سوال کا حق نہیں، کیونکہ میں واضع قانون نہیں ہوں صرف عالم قانون ہوں۔ اور اس کا یہ جواب تمام عقلاء کے نزدیک معقول ہوگا، اسی طرح ہم کو بھی یہی جواب دینے کا حق ہے، کہ واضع قانون اللہ تعالیٰ ہے۔ قانون کی علل پوچھنا ہیں تو ان سے پوچھ لیجئے، ہاں حکم معلوم کرنا ہو تو ہم قرآن وحدیث وفقہ سے اس کو معلوم کر کے بیان کر سکتے ہیں۔ رہا یہ کہ یہ سوال کفار کو جواب دینے کے لئے کیا ہے، کیونکہ وہ

www.ahlehaq.org

ایسے شبہات نکالتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مخالف اسلام سے اصول میں گفتگو کی جائے گی، فروع میں گفتگو نہیں کی جاسکتی، کیونکہ فروع ہر مذہب میں دو چار نہیں، بلکہ ہزاروں سینکڑوں ہیں۔ فروع میں گفتگو کرنے سے کبھی سلسلہ ختم نہیں ہوسکتا، وہ ہمارے چار فروع پر اعتراض کرے گا ہم اس کے ہزار فروع پر اعتراض کردیں گے، ہاں اصول ہر مذہب کے محدود ہیں اور اصول ہی پر فروع کا مدار ہے، اس لئے سب سے پہلے اصول میں گفتگو ہونی چاہیئے، اگر مخالف نے اصول میں گفتگو کرکے توحید و رسالت و قرآن کی حقانیت کو (جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور ہم ہر دم اس کے ثابت کرنے کو تیار ہیں) تسلیم کرلیا۔ تو اب اس کو فروع میں کلام کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اگر اس کو کسی فرعی مسئلہ پر شبہ بھی ہوگا تو ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ جب تم نے قرآن کا کلام الٰہی ہونا تسلیم کرلیا اور مان لیا۔ کہ یہ احکم الحاکمین کا قانون ہے تو اب چاہیے کسی حکم کی وجہ تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے تم کو ماننا لازم ہے۔ کیونکہ تم دنیا میں ادنیٰ ادنیٰ حاکموں کے بہت سے احکام ایسے مانتے ہو جن کی حکمت تمہاری سمجھ میں نہیں آتی، بالخصوص حکیم اور ڈاکٹر کے، تو بہت سے احکام ایسے مانتے ہو جن کی وجہ تمہاری سمجھ میں نہیں آتی، کسی وقت ڈاکٹر سردی کے موسم میں برف سے دوا کرتا ہے، اور تم چوں وچرا نہیں کرتے، اور بعض دفعہ گرمی میں سخت گرم دوا دیتا ہے، اور تم دم نہیں مارتے، کیوں؟ محض اس لئے کہ اس کی حکمت پر اعتماد ہے پھر غضب ہے کہ خدا تعالیٰ احکم الحاکمین کی حکمت پر اعتماد نہ ہو اور اس کا ہر حکم تسلیم کرنے میں اس کا انتظار ہو کہ ہماری سمجھ میں آجائے تو مانیں گے ورنہ نہیں، یہ تو آپ کے سوال کا اصلی جواب تھا اور یہی حقیقی جواب ہے۔ اس سے زیادہ اگر میں کچھ کہوں تو وہ محض تبرع و احسان ہوگا۔

اب سنئے! سائل نے انسان کے جذبات کو سمجھا ہی نہیں، اس لئے اس نے مقدمہ قتل کو مقدمہ زنا سے اشد سمجھ لیا، حالانکہ جذبات انسانیہ پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ عزیز تو مذہب ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں وہ نہ عزت و آبرو کی پرواہ کرتا ہے نہ جان و مال کی، اس کے بعد آبرو عزیز ہے۔ انسان آبرو کی حفاظت میں جان جانے کی پرواہ نہیں کرتا، اگر کوئی کسی شریف کو حرامزادہ کہدے یا یوں کہدے کہ تیری ماں کو میں نے چکلہ میں دیکھا تھا، تو اس وقت وہ دشمن کے ساتھ مقابلہ پر آمادہ ہوجاتا، اور جان جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر آبرو کے بعد جان عزیز ہے۔ اور جان کے بعد مال عزیز ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو اب سمجھو کہ مقدمہ زنا میں ایک مسلمان عورت و مرد کی آبرو پر حملہ ہے جو عورت کے

www.ahlehaq.org

لئے تو موت سے بدتر ہے، اس لئے شریعت نے مقدمۂ زنا کے احکام مقدمۂ قتل سے زیادہ سخت کئے، کہ اس کے ثبوت میں صرف دو گواہوں کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ چار گواہ ضروری قرار دیئے جن لوگوں میں حیاء وغیرت اور آبرو ہے، وہ تو قرآن کے اس حکم کی دل سے قدر کریں گے لیکن جن اقوام کی یہ حالت ہے کہ وہ زنا بالتراضی کو جرم ہی نہیں سمجھتے، اور انہوں نے غیرت سے اس درجہ ہاتھ دھولئے ہیں کہ اپنی قوم کے لئے زنا کو گوارا کرتے، اور رنڈیوں سے بھی ٹیکس وصول کرتے ہیں ان سے اس وقت خطاب نہیں۔ أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

واللہ اعلم

حررہ العبد المفتقر الی ربہ الصمد عبدہ المذنب

ظفر احمد وفقہ اللہ للتزود لغد

نزیل الخانقاہ الامدادیہ بتھانہ بھون

۱۱ ر ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ

بوقت فیصلۂ حاکم گواہوں کا حاضر عدالت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر عورت پردہ نشیں مدعی ہو تو اس کا حاضر عدالت ہونا شرط ہے یا نہیں۔؟

سوال:- کیا قضاء قاضی کے وقت شہود کا حاضر عدالت ہونا شرط ہے؟ کہ ان کی غیبت میں قضاء صحیح نہیں؟ یا شہود کی غیبت میں بھی قضا صحیح ہے۔ جبکہ ان کی شہادت قاضی کے سامنے ہو چکی ہو، اور بیان قلمبند کر لیا گیا ہو نیز اگر عورت پردہ نشین مدعی ہو، تو کیا اس کا بھی حاضر عدالت ہونا شرط ہے؟ بینوا بالدلائل

الجواب

قال فی العالمگیریة: إذا وجد القاضی شهادة شهود فی دیوانه، ای فی خریطة مختومة بختم القاضی والشهادة مکتوبة بخطه أو بخط نائبه، إلا أنه لا یتذکر تلك الشهادة، فعلی قول أبی حنیفةؒ لا یقضی بتلك الشهادة، وعلی قولهما یقضی وکذالك إذا وجد سجلاً فی خریطة، والخریطة مختومة بختمه، والسجل مکتوب بخطه او بخط نائبه فالقاضی لا یمضی ذلك السجل عند أبی حنیفة رح۔ وعندهما یمضی، کذا فی المحیط اھ

قلت: وأما إذا تذکر الشهادة، فلا خلاف فی جواز القضاء به، کما هو مقتضیٰ

www.ahlehaq.org

التقييد بعدم الذكر۔ وفيه أيضًا، ولو أنه قاضيا عزل عن القضاء، ثم رد بعد ذلك على القضاء، فانه لا يقضى بشيئ مما كان فى ديوانه الاول من القضاء لإنسان على إنسان، إذا لم يذكر بالاجماع، وإن ذكره فكذلك عند أبى حنيفة خلافًا لهما فأما إذا قامت البينة بحق عنده لإنسان على انسان، فقيل أن يقضى بها عزل ثم اعيد إلى القضاء فرفعت اليه تلك الخصومة، فان المدعى يكلف اعادة البينة تذكرا أو لم يتذكر، كذا فى محيط الرخسى اه (ج ۴ ص ۱۷۷) ففرق بين القضاء بالسجل قبل العزل وبعده، فتبصر۔

وفى البدائع فى بيان شرائط القضاء، وأما ما يرجع إلى المقضى له، فانواع: منها أن يكون حاضرًا وقت القضاء، فان كان غائبًا لم يجز القضاء له، إلا إذا كان عنه خصم حاضرًا۔ لأن القضاء على الغائب كما لا يجوز فالقضاء للغائب ايضًا لا يجوز اه ج ص ۸۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جب قاضی کے سامنے شہادت گذر چکی، اور شہود کے بیانات اس کے دفتر میں قلمبند ہو چکے، اور قاضی کو شہادت کا مضمون یاد ہو، تو ایسی صورت میں قضاء کے وقت شہود کا حاضر ہونا شرط نہیں، اور قاضی کو مضمون شہادت یاد نہ ہو تو جب بھی صاحبین کے نزدیک قلمبند شدہ بیانات پر قضاء جائز ہے، جبکہ ان کی خریطہ پر قاضی کی عدالت کا مہر ثبت ہو، اور یہ اس وقت ہے کہ قاضی بعد شہادت سننے اور بیانات قلمبند کرنے کے معزول نہ ہوا ہو۔ ورنہ اس میں تفصیل ہے۔ اور مدعی کا حاضر ہونا وقت فیصلہ کے لازم ہے، خواہ اصالۃً حاضر ہو یا اس کا وکیل حاضر ہو۔ پس پردہ نشین عورت کی طرف سے وکیل کا حاضر عدالت ہونا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کی ایک توجیہ کی تغلیط

سوال: قال علیہ الصلوٰۃ والسلام "البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر"، المراد من هٰذا الحدیث فیما اذا کانت الدعوی بین الصالحین، وأما إذا کانت بین الصالح والطالح، فی الیمین علی الصالح وإن کان

www.ahlehaq.org

المدعی صالحًا ولابینة له۔ لأن الطالح لایخاف من الله تعالیٰ، ولایعرف حرمة الیمین کالذی یشرب الخمر ویأکل الرباء، اوبالسرقة معروف، ولیس فی الخاصمة، لأن الیمین متعلقة للنفس والدین، ولایجوز للمومن أن یتلقهما، لقوله تعالیٰ ۔ وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَة، ولأنه لایبالی من هلاك دینه بالجهل والکفر، لأنه عدو لنفسه، فکیف یکون صدیقًا لغیره، فلایجوز للقاضی أن یحلف الفاسق والطالح، فان حلفه القاضی یکفر، لأنه اهان کلام الله تعالیٰ وهو قوله تعالیٰ، وَلَاتَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِاَیْمَانِکُمْ، والعرضة: المنشفة للوجه والیدین والرجلین والمقعد، والمراد بهٰذه الاٰیة أن لاتجعلوا الکاذب والطالح والفاسق لأن اکثر کلامهم الکذب، فلایعرفون حرمة الیمین۔ شرح کرمانی وجامع الفوائد ص۲۳۴

یہ عبارت معمول بہا ہے یا نہیں ؟ بصورت دیگر اس کے نقصانات سے، اور بصورت اولیٰ حدیث متواتر کی مخصص اور مقید ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ عبارت ہرگز معمول بہ نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس میں قاضی کی تکفیر کی ہے، اگر وہ طالح اور فاسق سے قسم لے، بھلا اس شخص سے کوئی پوچھے کہ اگر مدعی مسلم اور مدعی علیہ کافر ہو، اور مدعی کے پاس بیّنہ نہ ہو، تو کیا کافر سے قسم نہ لی جائے گی اگر کہے نہیں لی جائے گی تو یہ اخبار مشہورہ کے بالکل خلاف ہے، حدیث قسامت میں جو کہ مشہور حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول موجود ہے "فتحلف لکم یهود، قالوا: لیسوا مسلمین، فوداه من عنده، اخرجه الستة (جمع الفوائد ص۲۷۹)

اور اگر کہے لی جائے گی۔ تو تحلیف فاسق تحلیف کافر سے اہون ہے اس کا انکار غلط ہوا، اور ان تمام شبہات کا جو اس عبارت میں مذکور ہے. جواب یہ ہے کہ کسی کے ذمہ کسی کا حق نہ ہو، فإن فراغ الذمه اصلٌ. جو شخص دوسرے کے ذمہ حق کا دعویٰ کرتا ہے وہ گواہ لائے، اگر گواہ نہ لاسکا، تو مدعی علیہ کی برأت تو اسی سے ہوگی، آگے اس سے قسم لینا محض مدعی کی تسلّی کے لئے ہے۔ پس مدعی علیہ سے ہر حال میں قسم لی جائے گی، خواہ صالح ہو یا طالح مسلم ہو یا کافر، اب اگر مدعی یہ کہے کہ مدعی علیہ فاسق ہے، اس کی قسم سے میری تسلی نہیں ہوتی،

www.ahlehaq.org

تو اس سے کہا جائے گا کہ پھر تم اپنی دلیل پیش نہ کرنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ثابت ہو چکے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مدعی علیہ قسم کھالے۔

وقد كان أنه صلى الله عليه وسلم۔ اختصموا إليه رجلان ولم يقسم المدعى البيّنة: فسئل المدعى عليه اليمين، فقال المدعى، إنه لا يبالى بالحلف صادقاً أو كاذبًا، فقال صلى الله عليه وسلم: ليس لك منه إلا ذلك، أخرجه مسلم كما فى المشكوة ص۲۷۶ نظامى دهلوى۔

عن علقمة ابن وائل عن أبيه قال: جاء رجل من "حضرموت" ورجل من كندة إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال الحضرمى يا رسول الله! إن هٰذا غلبنى على أرض لى۔ فقال الكندى: هى أرضى وفى يدى، ليس له فيها حق، فقال النبى صلى الله عليه وسلم للحضرمى: ألك بينة؟ قال: لا، قال فلك يمينه، قال يا رسول الله: ان الرجل فاجر لا يبالى على ما حلف عليه، وليس يتورع من شئ، قال ليس لك منه إلا ذلك الخ والله تعالىٰ اعلم وهٰذا الحديث صريح ردما فى العبادة المسئول، وتحليف الكافر ثابت بالنص، وهو قوله تعالىٰ اٰمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ، إلىٰ قوله۔ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا، الاٰية۔

نزلت فى رجل مسلم مات فى سفر، ولم يكن هناك مسلم يسلّم إليه متاعه وتركته، فسلم إلى تميم الدارى وصاحبه، كانا كافرين، فخلصهما النبى صلى الله عليه وسلم۔

ع۵ اور اگر مدعی علیہ سے قسم نہ لی جائے، بلکہ مدعی سے لی جائے، تو ہم کو بتلایا جائے کہ اگر مدعی اور مدعی علیہ دونوں فاسق ہوں تو اس صورت میں کس سے قسم لی جائے گی۔ اگر کہو مدعی سے؟ تو وہی محذور لازم آئے گا کہ فاسق سے قسم لی گئی اور اگر کسی سے قسم نہ لی گئی تو فیصلہ کیوں کر ہوگا، کیا بلا دلیل کے فیصلہ کر دیا جائے گا؟ وهٰذا لا يجوز ۱۲ منه

www.ahlehaq.org

وإذا جاز تحليف الكافر فتحليف الفاسق أولىٰ فافهم،
واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون
۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

طلاق کے ایک واقعہ میں گواہوں کا اختلاف

سوال :- ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ، زید کی ماں اور بھائی اور بہن آپس میں جھگڑ رہے تھے، آکر انہوں نے بہت ڈانٹا، انھوں نے نہ مانا، زید نے دفع نزاع، کے لئے ان کو بولا کہ چوتمرانی جی، حرامزادی، ایک، دو، تین طلاق دیا میں، زید کی بیوی الگ گھر میں کھانا پکار ہی تھی، زید سے پوچھا گیا کہ تم نے کس کو طلاق دی؟ جواب دیا جھگڑا کرنے والوں کو، اور زید کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی بیوی جھگڑے میں شریک نہ تھی اور زید کی بیوی طلاق کی مدعی بھی نہیں، وہ مدعی کیسے ہوسکتی ہے اس نے لفظ طلاق کو بھی نہیں سنا آٹھ گواہ زید کے آمنے سامنے مکان کے اندر چار دیواری گھر میں موجود تھے، گھر کی دیوار بانس کی، اور سطح ٹین کی، گھر میں دو کمرہ ہے، ایک پیچھے کی طرف، ایک آگے کی طرف، حادثہ مذکورہ آگے کے کمرہ میں ہوا، اس گھر کا دروازہ پچھم رخ ہے، زید کے آمنے سامنے جو آٹھ گواہ موجود تھے وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ زید نے باہر سے آکر جھگڑنے والوں کو بہت زجر و توبیخ کی، اس کے بعد بوجہ نہ ماننے کے ان نینوں کو یہ لفظ کہا، "چوتمرانی، حرامزادی، ایک، دو، تین طلاق دیا میں"۔ گھر مذکور کے پیچھے بمقدار چالیس ہاتھ فاصلہ پر مکان سے باہر ایک چار دیواری کچاری گھر موجود ہے، جس کی رخ یورپ طرف ہے، اس کچاری گھر میں اور تین شخص موجود تھے، وہ گواہ گذرتے وقت اس آٹھ گواہ مذکور کے موافق گواہی دیتے تھے، چند روز بعد ان تین گواہ پہلو بدل کے لوگوں کے پاس کہتے ہیں، کہ زید کی ماں نے کہا تھا کہ تو نے اپنی بیوی کی بات سنی ہے وہ کیا کہتی ہے؟ زید نے کہا سنی، سنی! اس بات کے متعلق زید نے کہا :- چوتمرانی جی ایک، دو، تین طلاق دیا میں، لیکن زید کی ماں سراسر انکار کرتی ہے کہ میں نے زید کی بیوی کی بابت کچھ ذکر نہ کیا، اور آمنے سامنے والے آٹھ گواہ بھی کہتے ہیں کہ زید کی ماں نے زید کی بیوی کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا۔ قسم دوم کے گواہ

www.ahlehaq.org

طلاق بصورت متوسط شاہد ہیں۔ اور تینوں چاروں کی شور وغل میں مطلق کی آواز پہچانا، لیکن معائنہ نہیں ہے، اور زید کی ماں یوں مجور ہے، اس کی بات پر شہادت دینا مقبول ہوگی یا نہیں؟ اب زید کی بیوی شرعًا مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور قسم اول کے گواہ مقبول ہیں یا قسم دوم کے؟ اور زید مدعی کے غیر حضوری میں اگر گواہ گذارے وہ گواہ مقبول ہیں یا نہیں؟ جواب با ادلہ مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں۔ فقط

الجواب

دوسری قسم کے گواہ چونکہ طلاق کے وقت مطلّق کے سامنے نہیں تھے، اس لئے ان کی شہادت ان گواہوں کی شہادت کے معارض نہیں ہوسکتی، جو اس گفتگو کے وقت مطلّق کے سامنے موجود تھے۔ خصوصًا جبکہ گواہ قسم دوم کی شہادت میں اختلاف واقع ہو چکا ہے کہ اوّل وہ شاہدان قسم اول کے موافق شہادت دے چکے ہیں، بعد میں شہادت کو بدلا ہے، ۔ فان الاختلاف یبطل الشهادت، والسامع من وراء الجدار لیس کالمعائن المشاهد، کما هو ظاهر من کلام القضاء فی باب الشهادة۔

قال فی الهندیة: ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعه أن یشهد، لاحتمال أن یکون غیره۔

إذا النغمة تشبهه النغمة، إلا إذا کان فی الداخل وحده، ودخل، وعلم الشاهد أنه لیس فیه غیره، ثم جلس علی المسلك، ولیس له مسلك غیره فسمع اقرار الداخل، ولا یراه لأنه یحصل به العلم وینبغی للقاضی إذا فسر له، أن یقبله، کذا فی التبیین اھ (ج ۴ ص ۲۳۵)

پس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق نہیں ہوئی اگر سوال واقع کے بالکل مطابق ہو، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح — حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

اشرف علی — از تھانہ بھون

۲۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ — ۲۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ

بے نمازی کی شہادت کا حکم

سوال:- نکاح طلاق وغیرہ معاملات میں جو گواہ ہوتے ہیں اکثر دیہاتی لوگ بے نمازی ہوتے ہیں ایسی

www.ahlehaq.org

صورت میں مدعی، مدعی علیہ، شاہد سب ایک، جیسے بے نمازی ہوتے ہیں کیا ایسی حالت میں امام صاحبؒ کے قول پر عمل کر کے ظاہری اسلام دیکھ کر جو حکم ہو ایسے شاہدوں کی شہادت قبول کر کے فیصلہ کرے تو حکم گنہگار تو نہ ہوگا؟ کیونکہ یہ عذر بھی ضروری ہے کہ جو شرائط عدالت کی ہیں اب وہ بالکل مفقود ہیں۔

اور مدعی مدعی علیہ میں سے شاہدوں پر عدالت کا جرح بھی خود کوئی نہیں کرتا، اگر شہادت سنی جائے تو تضیع حق ضرور ہے۔

سائل: بندہ فخر الدین گھوٹکی ضلع سکھر، سندھ

الجواب

امام صاحبؒ اور صاحبینؒ میں اس بارے میں کچھ اختلاف نہیں، اور ان کے قول کا اختلاف زمانہ کے اختلاف پر مبنی ہے، پس حکم پر لازم ہے کہ شاہدین کی عدالت کی تحقیق کرے، اگر عادل شرعی نہ ہو، دعوی رد کرے، اور جس دعوی پر شاہدین عدلین کی شہادت نہیں وہ دعوی ثابت ہی نہیں۔ نہ حق ثابت ہے۔ پھر تضیع حق کہاں ہے۔ والذی قلتہ ذکرہ فی الدر والشامی ج ۴ ص ۵۷۷۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۴ر شعبان ۴۷ھ

حکم اپنے علم پر شہادت رد کر سکتا ہے

سوال:- چونکہ جہل عام ہے، مدعی مدعی علیہ سے شاہدوں پر عدالت کی جرح کوئی نہیں کرتا، مگر بعض وقت شاہد حکم کا شناخت والا ہوتا ہے۔ اور حکم جانتا ہے کہ یہ شاہد بے نمازی اور دیگر فسق میں مبتلا ہے۔ تو ایسی حالت میں جب مدعی علیہ کوئی جرح نہ کرے، تو حکم اپنے علم پر اس کی شہادت رد کرے یا نہ؟ سائل بالا.....

الجواب

ضرور رد کرے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۴ر شعبان ۱۳۴۷ھ

www.ahlehaq.org

حقدار کو حق ملنے کے بعد مدعی علیہ کو سزا سے بچانے کے لئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال :- السلام علیکم ورحمۃ اللہ، بخدمت جناب حضرت پیر یم مرشد یم صاحب مدّ فیضہ۔ بندہ کی عرض یہ ہے کہ ذیل کا استفتاء پیش خدمت ہے جواب سے سرفراز فرمائیں۔

استفتاء

۔یہاں تعزیرات ھند کے بعض دفعات ایسے ہیں کہ ان میں اگر فریقین صلح کرنا چاھیں، تو صلح منظور نہیں ہوتی، جیسا سرقہ وغیرہ۔ جب فریقین صلح آپس میں کرتے ہیں تو حقدار کو حق ادا کر کے پھر جو شاہد ہوتے ہیں وہ اپنے بیانات گواہی میں کم وبیش کرتے ہیں، تب وہ مقدمہ کم ثبوت پر خارج ہوجاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب حقدار کو حق پہنچ جائے، اور وہ بھی راضی ہو، تو اگر شاہد مجرم کو بچانے کے لئے جھوٹ بولے تو گنہگار ہوگا یا نہ؟ اور یہاں عدالتوں میں گواہی لینے کے وقت کلمۂ شریف پڑھا کر یا یہ لفظ "خدا کو حاضر وناظر جان کر جو کہوں گا سچ کہوں گا" کہلوا کر بیانات لیتے ہیں، تو شاہد مجرم کو جبکہ حق ادا کیا ہو، اور حقدار بھی راضی ہو سزا سے بچانے کے واسطے کلمہ شریف یا "حاضر وناظر جان کر" کے الفاظ کہہ کر جھوٹ کا اظہار کرے کہ مجرم نے یہ کام نہیں کیا، یا میرے سامنے اقرار نہیں کیا، تو گناہ یا کفارہ قسم کا ہوگا یا نہ؟ زیادہ طالب دعا ہوں، خاتمہ ایمان کی دعا فرمائیں۔

سائل بالا۔۔۔۔۔

الجواب

صریح جواب نظر سے نہیں گذرا، قواعد کلیہ سے جواب لکھا جاتا ہے، دوسرے علماء سے بھی مراجعت مناسب ہے۔ اوّل، دوّم، مقدمے محفوظ کر لئے جائیں۔

(۱) حدود جب حکّام تک پہنچ جائیں تو اب ان کے اسقاط میں سعی کرنا جائز نہیں۔

(۲) جن ممالک میں اجراء حدود نہ ہو، وہاں جو سزا بھی مقرر ہو، وہ حدود کے قائم مقام ہے۔

ان قواعد کا مقتضاء یہ ہے کہ :- چوری، زنا، شراب خوری، قذف محض کے مقدمات جب حکام تک پہنچ جائیں، تو اب گواہوں کو جھوٹی گواہی نہ دینی چاہیئے، بلکہ سچی گواہی دیں ورنہ گناہ کا خطرہ ہے۔ اور حدود کے سوا دیگر مقامات میں جب فریقین میں مصالحت ہوجائے،

www.ahlehaq.org

اور حقدار کو حق پہنچ جائے، تو شاہد کو توریہ کے ساتھ اس طرح گواہی دینا کہ مدعی علیہ سزا وغیرہ سے بچ جائے، جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر صریح جھوٹ سے حتی الامکان احتراز کریں، بلکہ توریہ کے ساتھ گول مول اظہار کردیں، جو نہ جھوٹ صریح ہو نہ صدق صریح، فان الکذب لایجوز صریحًا إلا فی مواضع مخصوصة، ولیس ذلك منها،

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

۱۳ رمضان ۱۳۴۷ھ

بازار میں چلتے پھرتے کھانے سے مطلقاً عدالت ساقط ہوجاتی ہے یا اس میں تفصیل ہے ــــ؟

سوال :- اور جو مسئلہ مشہور ہے کہ جو شخص بازار میں چلتا پھرتا کھائے اس کی شہادت نامقبول ہے، کیا یہ تمام اشیاء میں کلیۃً حکم ہے؟ یا بعض اس سے مستثنیٰ ہیں؟ یعنی پان اور شیرینی وغیرہ جو آجکل بازاروں میں کھائی جاتی ہیں مفصل تحریر فرمائیں کہ کون سی چیز مستثنیٰ ہے؟ اور چونکہ چھ می گوئیاں اور تشکیک بہت ہوچکی ہے۔ اس لئے اگر دونوں مسئلہ مع حدیث شریف اور اقوال مجتہدین ہوں تو بہتر ہے۔

از سائل عبدالرحمٰن

مدرسہ قاسم العلوم، دروازہ شیرانوالہ

مسجد لائن والی، لاہور

الجواب

قال الشامی: إذا شرب الماء، أو أكل الفواكه على الطريق لا يقدح فی عدالته، لأن الناس لا تستقبح ذلك فتح۔ اھ (ج ۴ ص ۵۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ راستہ میں ایسی چیز کے کھانے سے عدالت ساقط ہوجاتی ہے جس کا راستہ میں کھانا عام طور پر عرف میں معیوب شمار ہوتا ہے۔ اور جس چیز کا راستہ میں کھانا عرفاً معیوب نہیں، اس کے کھانے سے عدالت ساقط نہیں ہوتی، ہمارے عرف میں راستہ میں پان کھانا معیوب نہیں، مٹھائی کھانا معیوب ہے۔

www.ahlehaq.org

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

۲۰ ر ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ

طلاق کی ایک صورت میں تحمّل شہادت کی بحث

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ میرا شوہر مسمّٰی عبدالرشید خان ولد عبدالقادر خان اس وقت کہ میں اپنے والد مسمّٰی حافظ عبداللطیف خان صاحب کے مکان پر تھی آیا، اور کہا کہ تم چلو! میں نے جواب دیا کہ میں ابھی نہیں چلوں گی ماسٹر صاحب منع کر گئے ہیں۔ اس پر میرا شوہر عبدالرشید خان برافروختہ ہوا کہ جب تو میرے کہنے کی نہیں ہے تو میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں، اور میرے والد صاحب سے کہا کہ جاؤ! دو چار آدمیوں کو باہر سے بلا لاؤ، میں ان کے سامنے طلاق دے دوں گا، اس پر میرے والد صاحب باہر گئے، اور چار شخص محمد یعقوب صاحب، محمد یوسف صاحب، محمد اسماعیل صاحب، محمد عبدالحمید خان کو باہر سے بلا لائے، ان چار شخصوں کے اور میرے والد کی موجودگی میں میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دیں۔ ان چار گواہوں میں دو محمد اسماعیل خان و عبدالحمید خان ایسے ہیں جن سے میرا پردہ نہیں ہے، اگرچہ اس وقت میں ان کے سامنے نہیں تھی، بلکہ آڑ میں تھی، اور میرے شوہر کا خطاب میری ہی طرف تھا، اس لئے کہ پہلے سے مجھ ہی سے مخاطب تھا اور نہ سوائے میرے اس کی کوئی منکوحہ ہے۔ اس طلاق کی تصدیق جب محکمہ مجاز میں کرائی گئی اور حاکم نے گواہان کو طلب فرمایا، اور ان کے جو بیانات جن کی نقل مطابق اصل اور بعض سوالات جو ان سے کئے جانے تھے انہوں نے جواب دیا وہ سب منسلک استفتاء ہذا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ۔ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور ہوئی تو کون سی ہوئی؟ اور ان بیانات شاہدوں پر ثبوت طلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

فقط

المستفتیہ: عائشہ بی بی بنت عبداللطیف خان

بھوپال

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں دیانۃً تو تین طلاق واقع ہو چکی ، اس واسطے عورت کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس جائے۔ البتہ حاکم کے پاس ثابت کرنے کے لئے شہادت کی ضرورت ہے، اس لئے شہادت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی ضرورت ہے اور اس واسطے سوال میں اس امر کا اضافہ ضروری ہے کہ والد لڑکی کا جب شاہدوں کو بلا کر مکان پر لے آیا۔

(۱) تب والد نے لڑکی کو دیکھا تھا، یا وہ بھی دوسرے مردوں کے ہمراہ پردہ سے باہر تھا؟

(۲) ونیز یہ بھی لکھیں کہ والد نے اس وقت یعنی جب مکان میں گواہوں کو بلا کر جا چکا تھا یہ بھی کہا تھا یا نہیں کہ میری لڑکی یہاں موجود ہے، اور اس سے خطاب ہو رہا ہے۔ (بلاتے وقت مکان سے باہر جو کہا تھا اس کے متعلق سوال نہیں ہے)

(۳) اور کیا اس وقت سوا عائشہ اور عبدالرشید کے اور کوئی عورت وغیرہ بھی مکان میں تھی۔

(۴) اور کیا اس مکان کا دروازہ باہر آمد و رفت کے لئے ایک ہی ہے یا متعدد؟

ان چاروں نمبروں کا جواب مفصل آنے پر اس شہادت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا حکم شرعی لکھا جائے گا۔ علاوہ ازیں ــ ایک یہ بات بھی لکھی جائے کہ وہ حاکم جس کی عدالت میں مقدمہ پیش ہے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

فقط والسلام

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ از خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون

مؤرخہ ۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۵۰ھ

جواب سوال نمبر ۱: گواہوں کو جب بلا کر لایا، تو میں لڑکی کو دیکھتا تھا، وہ میرے نظر کے سامنے تھی، اگرچہ دو گواہوں سے لڑکی کا پردہ پہلے سے نہ تھا، لیکن لڑکی اس وقت پردہ کی آڑ میں تھی۔

جواب سوال نمبر ۲ ــ میں نے گواہوں کو اندر لا کر یہ الفاظ کہا تھا، کہ میری لڑکی کو اس کا شوہر طلاق دیتا ہے، تم سن لو، لڑکی اس جگہ کواڑ کے آڑ میں موجود تھی، اور ایک کواڑ کھلا ہوا تھا

www.ahlehaq.org

اور ہم صورت سے بند تھا، اور اسی کواڑ کے آڑ میں لڑکی کھڑی ہوئی تھی، اور بات چیت بھی کر رہی تھی، اور میں لڑکی عائشہ کو دیکھ رہا تھا، اور گواہوں اور شوہر سے لڑکی کی موجودگی دو ڈیڑھ ہاتھ کا فاصلہ تھا، اس لئے کہ مکان مختصر ہے۔

جواب سوال نمبر ۳ ــــ عائشہ کے پاس سوائے اس کی حقیقی ماں کے اور کوئی عورت و مرد نہ تھا۔

جواب سوال نمبر ۴ ــــ دروازہ مکان کا ایک ہی ہے دوسرا دروازہ یا کھڑکی وغیرہ نہیں ہے، مکان کے اندر اس ایک ہی دروازہ سے باہر کا آدمی داخل ہو سکتا ہے۔ اور کوئی دوسری صورت داخلہ کی نہیں ہے۔

جواب سوال نمبر ۵ ــــ حاکم عدالت مسلمان اور حال ہی میں فرماں روائے بھوپال نے جدید قانون نافذ کیا ہے، کہ شرعی مقدمات کا بلا فتوی مفتی صاحب ریاست و اراکین مجلس علماء کے علاوہ اپنی رائے سے کوئی فیصلہ مسلمانوں کا نہ کرے، مثل کا محکمۂ افتاء میں جانا ضروری ہے مفتی صاحب حال بھوپال قاضی صاحب مرحوم کے حیات میں نائب مفتی تھے وہی مفتی مقرر ہوئے ہیں، ان مفتی صاحب نے دیانۃً فتوی دیا تھا، کہ طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے، اب بھی عدالت سے مثل انھیں مفتی صاحب کے پاس جائے گی۔ فقط

خاکسار، عبداللطیف پدر
مسماۃ عائشہ۔

الجواب

اختلف المشايخ فى تحمل الشهادة على المرأة كانت متنقبة، بعض مشايخنا قالوا: لايصح التحمل عليها بدون رؤية وجهها، وبعض مشايخنا توسعوا فى هذا، وقالوا يصح عند التعريف، وتعريف الواحد يكفى، والمثنّى أحوط، وإلى مال الشيخ الإمام المعروف بخواهر زاده، وإلى القول الاول مال الشيخ الامام الأوزجندى، والشيخ الإمام ظهير الدين وضرب من المعقول يدل على هذا الخ عالمگيرية (ج ۴ ص ۳۵)

وفيه أيضاً فى الصفحة الانية، ويصح تعريف من لايصلح شاهداً لها، سواء كان الإشهاد لها أوعليها، ومن المشايخ من قال: إن كان

www.ahlehaq.org

الاشهاد لها، لایصح التعریف ممن لایصلح شاهدًا لها، ولختار نجم الدین النسفی القول الأول، کذا فی الفصول العمادیة، اھ

اس سے معلوم ہوا کہ پردہ نشین عورت کے متعلق اگر ایک شخص یہ بیان کرے کہ وہ یہاں موجود ہے، اور اس سے یہ خطاب کیا جارہا ہے، یا وہ یہ بات کہہ رہی ہے جو تم سن رہے ہو، تو اس صورت میں سننے والوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، بعض مشائخ نے اس کو معتبر رکھا ہے۔ اور اس واقعہ میں حضرت مولانا تھانوی مدظلہ العالی بھی فرماتے ہیں کہ شہادت قبول کرنا چاہیئے، کیونکہ جن مشائخ نے تعریف واحد کو کافی نہیں سمجھا، اس کی بناء یہ ہے کہ شاید یہ شخص غلط کہتا ہو اور اس واقعہ میں سے الفاظ طلاق تو خود شاہدوں نے سنے ہیں، اور زوجہ کے والد نے شاہدوں سے یہ کہا ہے کہ یہ میری لڑکی کو طلاق دے رہا ہے۔ اگر خسر کا یہ قول غلط ہوتا تو داماد رد کر دیتا، اس کے سکوت سے اس کی صاف تائید ہوتی ہے کہ خسر کا قول صحیح ہے۔ اور شہادت اس واقعہ میں معتبر رہنا چاہیئے، پس حاکم کو اس صورت میں ان مشائخ کا قول لینا بہتر ہے جو تعریف واحد کو کافی کہتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئلہ میں حاکم کو شہادت تسلیم کر کے طلاق کا فیصلہ کر دینا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۱۵ رجب ۱۳۵۰ھ

طلاق میں گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے

سوال: ایک شخص اقرار کرتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دی کہ ایک طلاق، دو طلاق مگر دو گواہ شہادت دیتے ہیں کہ اس نے یوں کہا تھا "ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن دی مگر گواہ عادل نہیں، یعنی پابند صوم وصلوۃ نہیں۔ اب اگر ہم ان کو غیر معتبر جان کر دو طلاق کا حکم دیتے ہیں، تو اس زمانہ میں کوئی کام شریعت کے موافق ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ دنیا میں ایک طرح سب فاسق ہیں الا ماشاء اللہ، پھر مدعی ماشاء اللہ گواہوں سے زیادہ فاسق ہے۔

راقم: فدوی کفیل الدین
مقام اسلام آباد، ضلع تیرہ

www.ahlehaq.org

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ گواہ عادل نہیں، اس لئے ان گواہوں کی شہادت سے تین طلاق کا حکم نہیں دیا جا سکتا، بلکہ صرف دو طلاق رجعی واقع ہوئی ہیں اور جب لوگوں نے شریعت کی پابندی چھوڑ دی تو وہ خود چاہتے ہیں کہ شریعت کے موافق ہمارا کوئی معاملہ ثابت نہ ہو، اور جس دن وہ شریعت کے موافق اپنے معاملات کو ثابت کرنا چاہیں گے۔ خود بھی پابندی کریں گے، اور دوسروں سے بھی کرائیں گے۔ اور مدعی کا عادل ہونا شرط نہیں، مدعی تو کافر بھی ہوتا تو کیا؟ عدالت تو شہود میں شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ۔ از تھانہ بھون
۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

کتاب القصاص والدیات

مجنون اگر اپنی بیوی کو قتل کر دے؟

سوال:- ایک شخص مجنون حالت میں اپنی بیوی کو رات کے وقت نیند میں کڑتالی جس سے لکڑی چیرائی جاتی ہے سر پر مار کر قتل کر ڈالا، گواہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سر پر کڑ ہالی مار کر پاؤں سے خوب روندا جس کی وجہ سے عورت مر گئی، ابھی اس پر غسل دینا چاہئے یا نہ؟ اور کیوں؟ خلاصہ تحریر فرمائیں؟

الجواب

قال فی نور الأنوار: والجنون، وتسقط به العبادات المحتملة للسقوط، لا ضمان المتلفات ونفقة الاقارب والدية، كما فی الصبی بعينه، لكنه إذا يمتد لحق بالنوم اھ

www.ahlehaq.org

وھٰذا فی الجنون العارضی، بأن بلغ عاقلاً ثم جن، وأما فی الجنون الأصلی، بأن بلغ مجنوناً، فعند أبی یوسفؒ ھو بمنزلہ السباع اھ ص ۲۸۸

وفی الاشباہ فی أحکام الصغار، ولا قصاص علیہ وعمدہ خطاء اھ ص ۳۲۷

وفی عالمگیریۃ فی تعریف الشھید، او قتلہ مسلم ظلماً ولم تجب بہ الدیۃ اھ ج ۱ ص ۱۰۸۔

صورت مسئولہ میں اگر زوج قاتل کا جنون ممتد ہے تو وہ نابالغ بچہ کے حکم میں ہے، اور نابالغ کے قتل سے قصاص واجب نہیں ہوتا، صرف دیت واجب ہوتی ہے، لہٰذا عورت شہید کے احکام قرار نہ پائے گی، اور اس کو غسل دیا جائے گا اور زوج اس کے میراث سے بھی محروم نہ ہوگا، جیسا کہ صبی اپنی مورث کو قتل کر کے میراث سے محروم نہیں ہوتا۔

قال فی نور الأنوار: فلا یحرم عن المیراث بالقتل عندنا یعنی لو قتل الصبی مورثہ عمداً أو خطاءً لا یحرم عن میراثہ لأنہ عقوبۃ وعھدۃ لا یستحقھا الصبی اھ ص ۲۸۸

اور اگر جنون غیر ممتد ہے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔

واللہ اعلم

۲ر شوال ۱۳۴۱ھ

www.ahlehaq.org

کتاب الحدود و التعزیرات

حاکم کیلئے شخص متہم کو سزاء دینا جائز ہے

سوال :۔ ایک آدمی نے رات کے وقت بذریعہ نقب زنی ایک مکان سے لیمپ، کپڑے اور دیگر اشیاء چرائی علی الصبح مالک کو مکان میں داخل ہونے پر مکان میں سوراخ معلوم ہوا اور مال عدم موجود پایا یا نقب کے پاس دو آدمی کے پاؤں تازہ معلوم ہوئے تھے دو تین آدمیوں نے پاؤں کے نشانات کا پیچھا کیا اور ایک گھر تک نشانات گئے اوس گھر کے ملحقہ ایک پٹوار خانہ جو کہ اوس گھر والے کے بھائی نے سرکار پر فروخت کیا تھا جسمیں پٹواری بوجہ خطرہ کے نہیں رہتا، اوس گھر والے اپنا بھوسہ وغیرہ اس میں رکھا کرتے ہیں، اس پٹوار خانہ کی تلاش پر بھوسہ میں مال مسروقہ سے گھی کا ایک برتن ملا، گواہان میں سے ایک معتبر گواہ نے ملحقہ گھر والے کو ڈانٹا اور کہا کہ اب تو چوری تم پر ثابت ہوگئی دیگر مال بتاؤ جو دو تین گواہان کے سامنے اسی کوہٹہ کے بھوسہ میں سے دیگر مال مشتبہ نکالدیا اور کہا میں نے اور میرے بھائی نے یہ مال چرایا تھا مگر سرکار کو حالت مت کہو۔ اب ایک بھائی تو بھاگ کر سرکاری علاقہ سے باہر چلا گیا دوسرا عدالت میں اس بیان سے منکر ہے جو اس نے گواہان کے سامنے دیا تھا۔ گواہان اس امر میں متفق البیان ہیں کہ ملزم نے انکے سامنے جرم سے اقبال کیا، بلکہ مال بھی خود نکالا۔ مگر دیگر بیانات میں گواہان کا اکثر اختلاف ہے، ایک گواہ کہتا ہے کہ نقب کی جگہ سے بقدرے فاصلہ تک نشانات قدموں کے اوپر ان کو محفوظ رکھنے کی خاطر ان پر برتن رکھے گئے تھے تاکہ تفتیش میں دقت نہ ہو، دوسرا کہتا ہے کہ ملزم کے گھر تک ان نشانات پر برتن رکھے گئے تھے۔ اس مؤخر الذکر بیان والے دو گواہان ہیں۔ اب بعض گواہان تو کہتے ہیں کہ ملزم کے گھر تک تو وہی نشانات آئے ہیں مگر پٹوار خانہ کے صحن میں بہاری کے ساتھ نشانات مٹائے گئے ہیں مگر پولیس کا سپاہی جو کہ نشانات پاؤں کی شناخت کیلئے سرکار سے مقرر کیا ہے اور اس فن میں ماہر ہے کہتا ہے کہ پٹوار خانہ

www.ahlehaq.org

کے صحن میں بھی نشانات پاؤں موجود تھے اور ملزم کے پاؤں کے مشابہ پاؤں ہے اور بہاری سے وہ نشانات بالکل نہیں مٹائے گئے سرکار کا قانون تو کہتا ہے کہ اگر ایک گواہ کے بیان پر بھی عدالت کو تسلی آجاوے تو سزا دیجاے اور اگر بیان متضاد ہوں تو بھی ملزمان کو چھوڑنا نہ چاہیئے۔ اب شرع ایسے ملزم کیلئے کیا حکم دیگی۔

الجواب

صورت مذکورہ میں اگر حاکم کے نزدیک مدعی علیہ متہم معلوم ہو تو اس کو سزائے قید دینا اور زدوکوب کرنا جائز ہے جتنی مدت کی قید بھی اسکے نزدیک مناسب ہو۔ قال فی الدر للقاضی تعزیر المتّهم۔ وفی ردالمحتار: و فی هذا التصریح بان ضرب المتهم بسرقة من السیاسة وفی الدر ناقلاً عن العینی عن ابی یوسف ومن یتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس احبه واخلده فی السجن الخ ص۲۹ ج ۳ - اور متہم ہونیکی صورت ایک تو یہ ہے کہ وہ شخص ارتکاب جرائم میں مشہور ہو، دوسری یہ کہ ایک نیک شخص یا دو مجہول الحال آدمی گواہی دیں جنکی گواہی سے حاکم کو مدعی علیہ کا متہم ہونا معلوم ہو جائے لیکن اس صورت میں مدعی علیہ کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ دعوے قتل میں دو عادل مسلمانوں کی شہادت قاتل مسلم میں شرط ہے اور قاتل کافر میں دو کافر گواہ بھی کافی ہیں اور نہ اس پر جرمانہ مالی کیا جا سکتا ہے لیکن اگر قانوناً جرمانہ کرنا ضروری ہو تو جرمانہ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ بعض آئمہ نے جرمانہ کو جائز کہا ہے

جرمانۂ مدارس بر طلبۂ غیر حاضر

سوال :- یہاں کے مدرسہ کا ایک قانون یہ ہے کہ طلبہ کی غیر حاضری پر فی روز دو پیسہ جرمانہ لیا جاتا ہے نیز اُن پر جو فیس مقرر ہے اسکی ادائیگی کی تاریخ معینہ سے دیر ہونے سے فی روز دو جُرمانہ ہے یہ جرمانہ لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر انہیں پیسوں کو کسی مدرّس کی تنخواہ میں دیا جاوے تو اس مدرس کو لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حنفیہ کے نزدیک غرامۂ مالیہ جائز نہیں، پس اگر مدرسہ مسلمانوں کا ہے تو ایسے جرمانہ سے مدرس کو تنخواہ لینا درست نہیں اور گورنمنٹ کا ہے تو بوجہ

www.ahlehaq.org

استیلاء کے درست ہے واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۵ / محرم ۴۵ھ

اس شخص پر تعزیر کا حکم جس پر عورت نے زنا کی تہمت لگائی ہو اور مرد منکر ہو۔

شخصے بازنے منکوحہ زناء کرد، بعد ازاں زن میگوید کہ فلان با من زنا کردہ است لیکن آں شخص انکار میکند دریں صورت اورا سیاستہً ہیچ سزا دادن شرعاً چہ حکم دارد۔

الجواب

محض عورت کے کہنے سے مرد پر سیاستہً تعزیر نہیں ہوسکتی بلکہ اگر قاضی کی رائے میں قرائن اُخر سے وہ متہم کے درجہ میں ہو جائے تو تعزیراً کچھ سزا دی جاسکتی ہے مگر قاضی آجکل کہاں، البتہ بعض قوموں میں پنچایت کا زور ہوتا ہے تو پنچایت اس بارہ میں بمنزلہ قاضی کے ہے اگر وہ مسائل شرعیہ سے باخبر ہوں یا کسی عالم سے پوچھکر عمل کرتے ہوں واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون

البتہ صورت مسئولہ میں عورت اگر دعوے اکراہ کا نہ کرے تو عورت یقیناً مستحق عقوبت ہے۔ اگر حاکم اسلام کے روبرو ہو تو وہ عقوبت حد زنا ہے بشرائطھا اور اگر غیر حاکم کے روبرو ہو تو حدود شرعیہ کے اندر جس قدر تعزیر اسکے قدرت میں ہو۔

اشرف علی

حکم تعزیر بالمال

چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جرمانہ مال شرعاً جائز است یا نہ مثلاً سرداران بستی اگر کسی را قسمے خطا وقصور می بینند چنانچہ شخصے کسے را سب وشتم یا دیگر ہیچ حرکت ناشائستہ کند پس اورا باتفاق سردارانِ محلہ سیاستہً چند روپیہ جرمانہ میکنند یا اگر شخصے مال یا چیز کسے نقصان کند دران نیز بصورت اولیٰ جرمانہ می سازند آیا این چنین جرمانہ از قرآن

www.ahlehaq.org

وحدیث ونیز ائمہ اربعہ ثابت است یانہ ، وآن رقم وروپیہ راچہ باید کرد وآن را مستحق کدام کس اند اگر آن رقم ها بنزد یکے از سرداران اوشان جمع داشتہ بامور متفقۂ ہمہ مردمان بوقتِ ضرورت صرف نمایند آنرا چہ حکم است آیا جائز است یانہ بحوالۂ کتب تفصل وار ہمہ حکم را جواب تحریر فرمایند۔

الجواب

جرمانۂ مالی مذہب حنفی میں جائز نہیں ہے، قال فی الدر فی باب التعزیر لا بأخذ مال فی المذھب اھ و قال الشامی وشرح معانی الاثار (للطحاوی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ اھ (ص۲۷۵ ج ۳) باقی دیگر ائمہ کا مذہب بیان کرنا ہمارے ذمہ لازم نہیں۔ نہ دلائل حدیث قرآن بیان کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ وظیفہ مجتہد ہے اور ہم مقلد ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررالاحقر ظفر احمد عفا عنہ
از تھانہ بھون

مرتد اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے احکام

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل مفصلہ ذیل میں۔ زید پیدائشی ہندو تھا بالغ ہوکر علی الاعلان مسلمان ہوگیا مگر بی بی بچے اسکے ہندو رہے، اب چار پانچ سال ہوئے کہ زید نے علانیہ بودھ مذہب اختیار کرلیا ہے اور اپنے دروازے پر بودھ کی مورت بھی نصب کرلی ہے اپنے آپ کو بدھ کھتری مشہور بھی کرتا ہے مگر ہر سال مولود شریف اور مسلمانوں کی دعوت بھی کرتا ہے اس طور پر کہ ایک مسلمان مثلاً بکر کو نقد روپیہ دیتا ہے اور بکر محفل میلاد اور دعوت کا انتظام کرتا ہے، بعض مسلمان اسکو مرتد سمجھتے ہیں اور اسکے کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ وہ مصلحتاً اپنے تئیں بودھ کہتا ہے درحقیقت وہ مسلمان ہے۔ نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے، مولود شریف کرتا ہے، مسلمانوں کی دعوت علانیہ کرتا ہے، جسکا جی چاہے خلوت میں پوچھ لے زید اپنے مسلمان ہونیکا اقرار کریگا ہاں اپنے برادری کے لوگوں میں اپنے تئیں بودھ بھی کہتا ہے، لہذا علمائے دین وحاملان شریعت غرائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

① زید کے حق میں کیا فرماتے ہیں ② بکر کے حق میں کیا فرماتے ہیں

www.ahlehaq.org

③ ان مسلمانوں کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو زید کو ایسی صورت میں مسلمان سمجھتے اور کہتے ہیں ④ ان مسلمانوں کے حق میں جو زید کو مرتد جان کر اسکی دعوت میں شرکت نہیں کرتے ⑤ ان مسلمانوں کے حق میں جو کہتے ہیں کہ زید اگر مسلمان نہ ہوتا تو سو روپئے کی رقم مولود شریف اور دعوت کیلئے کیوں دیتا ⑥ ان لوگوں کے حق میں جو کہتے ہیں کہ زید ہے تو درحقیقت مسلمان مگر چند مصلحتوں سے اپنے آپکو بودھ کہتا ہے، زید کے ساتھ مسلمانوں کو اخلاق برتنا چاہیئے ممکن ہے کہ وہ اخلاق وارتباط واختلاط باہمی کی وجہ سے پھر مسلمان ہو جائے اگر اخلاق نہ برتا گیا اور نفرت کا اظہار کیا گیا تو اسکا رہا سہا اعتقاد بھی جاتا رہیگا وہ بالکل کافر ہو جائیگا اور جو رقم وہ مولود شریف میں صرف کرتا ہے کفر کے کاموں میں صرف کریگا، جو مسلمانوں کو کھلاتا ہے وہ کفار کو کھلائیگا۔ اسلام کیطرف سے ان سوالات کا کیا جواب دیا جاتا ہے

⑦ ان لوگوں کے حق میں جو دعوت میں شرکت کریں ⑧ ان لوگوں کے حق میں جو زید کی دعوت کا انتظام زید کی خوشنودی کیلئے بلا اجرت یا اجرت لیکر کریں ⑨ ان لوگوں کے حق میں جو بکر کی رعایت اور خوشنودی کیلئے زید کی محفل کا انتظام کریں ⑩ ان حضرات کے حق میں جو زید کی محفل میں وعظ کہیں یا مولود شریف پڑھیں ⑪ ان حضرات کے حق میں جو محفل وعظ اور محفل مولود میں زید یا بکر کے ہاں شریک ہوں ⑫ ان لوگوں کے حق میں جو شرکت نہ کرنیوالوں کو بھلا برا کہیں اور طعن کریں ⑬ اس شخص کے حق میں جو مسلمانوں کو دھوکہ دیکر زید کا کھانا کھلائے اور دعوت کا اظہار اپنی طرف سے کرے ⑭ ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زید کی بیوی کی لاش کی مشایعت کی اس کو لاش جلاتے دیکھا ⑮ اس شخص کے حق میں جو علانیہ اپنے تئیں کافر کہے اور پوشیدہ مسلمان ہو ⑯ اس شخص کے حق میں جو اسلام کو حق کہے اور دوسرے مذہب مثلاً بودھ مذہب کو بھی حق کہے ⑰ کافر اور مرتد کے احکام میں کیا فرق ہے۔ بینوا وتوجروا من عند اللہ العلی العظیم۔

بصد احترام التجا آنکہ جوابات مسکت ومدلل ہوں تاکہ پھر کسی شبہ وسوال کی گنجائش نہ ہے

الجواب

① زید مرتد ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسکو تبلیغ اسلام کی جاتی اگر علانیہ

www.ahlehaq.org

اپنے کو مسلمان نہ کہتا تو قتل کردیا جاتا (۲) اگر بکر کو زید کی خفیہ حالت سے اس کا مسلمان ہونا اور اپنے کو مسلمان کہنا اور نماز پڑھنا وغیر معلوم ہے تو اسکو زید کے ساتھ اس نیت سے کہ شاید پھر مسلمان علانیہ ہو جائے اخلاقی برتاؤ جائز ہوگا کما فی التاریخ عن بعض الصحابۃ، أنهم تلاقوا بالحبلة بعد ردتہ ونصحوہ ووعظوہ وقبلوا إکرامہ وجوائزہ (۳) جن مسلمانوں کو زید کی خفیہ حالت سے یہ تحقیق ہوگئی ہو کہ وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے ان کو اس کے ساتھ اخلاقی برتاؤ تو جائز ہے مگر مسلمان سمجھنا جائز نہیں جب تک کہ وہ اسلام کا اعلان اس طرح نہ کرے جس طرح اس نے اپنے ردت کا اعلان کیا ہے (۴) زید حقیقت میں بحکم شرع مرتد ہی ہے لہٰذا جن لوگوں کو اس سے اختلاط کرنے میں امید اصلاح نہ ہو ان کو اس سے کنارہ کشی کر لینا اور میل جول ترک کر دینا ضروری ہے (۵) محض مولود شریف کرانا اور دعوت مسلمین کرنا اسلام کی دلیل نہیں بعض ہندو بھی اپنے مسلمان دوستوں کی خاطر مولود کرا لیتے ہیں (۶) جن لوگوں کو زید کی اندرونی حالت معلوم ہو انکو اسکی اصلاح کی غرض سے اس سے اختلاط وغیرہ جائز ہے اور اگر محض طمع دنیا اس کا سبب ہے تو ناجائز ہے (۷) اگر دعوت کا انتظام کوئی مسلمان کرتا ہو اور وہ مسلمان ہی داعی ہو تو قبول دعوت کا مضائقہ نہیں گو اسمیں روپیہ مرتد ہی کا لگتا ہو اور اگر وہ مرتد خود داعی ہو تو عام مسلمانوں کو اسکی دعوت قبول نہ کرنا چاہیئے ہاں جن کو اسکی اندرونی حالت سے اسلام کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہو اور ان کے اختلاط سے اسکی اصلاح متوقع ہو ان کو گنجائش ہے (۸) اسکا جواب بھی مثل ۷ ہے (۹) اگر اس محفل کے انتظام سے زید کی اصلاح کی اُمید ہو تو مضائقہ نہیں (۱۰) اسکا جواب بھی مثل ۹ ہے (۱۱) جن کو زید کا میلان الی الاسلام معلوم ہو ان کو شرکت جائز ہے اور جن کو معلوم نہ ہو ان کو مناسب نہیں (۱۲) ان کو بلا وجہ طعن کی وجہ سے گناہ ہوگا کیونکہ جس شخص کو مرتد کا میلان الی الاسلام معلوم نہ ہو اس کے ذمہ اس کے ساتھ مرتدین کا سا برتاؤ لازم ہے (۱۳) اگر یہ شخص محض طمع نفس سے ایسا کرتا ہے گنہگار ہے اور اگر اس سے اس فعل کو مرتد کے اسلام کی طرف آجانیکی امید ہے تو جائز ہے باقی دھوکہ دینا کسی حال میں جائز نہیں حقیقتِ حال سے لوگوں کو مطلع کر کے انتظام کرے جو آئیگا آجائیگا جو

www.ahlehaq.org

آئیگا نہ آئے گا (۱۴) جنازہ کافرہ کی مشایعت ناجائز ہے یہ لوگ گنہگار ہوئے توبہ کریں (۱۵) احکام ظاہرہ میں وہ کافر شمار کیا جائیگا اور باطن کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جائیگا (۱۶) ایسا شخص جو مذہب اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو بھی حق کہتا ہو کافر ہے (۱۷) مرد مرتد کو دار الاسلام میں تین دن سے زیادہ تک زندہ نہیں رکھا جاسکتا اگر ارتداد کے بعد وہ اسلام کی طرف نہ آئے تو حکم قتل کا ہے مگر یہ وہاں ہے جہاں اسلامی حکومت ہو۔ ہندوستان میں یہ حکم نہیں یہاں مرتد اور دوسرے کافر ایک حکم میں ہیں۔ البتہ مرتد کے ساتھ دوسرے کافروں سے زیادہ اظہار نفرت و کراہت کرنا چاہیئے مگر یہ کہ اس کے اسلام کی امید ہو تو اس نیت سے مدارات کا مضائقہ نہیں: قال فی العالمگیریۃ مرتد لحق بدار الحرب ثم ظهر على ذلك المال فهو فيءٌ ولا سبيل لورثته عليه اھ (ص۱۵۸ ج ۳) دل على ان المرتد بدار الحرب قبل الظهور عليه فى حكم الحربى إلا أنه لا يسترق بعد الظهور عليه قال فى العالمگيرية وان كان لحق بدار الحرب ثم رجع و ذهب بماله وأدخله دار الحرب ثم ظهر على ذلك المال فانه يرد على ورثته الا انه بغير شئ قبل القسمة وبالقيمة بعد القسمة كذا فى الكافى اھ (ص۱۵۸ ج ۳) قلت ولما جرى القسمة فى ماله الذى تعلق به حق الورثة ففيما لم يتعلق به حقهم وهى الصورة السابقة اولى و فيها ايضاً ذكر الامام ركن الاسلام السندى إذا كان حربيا فى دار الحرب وكان الحال حال صلح ومسالمة فلا بأس بان يصله كذا فى التتارخانية هذا هو الكلام فى صلة المسلم المشرك وجئنا إلى صلة المشرك المسلم فقد روى محمد فى السير الكبير اخباراً متعارضة اھ وفيها ايضًا لا بأس بالذهاب إلى ضيافة اهل الذمة اھ وفيها إذا دخل ذمى على مسلم فقام له ان قام طمعا فى إسلامه فلا بأس به وان قام تعظيما له غير ان ينوى ما ذكرناه او قام طمعا لغناه كره له ذلك اھ (ص۲۳۲ ج ۶) قلت والمرتد بدار الحرب كالحربى المسالم ظاهرا والله اعلم۔ قال فى البحر: وين ول ملك المرتد عن ماله زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملكه، قالوا وهذا عند أبى

www.ahlehaq.org

حنيفة وعندهما لا يزول ملكه لانه مكلف محتاج فالى ان يقتل يبقى ملكه كالمحكوم عليه بالرجم والقصاص وله أنه حربي مقهور تحت ايدينا حتى يقتل ولا يقتل الا بالحراب وهذا يوجب زوال ملكه اهـ قلت ومفاد ذلك امران الاول كون المرتد فى حكم الحربي والثانى زوال ملكه عن ماله للحراب ولا يخفى ان الحراب انما يوجب زوال الملك فى دار الاسلام واما فى دار الحرب فلا فالمرتد بدار الحرب فى حكم سائر الحربيين : قال فى البحر: وقيد بالمرتد لان المرتدة لا يزول ملكها عن مالها بلا خلاف فيجوز تصرفاتها بالاجماع لأنها لا تقتل فلم تكن ردتها سببا لزوال ملكها كذا فى البدائع ، وينبغى أن يلحق بها المرتد اذا لم يقتل وهو من كان فى إسلامه شبهة كما قدمناه بجامع عدم القتل ولم اره صريحا اهـ (ص۱۳۱ ج۵). قلت واللاحق بدار الحرب ومن ارتد فيها اولى بهذا الحكم لما فى البحر ايضاً (ص۱۳۲ ج۵) لانه باللحاق صار من اهل الحرب اهـ قلت فيجوز قبول ضيافته اذا كان يرجى إسلامه كما يجوز اجابة ضيافة الذمى والحربى المسالم وكذا يجوز مبايعته والمعاملة معه كما جاز مع اهل الحرب سائرهم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی اللہ عنہ

حکم تعزیر طلبۂ علم وصبیان وزوجہ بر کوتاہی در تعلیم۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں ۱؎ کہ طالب علم چاہے قرآن مجید پڑھتا ہو چاہے دیگر کتب علم دین کی پڑھتا ہو ۔ اگر وہ پڑھنے میں محنت کرکے یاد نہ کرے تو شرعاً کس حد تک مارنے کی اجازت ہے جسمیں عند اللہ مواخذہ نہ ہووے ۔ اور اگر وہ اپنی طرف سے محنت تو خوب کرتا ہے لیکن بوجہ کم ذہن ہونیکے سبق یاد نہیں ہوتا ۔ تو شرعاً کس حد تک مارنے کی اجازت ہے جس میں کہ عند اللہ مواخذہ نہ ہووے ۔ چاہے طالب علم لڑکا ہو یا لڑکی ہر ایک کا حکم ایک ہی ہے یا جداگانہ بالتفصیل تحریر فرمائیے جس سے استاذ کو پوری نصیحت ہوجائے اور عند اللہ مواخذہ نہ ہووے ۔ آجکل کم علم استاذ بہت ہی مارتے ہیں۔ جواب تسلی بخش تحریر فرمائیں۔

www.ahlehaq.org

ع۲ ایک شخص کی زوجہ ہے. وہ اپنی زوجہ کو خود ہی پڑھاتا ہے۔ اگر اسکی زوجہ پڑھنے میں محنت نہ کرے تو کس حد تک اپنی زوجہ کو مار پیٹ کی اجازت ہے اور اگر وہ محنت تو خوب کرتی ہے لیکن بوجہ کم ذہن ہونے کے سبق یاد نہیں رہتا تو اس صورت میں کس حد تک مار سکتا ہے، قرآن مجید پڑھنے میں ایسا کرتی ہے۔ اگر وہ دیگر احکام خداوندی و فرائض (مثل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) میں ایسی کوتاہی کرے تو کتنی حد تک مارنے کی اجازت ہے۔ ع۳ کیا حدیث شریف میں اپنی زوجہ کو مسواک سے مارنے کی بھی ممانعت آئی ہے یا کہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے اگر زوجہ قرآن مجید پڑھنے میں ایسا کرے تو کس حد تک مارنے کی اجازت ہے (قرآن مجید پورا پڑھانا ضروری ہے یا نہ، یا کہ اتنا جس سے نماز پڑھ سکے اور اگر زوجہ فرائض و احکام خداوندی میں ایسی کوتاہی کرے تو شرعاً کیا حکم ہے، مار پیٹ کے بارے میں، مار پیٹ کرے یا طلاق دیکر چھوڑ دیوے اسکے بارے میں نیز جواب شافی و کافی تحریر فرمائیے کہ جس سے خاوند حقوق العباد کے گناہ میں نہ پکڑا جاوے اور عند اللہ مواخذہ نہ ہووے بر صورت زوجہ کے معاف نہ کرنے پر۔ فقط والسلام

الجواب

طالب علم اگر بالغ ہے، لڑکا ہو یا لڑکی تو اس کو تعلیم میں کوتاہی کرنے پر سزا دینا جائز ہے بشرطیکہ والدین کی طرف سے سزا دینے کی اجازت ہو اور اسکی حد یہ ہے کہ کماً و کیفاً محلاً ضرب معتاد سے زیادہ نہ ہو مگر آجکل عوام کو علم دین کی طرف زمانہ سابق کی طرح رغبت نہیں رہی اسلئے اکثر والدین کو معلم کی سزا ناگوار ہوتی ہے، نیز معلم بھی آجکل زیادہ تر مسائل سے جاہل اور اخلاق سے کورے ہیں۔ وہ حدود کی رعایت نہیں کرتے اس لئے زمانہ میں ایسے سوالات کا یہی جواب دیا جائیگا کہ معلم خود سزا نہ دے بلکہ جو لڑکا تعلیم میں کوتاہی کرے، اسی دن والدین کو اطلاع کر دی جائے کہ یہ لڑکا محنت نہیں کرتا۔ اب والدین خواہ سزا دیں یا نہ دیں اختیار ہے اور جو لڑکا محنت کرتا ہو مگر قدرتی طور پر کند ذہن ہے اس کو سزا نہ دی جائے نہ والدین سے سزا دلوائی جائے بلکہ اس کو بقدر ضرورت قرآن اور کچھ نماز روزے کے مسائل پڑھا کر والدین سے کہدیا جائے کہ اس کو کسی کام میں لگادو یہ پڑھنے کے لائق نہیں۔ اور نابالغ بچہ کو لکڑی یا کوڑے سے مارنا جائز نہیں۔ صرف ہاتھ سے مارنا جائز ہے، بشرطیکہ چہرہ پر اور

www.ahlehaq.org

نازک موقعہ پر نہ مارا جائے اور تین بار سے زائد نہ مارا جائے۔ اور بیوی کو تعلیمی کوتاہی پر مارنا جائز نہیں یہ حق باپ کا ہے، شوہر کا نہیں۔ اور ترک صلاۃ پر مارنے میں اختلاف ہے والمسئلۃ فی ردالمحتار ص۲۹۲ ج۳ تا ص۲۹۳ و ص۳۶۴ ج۱ و ص۵۵۷ و ص۵۵۸ ج۵ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۲۴ محرم ۴۷ھ

حکم تعزیر نابالغ بوطئی بہیمہ عرض اینکہ ایک لڑکے صغیر دس گیارہ برس عمر والے نے بچہ مادہ جاموس کے ساتھ بدفعلی کی ہے، اب اسکی نسبت جو شرعی احکام ہو روشن فرمادیں اور بچہ جاموس نسبت نیز۔

الجواب

اس بچہ کے والدین سے یا جو اسکا ولی سرپرست ہو کہا جاوے کہ اس بچہ کو بطور تادیب کے کچھ سزا دیدے۔ مگر لکڑی سے نہ مارے بلکہ ہاتھ یا جوتے سے سزا دے اور نازک موقعہ اور چہرہ پر نہ مارے اور بہت زیادہ نہ مارے کیونکہ بچہ نابالغ ہے۔ اور مادہ جاموس کے متعلق کچھ حکم نہیں وہ جسکی ملک ہے اس کو اس سے انتفاع جائز ہے۔ قلت: وحکم الذبح والتحریق الذی صرح بھما فقہاء نا مختص عندی بوطأ البالغ لان المطلق اذا اطلق یراد بہ الکامل۔ وھو ھذا لا وطأ الصبی۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفی اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۲ صفر ۴۷ھ

احکام تعزیر کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایسا ہے جو بے باکانہ دوسرے پر جھوٹی تہمت زنا کی لگاتا ہے نوجوانوں کو بہکا کر مختلف شرارتوں سے گاؤں میں بدامنی پھیلاتا ہے، مثلاً گھروں میں ڈھیلے پھینکواتا ہے۔ ایک کو دوسرے سے بہکا کر پٹوا دیتا ہے، گالی دلواتا ہے نماز جماعت بغرض فساد واشتعال الگ کرتا ہے۔ جماعت میں خلل ڈلواتا ہے، الگ چبوترہ نماز کا قائم کرتا ہے، پھر طرفہ یہ کہ مسجد سے روکنے کا الزام دوسرے پر لگا دیتا ہے، اور اس الزام کے اثبات کیلئے چبوترہ قائم کرتا ہے۔ دوسرے کو مالی نقصان پہونچاتا ہے اور اس فکر میں رہتا ہے

www.ahlehaq.org

گاؤں میں دو جھگڑنے والے اگر صلح کرنا چاہیں تو اشتعال آمیز باتیں کہکر صلح نہیں کرنے دیتا۔ غرضیکہ ایسے امور میں جس سے دوسروں کو ایذا پہونچے اور گاؤں میں بدامنی پھیلے اس کو خاص دلچسپی رہتی ہے، حرام حلال سے جائز ناجائز سے اسے کوئی بحث نہیں ایسا شخص شرعاً کس تعزیز کا اور کتنی تعزیر کا مستحق ہے۔ کیا حاکم کے علاوہ کوئی رئیس زمیندار ذی اثر گاؤں میں امن پھیلانے کے خیال سے کچھ تعزیز کر سکتا ہے ایسے تعزیر کیلئے ایسے زمیندار کیلئے حد شرعی کیا ہے۔

الجواب

قال فی الشامیۃ عن بعض المتاخرین إن الحد مختص بالامام و التعزیر یفعلہ الزوج و المولیٰ وکل من رأی احدا یباشر المعصیۃ ص ۲۷۴ ج ۳۔ وفیہ ایضاً عن المجتبی: الاصل أن کل شخص رأی مسلماً یزنی ان یحل لہ قتلہ و انما یمتنع خوفاً ان لا یصدق انہ زنی ص ۲۷۸ ج ۳۔ وعلامہ ابن وہبان بأنہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وھو حسن۔ وفی الدر وعزر کل مرتکب منکراً وموذی مسلمٍ بغیر حقٍ بقول او بفعل اھ۔

والتعزیر تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلاثون سوطاً و اقلہ ثلثۃ لو بالضرب و جعلہ فی الدر علی اربع مراتب اھ ملخصا۔

صورت مسئولہ میں یہ شخص مستحق تعزیر یقینا ہے پھر جو شخص اس کو خود برا کام کرتے ہوئے دیکھے اس کو اقامت تعزیر کا حق ہے اگر سمجھانے سے باز نہ آوے۔ اور جو خود نہ دیکھے بلکہ غائبانہ اسکی حرکتوں کو سنے اس کو تعزیر کا حق اس وقت ہے جبکہ ولایت تادیب حاصل ہو مثلاً زوج، مولیٰ اور باپ اور معلم کو تعزیر کا حق ہے اسی طرح رئیس دیہہ کو ان لوگوں کی تعزیر کا حق ہے جو اسکی رعیت ہوں۔ اور جو اسکی رعیت نہ ہوں انکی تعزیر کا حق نہیں مگر جبکہ اسکے سامنے معصیت کر رہا ہو تو ہر مسلمان کو حق تعزیر ہے۔ البتہ اگر رئیس کو حکومت کی طرف سے اختیار تعزیر حاصل ہو جاوے تو اس کو تعزیر متہم کا حق ہے اور تعزیر کے درجات ہیں کسی کو محض دھمکانا کافی ہو جاتا کسی کو مارنے کی ضرورت ہوتی ہے، اگر ضرب سے تعزیر کیجاوے تو انتالیس ۳۹ کوڑوں سے تجاوز نہ کیا جاوے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
اشرف علی

ظفر احمد عفی عنہ

www.ahlehaq.org

کتاب الإقرار والصّلح

صلح فاسد کی ایک صورت کا حکم سوال :۔ زید و عمرو و بکر و خالد ایک موضع کے زمیندار تھے جب موضع ان کے قبضہ سے برائے بیع نکل گیا تو مبلغ ایک صد روپیہ سالانہ بحق نانکار پاتے رہے اور زید کے سوا دوسروں کو اس موضع میں کچھ زمین بحق ساقط الملکیت بھی حاصل ہے اب زمیندار نے موضع مذکور کو فروخت کر ڈالا اور مشتری جدید نے مبلغ مذکور دینے سے انکار کیا۔ عمرو و بکر و خالد نے دعویٰ کا ارادہ کیا اور زید نے دعویٰ سے انکار کیا اور کہا تم خرچ کر کے دعویٰ کرو اگر تم جیت گئے تو مجھے اپنے حصّے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ عمرو و بکر و خالد دعویٰ میں کامیاب ہو گئے اب زید ان سے اپنے حصۂ حق کا طالب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حق نانکار و ساقط الملکیت لینا جائز ہے یا نہیں اور زید کو اپنے حصہ کا مطالبہ درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو جو اسکو حق نہ دے کیا وہ گنہگار ہوگا۔ فقط

الجواب

(بصورت تنقیح) بیع کے بعد تو بائع کا مبیع سے کوئی تعلق نہیں رہتا پھر یہ حق مالکانہ کیسا ملتا ہے۔ شرعاً اس حق مالکانہ کا لینا کسی کو بھی جائز نہیں ہے نہ زید کو نہ عمرو و بکر کو اور اگر اس معاملہ کی حقیقت کچھ اور ہے تو اس حق مالکانہ کی پوری حقیقت لکھی جاوے کہ یہ کیا ہوتا ہے اور کس وجہ سے ملتا ہے اور کس صورت میں بائع اسکا مستحق ہوتا ہے و نیز اراضی ساقط الملکیت کی بھی مفصل حقیقت تحریر کیجاوے تب مفصل جواب دیا جا سکتا ہے۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

الجواب صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنہ

تفصیل سوال بالا

قبل اسکے کہ نانکار اور اراضی کو واضح طور پر ظاہر کیا جاوے پہلے اس موضع کا حال جسمیں یہ دونوں حقوق واقع ہیں جو زید و عمرو و بکر و خالد وغیرہ کو ملتے ہیں تحریر

www.ahlehaq.org

کیا جاوے۔ کیفیت موضع یہ ہے کہ ۱۲۳۵ھ فصل مطابق ۱۲۴۳ھ میں منجانب زید وعمرو وبکر وخالد ومورثان ان کے بیع فرضی بلکہ جبراً وقہراً کیا گیا زرثمن کچھ بھی وصول نہیں۔ ۱۲۳۵ھ فصل سے ۱۲۴۱ھ فصل تک مشتری فرضی کا قبضہ رہا ۱۲۴۱ھ ف میں مشتری کو نکالدیا گیا، زید وعمرو وبکر وخالد اور ان کے مورثان نے موضع پر قبضہ کرلیا ان لوگوں کا قبضہ ۱۲۵۹ھ فصل تک رہا ۱۲۵۹ھ فصل سے ۱۲۶۳ھ ف تک ایک اور تیسرے شخص نے بوجہ چند دستاویزات قدیم کے قبضہ رکھا اس شخص ثالث کے قبضہ اُٹھا دینے کی غرض سے زید وعمرو وبکر وخالد وغیرہم اور ان کے مورثان نے پھر مشتری فرضی کو بوجہ اسکے کہ وہ غلبہ رکھتا تھا اور شاہ اودھ کے دربار میں رسوخ حاصل تھا بلایا گیا۔ اب ان سب لوگوں نے ملکر اس شخص ثالث کو موضع سے نکالدیا اسی اثناء میں عملداری انگریزی شروع ہوگئی، ہاں یہ ایک بات اور خیال میں رکھنے کی ہے کہ بیعنامہ مذکور پر سب شرکاء کے دستخط بھی نہیں ہوئے تین اشخاص کے دستخط نہیں اور حسب ضابطہ شاہی قاضی کی عدالت میں بھی نہیں پیش ہوا، قاضی وقت کی دستخط ومہر بیعانہ پر ثبت نہیں ہے۔ اب وہ تیسرا شخص موضع سے نکالدیا گیا ہے، موضع سرِدست مالک وزمینداری سے خالی ہے اور عملداری انگریزی شروع ہے، بندوبست ہورہا ہے اس وقت مشتری فرضی اس فکر میں ہے کہ موضع پر میں قابض ہوں اور زید وعمرو وبکر وخالد اپنی فکر میں ہیں کہ ہم قابض ہوں۔ یہ زید وغیرہ مفلس اور کمزور ہیں اور مشتری صاحب زر وزوردار ہیں اس نے مبلغ ایک صد روپیہ زید وغیرہ کو موضع سے دینا منظور کرلیا اور ایک کاغذ بھی لکھدیا اور زید وغیرہ کو اس طریق سے دعویداری موضع سے باز رکھا یہ لوگ دعویدار نہیں ہوئے، مشتری کے نام بندوبست ہوگیا اس روپیہ کا نام (نانکار) ہے۔ یہ حقیقت ہے، نانکار ملنے کی اس کے بعد جب مشتری کا قبضہ وتسلط ہوگیا تب اس نے اس روپیہ کو روک دیا نہیں دیا۔ نالش کرنے پر زید وعمرو وبکر اور ان کے مورثوں کے نام ڈگری ہوگئی، کیفیت اراضی ساقط الملکیت کی یہ ہے کہ جب موضع زید وعمرو وبکر وخالد وغیرہم کے پاس تھا اس وقت وہ لوگ کچھ اراضی بھی کاشت کئے ہوئے تھے وہ انکی کاشت میں اب بھی تھے یعنی جب مشتری کا قبضہ ہوا اسکو بھی مشتری نے ان کو دینا نہیں چاہا اور بے دخلی باضابطہ کردی ان کو عذردار ہونے پر حسبِ قانون گورنمنٹ ڈگری ساقط الملکیت کی ملگئی جسکی اصلیت

www.ahlehaq.org

یہ ہے کہ اسکا لگان بمقابلہ عام کاشتکاران فیصدی پچیس روپیہ کم ہوگا اور ہرسال مثل عام کاشتکار انکے بے دخلی نہ ہوسکیگی اس طرح پر یہ دوحق موضع میں زید عمرو و بکر و خالد وغیرھم کو موضع بلا قیمت کھوکر ملتے ہیں جسکی بابت مسئلہ منسلکہ دریافت طلب ہے کیا یہ دونوں حق شرعاً ایسی صورت میں ناجائز ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زید و عمرو و بکر وغیرہ نے جو مشتری فرضی کے ساتھ سو روپیہ سالانہ موضع سے لینے پر دعویٰ ملکیت سے دستبرداری کی ہے اس عقد کی حقیقت صلح ہے اور جو صورت صلح کی اختیار کی گئی ہے وہ فاسد ہے۔ لان الصلح کالبیع ان وقع عن مال بمال وکالاجارۃ ان وقع عن مال بمنفعتہ کما فی الدر (ص ۴۲۰ و ۴۲۶ ج ۴) ویفسدہ جھالۃ البدل المصالح علیہ کما فیہ ایضاً (ص مذکور) والبدل مجھول ھناک ففسد الصلح۔ اور جب صلح فاسد ہوگئی تو شرعاً یہ موضع زید و عمرو و بکر وغیرہ اصلی مالکان موضع کی ملک ہے۔ مشتری فرضی یا اسکے وارثان کی ملک نہیں زید و عمرو و بکر وغیرہ اس موضع کی پوری آمدنی کے شرعاً مستحق ہیں اور اگر کوئی شخص ظلماً ان کو پوری آمدنی نہ دے تو جتنی بھی ان کو قانوناً مل سکے وہ ان کے اور ان کے ورثاء کیلئے حلال ہے اور حق ساقط الملکیت بھی جو ان کو اس موضع میں حاصل ہے وہ ان کیلئے حلال ہے اور زید نے جو بندوبست سابق کے وقت دعویٰ سے انکار کیا تھا اور عمرو و بکر و خالد سے کہا کہ جس کا جی چاہے خرچ کرکے دعویٰ کرے اس سے زید کی ملکیت اراضی موضع سے زائل نہیں ہوئی بلکہ اس کا حق بدستور قائم رہا اور اس کے بعد عمرو و بکر و خالد کو اس موضع سے جو کچھ بھی ملا یا آئندہ ملے اس میں زید اور اسکے ورثاء کا بھی حق ہے سب کو سہام شرعیہ کے موافق تقسیم کرنا چاہیئے البتہ عمرو و بکر کا دعویٰ میں جو ضروری صرف ہوا ہو اسمیں سے جس قدر زید کے حصہ پر پڑتا ہو وہ خرچ عمرو و بکر و خالد یا ان کے ورثاء زید سے یا اسکے ورثاء سے لے سکتے ہیں ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ۔ از تھانہ بھون

سوال:۔ ایک شخص کے پاس زمین ہے جسمیں بعض ورثاء کا حق ہے جو اُن کو دیا نہیں گیا۔ ایک وارث کا دوسرے ورثاء کو کچھ رقم دیکر انکے حصہ سے صلح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

www.ahlehaq.org

اب یہ شخص دوسرے ورثاء کے سامنے مثلاً دوسو روپے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا جو حق اس جائیداد میں ہے اسکے عوض تم مجھ سے اتنے روپے لے لو۔ باقی کو چھوڑ دو۔ یا باقی سے مجھ کو بری کردو یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔ فقط

السائل: مولوی عبدالمجید صاحب بہرایونی

الجواب

قال فی الھدایۃ: واذا کانت التركة بين ورثة فاخرجوا احدهم منها بمال اعطوه اياه والتركة عقار او عروض جاز قليلاً كان ما أعطوه إياه او كثيراً لأنه امكن تصحيحة بيعا وان كانت التركة فضة فاعطوه ذهبا او ذهبا فاعطوه فضة فكذالك لانه بيع الجنس بخلاف الجنس ويعتبر التقابض فی المجلس لانه صرف وان كانت التركة ذهبا وفضة فصالحوه على فضّة او ذهب فلا بد ان يكون ما اعطوه اكثر من نصيبه من ذلك الجنس ولو كان فی التركة الدراهم والدنانير وبدل الصلح دراهم واد نانير ايضاً جاز الصلح كيف ما كان صرفاً للجنس إلى خلاف الجنس لكن يشترط التقابض للصرف اھ (ص ۲۴۰ ج ۲)۔

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ جائز ہے کہ ایک وارث سے دوسرا وارث یوں کہے کہ تمہارا جو حق ترکہ میں ہے اسکے عوض تم مجھ سے اتنی رقم لے لو یا یوں کہے کہ میں تم کو یہ رقم اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم اپنے باقی حق ترکہ سے خارج اور لا دعویٰ ہو جاؤ یا باقی ترکہ سے صلح کے طور پر یہ رقم لے لو یا باقی مجھکو چھوڑ دو کیونکہ ان سب صورتوں میں کلام کو صلح پر محمول کرنا ممکن ہے اور صلح بحکم بیع ہے لیکن جائیداد اور سامان غیر نقد میں تو اس طرح معاملہ کرنا مطلقاً درست ہے خواہ اس وارث کو جسے حق ترکہ سے نکالا جاتا ہے قلیل رقم دی جائے یا زیادہ اور اگر ترکہ میں اس وارث کا حق نقدین میں بھی ہو اور اس سے بھی صلح کرنا مقصود ہو تو اس میں بعض قیود کی رعایت ضروری ہے جو عبارت عربیہ میں مذکور ہیں۔ فقط حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ

www.ahlehaq.org

تنبیہ ضروری: آجکل ہمشیرگان کو عام طور سے میراث نہیں دیجاتی اور محض رسم کی وجہ سے ہمشیرہ بھی انکار کر دیتی ہیں اور ایسے مواقع پر اس قسم حیلے فقط ظاہری طور پر کئے جاتے ہیں۔ دل سے ہمشیرہ رضامند نہیں ہوتی سو ایسے حیلہ سے مال طیب نہ ہوگا۔ بلکہ جہاں دلی رضامندی سے ہمشیرہ صلح کرنا چاہے اس صورت پر وہاں عمل کیا جاوے اس کا لحاظ نہایت ضروری ہے فقط

احقر عبد الکریم عفی عنہ

صلح اور تعزیرات سے متعلق چند سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء

دریں شہر درمیانِ طلبۂ مدرسہ و ہندوان تنازعہ شد آخر الامر نوبت بایں رسید کہ بہ تعداد کثیر صدہا ہندو جمع شد بر مدرسہ حملہ آوردند القصہ بحد چندیں زدوکوب کلوخہا و چوبہا چہار دندانہا طالبے شکست بضرب ہندواں۔ مقدمہ بروقت در پولیس بود کہ ۱۹ عدد ہندو بحبس گرفتند اکنوں مقدمہ بعدالت رفتہ است و مجسٹریٹ آنرا برضامن رہا کردہ است مگر ہندوان وخود آن مجسٹریٹ کہ ہندو است ملتجی برائے صلح شدہ اند۔ بموجب التجائے اوشان کارکنان مدرسہ این مصلحت دیدہ کہ اگر استغاثہ شود مبادا ہیچ کلام کذب گفتن پیش آید کہ خاصہ از عدالت کفارا ست رہائی شود۔ دیگر معلوم نیست کہ چہ شود آن ہم بغیر چندیں سزائے حبس مجرمان ہیچ نیست و دریں کار ضرورت خرچ زیادہ است و در صلح اُمید غالب حصول دیت دندانہاست بر تقدیر در استغاثہ کامیابی نہ شود و بعدہٗ ہیچ حاصل نہ شود۔ و بر این مصلحت کارکنان مدرسہ و ہندوان خود آن مجسٹریٹ را امین قبول کردہ نوشتہ دادہ است کہ آنچہ حکم بر ہندوان دیت و سزائے خواہد کرد منظور طرفین باشد اکنوں ۱ع دریں صلح عزتِ مسلم و تذلیل کفار است یا نہ و صلح باید کرد یا نہ بہترے و عزت برائے مسلمانان در صلح است یا در استغاثہ۔ ۲ع چونکہ تعین اشخاص جانے کہ دندانہائے طالب شکستہ اند بہ سبب کثرت ہندوان متعذر است دریں صورت دیت بر جمیع است یا چہ حکم است۔ و بوجہ تعذر تعین دیت ساقط گردد یا نہ۔ ۳ع و دریں جرم ہا کہ یکے از آن است کہ بہ تعداد کثیر حملہ آوردن دوم دندانہا شکستن۔ سوم ایذا رسانیدن، چہارم در حد غیر بہ نیت ایذا رسانیدن داخل شدن ۴ع بغیر دیت دندانہا سیاستہً سزائے حبس وغیرہ برائے ہر واحد جدا جدا شرعاً

www.ahlehaq.org

چقدر است. ۵ ودیت وسزائے حبس وغیرہ ہر دو جمع کردن شرعاً جائز است یا نہ

الجواب وھو الموفق للصواب

۱ اس صورت میں صلح تو بہرحال جائز ہے کیونکہ اس صورت میں حد واجب نہیں جسمیں صلح وغیرہ کا حق نہو بلکہ حق العبد ہے جسمیں مجروح کو اختیار ہے کما فی الدر المختار ص۳۳ ج۳ (وان جرح فقط) ولم یقتل ولم یاخذ نصابا الی ان قال فلاحد وللولی القود الخ وقال الشامی المراد بالولی من لہ ولایۃ المطالبۃ فیشتمل صاحب المال والمجروح ایضاً الخ مگر حکم (یعنی امین) کسی مسلمان کو بنایا جاوے یا خود براہ راست مجرموں سے گفتگو کیجاوے لان الشرط من جھتہ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما لا یخفی۔ ۲ فی الدر المختار ص۶۲۴ ج۵ باب القسامۃ (وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا) ای تفرقوا (عن قتیل فعلی اھل المحلۃ) لان حفظھا علیھم (الا ان یدعی الولی علی اولئک او) یدعی (علی) بعض (معین منھم) الخ اس سے معلوم ہوا کہ بلا تعین بھی کل جماعت پر دعویٰ ہو سکتا ہے جب حملہ آوروں کا گروہ معلوم ہے تو بہر خاص کی تعیین ضروری نہیں اور اس صورت میں ایک دیت سب مجرموں سے لیجاویگی ۳ اول وچہارم موجب تعزیر است ودوم یعنی دندان شکستن موجب قصاص (بشرطیکہ مجرم واحد متعین بود ورنہ موجب دیت) ودر سوم یعنی زدو کوب تفصیل است در بعضے جروح قصاص واجب شود ودر بعضے ارش تفصیل درکتب فقہ باید دید۔ ۴ دیت وقصاص وارش حق مظلوم است حاکم را معاف کردن نرسد وتعزیر مقدر نیست بلکہ مفوض برائے حاکم است۔ ۵ سزائے تعزیری در ہر جرم جائز است کما فی الدر المختار ص۲۲۷ ج۳ (ولا جمع بین جلد ورجم ولا بین جلد ونفی الا سیاسۃً والتعزیر مفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نھر۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ترکہ میں رجوع عن الصلح کی ایک صورت | سوال :۔ ایک عورت مردہ کے زوج اور

www.ahlehaq.org

ام اور اَب اور دو ابن وارث ہیں تقسیم ترکہ کے وقت زوج نے کہا کہ میں نے سب مال سے یہ چیزیں معینہ لے لی ہیں اور باقی سب مال تم کو چھوڑ دیا ہے۔ تم یعنی ام اور اب اور دو ابن باہم تقسیم کرلو ام اور اب اس پر راضی ہوگئے اور دونوں ابن اس زوج کے صغیر ہیں اسکے بعد ان کو یہ فکر ہوئی کہ اب زوج تو نکل گیا اور ماں باپ اور دو لڑکوں کے درمیان تقسیم کس طرح ہوگی۔ مسئلہ ان کو معلوم نہ تھا۔ زوج نے کہا کہ میں اس صلح سے رجوع کرتا ہوں اور تقسیم میں پھر شریک ہوتا ہوں اور سہام بنا کر پورا پورا حصہ لینے میں زوج نے رجوع کرلیا اور کل مال کا ربع لے لیا اور سدس ماں اور سدس باپ نے لے لیا اور باقی مال دونوں لڑکوں کو دیدیا تو کیا زوج کا یہ رجوع صحیح ہے، اگر زوج رجوع نہ کرتا تو بقایا ورثاء کو مال زیادہ آتا اس لئے کہ زوج نے تھوڑی چیزیں لے کر صلح کی تھی۔

الجواب

قال فی الدر الصلح إن کان بمعنی المعاوضة بأن کان دیناً بعین ینتقض بنقضها ای بفسخ المتصالحین وان کان لا بمعناها ای المعاوضة بل بمعنی استیفاء البعض وإسقاط البعض فلا تصح اقالتہ ولا نقضہ لأن الساقط لا یعود اھ ص۷۳۳ ج ۵۔

صورت مسئولہ میں نقض صلح جائز نہیں کیونکہ ورثاء میں نابالغ بھی ہیں اور نابالغ کے حق میں صلح مفید تھی۔ اور نقض صلح مضر ہے اور نقض صلح بدون تراضی ورثاء درست نہیں اور نابالغ کی رضا معتبر نہیں۔ دوسری اس صلح میں استیفاء بعض واسقاط بعض ہے۔ معاوضہ کی صورت نہیں، اس لئے بتراضی ورثاء بالغین کے حق میں بھی یہ صلح منتقض نہیں ہوسکتی پس زوج نے جو اشیاء اول لے لی ہیں وہی اسکا حق ہے مابقی کے چھ سہام کرکے ایک سہم ماں کا ایک سہم باپ کا حق ہے اور چار سہام لڑکوں کے ہیں دو ایک کے دو ایک کے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

www.ahlehaq.org

کتاب الوکالۃ والکفالۃ

وکیل اگر سہواً مبیع کی قیمت زیادہ ادا کردے تو زیادتی کا ضمان کس پر ہے ؟

ایک شخص نے جو کہ راندیر میں ہے اپنے بھائی کو جو کہ رنگون میں ہے اس کو اختیار دیا تھا کہ تو میری جائیداد کو بیع کر سکتا ہے، نیز میرے لئے جو چیز مناسب ہو خرید کر سکتے ہو۔ رنگونی نے ایک مکان شرکت میں دس ہزار کی قیمت کا خرید کیا اور عقد کے وقت ایک ہزار روپیہ پیشگی دیئے۔ اب مدّت کے دس ہزار روپے ادا کئے۔ لیکن دس ہزار روپے کی ادائیگی کے وقت وہ پیشگی والے ایک ہزار روپیہ بالکل ہی بھول گیا اب یہ ایک ہزار روپیہ دونوں کے متعلق ہونگے یا صرف رنگونی کے ؟

الجواب

ایک ہزار روپیہ جو رنگونی نے بھولکر زیادہ دیدیا ہے، وہ صرف اس رنگونی کے ذمہ ہے راندیری کے ذمہ اس ایک ہزار میں سے کچھ نہیں ہوگا نہ کُل نہ آدھا۔

وکیل کو مؤکل کے مال سے اسکی اجازت کے بغیر نفع اٹھانا جائز نہیں۔

تجارتی کمپنی کا قاعدہ ہے کہ مثلاً فی صد پانچ روپیہ کمیشن دیا جاتا ہے۔ زید کو چار شخصوں نے پچیس پچیس روپیہ کے مال کے خرید کرنیکی اجازت دی اور زید نے سو روپے کا مال کمپنی سے منگوایا۔ زید بائع ومشتری میں محض واسطہ ہے اور قبل از فرمائش ان چار شخصوں کو کمیشن کا علم بھی نہ تھا۔ اب وہ کمیشن کا روپیہ ان چاروں پر تقسیم ہونگے یا تنہا زید لے سکتا ہے ؟

الجواب

زید وکیل ہے اور وکیل کو یہ جائز نہیں کہ مؤکل کے روپیہ سے بدون اسکی اجازت کے نفع حاصل کرے لہذا وہ کمیشن کا روپیہ چاروں مؤکلوں میں تقسیم ہوگا۔

مدعی کا خصم کی مرضی کے خلاف کسی کو وکیل بالخصومۃ بنانا

چہ قول است علماء دراین صورت کہ شخصے عالی مرتبہ است ودعوٰی او شخصے است کہ ادنیٰ مرتبہ دارد

www.ahlehaq.org

میخواہد کہ وکیل نماید وخصم باین راضی نمیشود وی ترسد کہ وکلاء بحیل ودعاوی حق تلفی خواہند کرد آیا دریں صورت توکیل شرعاً جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

دریں صورت توکیل شرعاً جائز نیست: فی مختار الفتاوٰی وفی الفضلی رجل من الاشراف لہ خصومۃ مع من دانہ فأراد أن یوکل ولا یحضر بنفسہٖ قال الفقیہ ابو اللیث یحضر الا ترٰی ان لا یقبل الوکالۃ منہ علیہ إلّا ان یحضر بنفسہٖ والشریف وغیر الشریف فی الدعوٰی سواء فلا یصح الوکالۃ انتہی۔ وایضاً قال المخدوم محمد ہاشو التتوی ناقلاً عن فصول العمادی رجل من الأشراف لہ خصومۃ مع من دانہ فأراد ان یوکل ولا یحضر بنفسہٖ قال الفقیہ ابو اللیث نحن لا نرٰی أن یقبل الوکالۃ منہ وعلیہ ان یحضر بنفسہ والشریف وغیر الشریف فی الدعوٰی سواء إنتہٰی و تفویض الخیار بقضاۃ زماننا نسیت قال فی البحر: ناقلاً عن البزازیۃ ومن المعلوم المقرر ان تفویض الخیار الٰی قضاۃ عہد الفساد فساد کما ہو المقرر من ان عملہم لیس بحجۃ قال شمس الائمۃ الصحیح انہ اذا علم عن الابی فی اباء الوکیل یفتی بالقبول وان علم منہ بالحیل کما ہو صنیع وکلاء المحکمۃ لا یقبل وغرض عن فوض الخیار الی القاضی عن القدماء کان ہذا عملوا عن احوال قضاتہم الدین والصلاح انتہٰی وفی تکملۃ ردّ المحتار تحت قولہ و المختار للفتوٰی تفویضہ للحاکم ای القاضی بحیث انہ إذا علم عن الخصم التعنت فی الاباء عن قبول التوکیل لا یمکنہ عن ذلک وان علم عن المؤکل قصد الاضرار لخصمہ بالحیل کما ہو صنیع وکلاء المحکمۃ لا یقبل منہ التوکیل الا برضاء وہو اخبار شمس الائمۃ السرخسی کذا فی الکافی ونحوہ فی الزیلعی وزاد فی معراج الدرایۃ وبہ واخذ الصفار فی الخلاصۃ قال شمس الائمۃ

www.ahlehaq.org

الحلوانى فى آداب القاضى المفتى مخير فى هذه المسئلة إن شاء افتى بقول أبى حنيفة وان شاء أفتى بقولهما ونحن نفتى بأن الراى إلى القاضى اه هذا فى قضاتهم لما علموا من أحوالهم عن الصلاح والدين واما قضاة زماننا فلا يلاحظون ما قالوه بيقين بل قصدهم حصول المحصول ولو علموا من الوكيل التزوير والاضرار فى الدعوى انتهى مختصرا وايضاً فيها قال فى البزازية وأصله أن التوكيل بلا رضاء الخصم اذا لم يكن المؤكل حاضرا فى مجلس الحكم لا يصح عند الامام ولا يجبر خصمه على قبول الوكالة، اقول يقول الحنفية افتى الرملى قائلا وعليه المتون واختاره غير واحد والمحبوبى والنسفى وصدر الشريعة وابو الفضل الموصلى ورجح دليله فى كل مصنف فلزم العمل به ولا سيما فى هذا الزمان الفاسد انتهى ملتقطا وفى الخيرية صرّح علماءنا قاطبة متونا وشروحا بان الوكالة فى الخصومة لا تكون الا برضاء الخصم إلا ان يكون المؤكل مريضاً او غائباً مدة السفر او مخدرة ووجه ذلك ان الجواب مستحق على الخصم ولهذا يستحضره والناس متفاوتون فى الخصومة ولو قلنا باللزوم يتضرر به فيتوقف على رضائه والتهذيب النجفه واختار المحبوبى والنسفى وصدر الشريعة وابو الفضل الموصلى ورجح دليله فى كل مصنف وغالب المتون عليه فلزم العمل به لرفع الضرر لاسيما فى هذا الزمان الفاسد والله أعلم انتهى. قال فى رد المحتار حاشية الدر المختار تحت قوله وعليه فتوى ابى الليث افتى الرملى بقول الامام الذى عليه المتون واختاره غير واحد وايضاً قال تحت قوله وتفويضه للحاكم بحث فيه فى البزازية فانظر ما فى البحر انتهى پس ازين روايات صحيحه معلوم شد كه درصورت مستفتاة توكيل بلا رضاء خصم جائز نيست هذا. والله أعلم وعلمه أتم واحكم.

حرّره الفقير غلام محمد بكهروى

www.ahlehaq.org

الکلام علی الجواب من جامع امداد الأحکام

مفتی مذکور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور صاحبین کے مذہب میں توکیل بالخصومۃ بلا رضاء خصم بھی جائز ہے بلکہ جائز تو امام صاحب کے نزدیک بھی ہے ہاں اور ونکے نزدیک لزوم بدون رضاء خصم کے نہیں ہوتا اور صاحبین کے نزدیک لزوم بھی ہوجاتا ہے۔

التوکیل بالخصومۃ بغیر رضاء الخصم لا یلزم وقالا یلزم ثم اختلف المشایخ علی قولہ بعضہم قالوا رضاء الخصم لیس بشرط لصحۃ التوکیل بل ہو شرط لزومہ وہو الصحیح کذا فی خزانۃ المفتین والفقیہ ابو اللیث اختار قولہما کذا فی خزانۃ المفتین وقال العتابی وہو المختار وبہ اخذ الصفار کذا فی البحر الرائق رجل من الاشراف وقعت خصومتہ مع رجل وضیع فاراد أن یؤکل وکیلا ولا یحضر بنفسہ اختلف فیہا قال الفقیہ ابو اللیث نحن نری أن تقبل الوکالۃ کان المؤکل شریفا او وضیعا کذا فی جواہر الاخلاطی اھ عالمگیریہ ج ۴، ص ۳۱۵

پس صورت مسئولہ میں صاحبین کے قول مفتی بہ پر توکیل درست ہے اور اگر خصم کے اضرار کا قصد نہ ہو صرف حاضریٔ عدالت سے بچنا مقصود ہو تو گناہ بھی نہ ہوگا اور اگر توکیل سے خصم کو ضرر پہنچانے کا قصد ہو تو گناہ ہوگا۔ اور اگر محض اپنے نفع کا قصد ہو اور خصم کو ضرر دینے کا ارادہ نہ ہو گو خصم کا ضرر آجائے تب بھی گناہ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۷ رمضان ۱۳۴۲ھ

السوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسین و ملازمینِ مدرسہ کو مدرسہ کی جانب سے تحصیلِ چندہ کی غرض سے باہر بھیجا جاوے تو ان کو بلا اجازت مہتمم کے از چندہ اپنی تنخواہوں

ملازمین مدرسہ جو تحصیل چندہ کی غرض سے باہر بھیجے جاتے ہیں بلا اجازتِ مہتمم چندہ میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟

www.ahlehaq.org

میں لے لینا درست ہے یا نہیں اور اگر اس چندہ میں زکوٰۃ کی رقم بھی ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں بلینوا توجروا۔

السائل: ضیاء النبی محرر مدرسہ عالیہ اسلامیہ محلہ چلد امروہہ

الجواب

جن لوگوں کو (خواہ مدرس ہوں یا ملازم مدرسہ) مدرسہ کی جانب سے تحصیل چندہ کیلئے بھیجا جاتا ہے وہ مدرسہ کی طرف سے صرف وکیل بالقبض ہیں وکیل بالتصرف نہیں اور وہ چندہ دینے والے بھی ان کو وکیل بالقبض ہی سمجھ کر چندہ دیتے ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاوے کہ چندہ وصول کرنے والے چندہ میں تصرف بالانفاق بھی کرتے تو وہ ہرگز ایسے لوگوں کو چندہ نہ دیں اس لیئے بدون مہتمم کی اجازت کے چندہ کے روپیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کریں گے گناہ گار ہوں گے، اور تنخواہ میں زکوٰۃ کی رقم لینے میں معطی کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

فان تملك الفقير بلا عوض شرط فى الزكوٰة۔ المسئلة ذكرها العلامة الشامى فى ردا لمحتار (ج ۲ ر ص ۱۷)۔

الجواب صحیح
اشرف علی
۲۷ ر شوال سنہ ۱۳۴۷ھ

واللہ اعلم
حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۷ ر شوال سنہ ۴۷ھ

کتاب الشفعة

حق شفعہ ثابت کرنے کیلئے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے شریک فی المبیع ہونے کی وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کیا ہے مگر رسم طلب مواثبت وطلب اشہاد خود نہیں کیا بلکہ بذریعہ اپنے شوہر کے اس رسم کو ادا کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں حق شفعہ کا ثبوت از روئے شرع

www.ahlehaq.org

اس عورت کو ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یا طلب مواثبت واشہاد ثبوت حق شفعہ کیواسطے خود شفیع کو کرنا ضروری ہے۔ اگر شوہر یا کسی اور کے ذریعہ شفعہ کرائے تو کیا جائز نہ ہوگا جو بھی حکم ہو بہت ہی جلد ارقام فرمایا جاوے کیونکہ مقدمہ کچہری میں درپیش ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: فضل الرحمٰن
محلہ پکنا پہاڑی ڈاکخانہ مرادپور
مکان نواب امیر حسن صاحب

الجواب

حق شفعہ ثابت کرنے کیلئے کسی کو وکیل کر دینا جائز ہے۔

قال فی العالمگیریۃ: واذا وکل رجل رجلاً بأخذ دار له بالشفعة ولم یعلم الثمن صح التوکیل واذا اخذها الوکیل بما اشتراها المشتری لزم الموکل الخ۔ ج ۶، ص ۱۲۹۔

پس صورت مذکورہ میں عورت کا اپنے شوہر کے ذریعہ سے طلب مواثبت و طلب اشہاد کرانا صحیح ہے۔ شوہر اس کا وکیل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۱۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۰ھ

شفعہ کی ایک خاص صورت کا حکم

السوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک صحرائی زمین مثلاً ایک سو بیگہ عمرو کے ہاتھ فروخت کی پھر اُسی جلسہ میں عمرو نے اس جائیداد میں سے مثلاً پانچ بیگہ بکر کے ہاتھ فروخت کی اس پانچ بیگہ زمین میں خالد شفیع تھا جب اس فروخت کی اطلاع خالد کو ہوئی تو فوراً شفعہ کرنے کیلئے گواہان کے سامنے اقرار کیا اور ان گواہوں کو ساتھ لے کر بکر کے پاس گیا اور واپسی کے واسطے کہا۔ اور عدالت میں دعویٰ شفعہ کا بنام زید وبکر دائر کر دیا اور عمرو کو درمیان سے نکال دیا اب سوال یہ ہے کہ شفعہ کا دعویٰ عمرو اور بکر پر ہو سکتا ہے یا زید وبکر پر یا تینوں پر۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قال فی الھدایۃ: ویشھد علی البائع ان کان المبیع فی

www.ahlehaq.org

يده معناه لم يسلم الى المشترى او على المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وهذا لأن كل واحد منهما خصم فيه لان للأول اليد و للثانى الملك وكذا يصح الاشهاد عند المبيع لان الحق متعلق به فان سلّم البائع المبيع لم يصح الاشهاد عليه لخروجه من ان يكون خصما اذ لا يد له ولا ملك فصار كالاجنبى اهـ

قال المحشى ولم يقيد بكون الدار فى يد المشترى لان هذا لا يتفاوت فان الطلب عند المشترى صحيح سواء كانت الدار فى يده او فى يد البائع هذا كله من الذخيرة اهـ ج ٤، ص ٣٧٧

وفى العالمگيرية: ولو كان المشترى الأول اجنبياً اشتراها بالف فباعها من اجنبى بالفين فحضر الشفيع فالشفيع بالخيار إن شاء اخذ بالبيع الأول وإن شاء اخذ بالبيع الثانى لوجود سبب الاستحقاق و شرطه عند كل واحد من البيعين فان اخذ بالبيع الأول سلم الثمن الى المشترى الأول والعهدة عليه وينفسخ البيع الثانى ويسترد المشترى الثانى الثمن من الأول، وإن اخذ بالبيع الثانى تم البيعان جميعا والعهدة على الثانى غير انه إن وجد المشترى الثانى والدار فى يده فله أن يأخذه بالبيع الثانى سواء كان المشترى الأول حاضرا أو غائباً وان اراد أن يأخذ بالبيع الأول فليس له ذلك حتى يحضر المشترى الثانى هكذا ذكره القاضى الإسبيجابى فى شرحه لمختصر الطحاوى ولم يحك خلافا وذكر الكرخى ان هذا قول ابى حنيفه ومحمد رحمهما الله تعالىٰ (ج ٦، ص ١٢١)

و قال فيه ايضًا: وفى قول ابى يوسف لا تشترط حضرته اى حضرة المشترى الثانى وان كان الدار فى يده فافهم (ج ٦، ص ١٢٠).

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں شفیع کو اختیار ہے خواہ بیع اول کی وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے اور بہر صورت بائع اول یا بائع ثانی پر جب ہوسکتا ہے جبکہ جائیداد پر ان میں سے کسی کا قبضہ ہو۔ پس اگر

www.ahlehaq.org

بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ دلا دیا اور بائع ثانی نے مشتری ثانی کو قبضہ دلا دیا تو اب صرف دعویٰ مشتری ثانی پر ہو سکتا ہے۔ خواہ بیع اول کی وجہ سے شفعہ طلب کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے۔ اور اگر بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ نہیں دلایا تو اب شفیع کو دو اختیار ہیں اگر بیع اول کی وجہ سے شفعہ لینا چاہے تو بائع اوّل یا بائع ثانی پر دعویٰ کرے اس صورت میں مشتری ثانی پر دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر بیع ثانی کی وجہ سے دعویٰ کرے تو بائع ثانی اور مشتری ثانی پر دعویٰ کرے اس صورت میں بائع اول پر دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور اگر بائع اول نے بائع ثانی کو قبضہ دلا دیا لیکن بائع ثانی نے مشتری ثانی کو قبضہ نہیں دلایا تو اس صورت میں بائع اول پر دعویٰ نہیں ہو سکتا صرف بائع ثانی یا مشتری ثانی پر ہو سکتا ہے خواہ طلب شفعہ بیع اول کی وجہ سے کرے یا بیع ثانی کی وجہ سے اگر بیع اول کی وجہ سے شفعہ لے تو قیمت مشتری اول کو دے اور وہی تمام حقوق عقد کا ذمہ دار ہوگا اور بیع ثانی باطل ہو جائے گی۔ اور اگر بیع ثانی کی وجہ سے شفعہ لے تو دونوں بیع تام ہو جائیں گی اور اس صورت میں مشتری ثانی کو قیمت دے اور اب مشتری ثانی جملہ حقوق عقد کا ذمہ دار ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

حق شفعہ بوقت طلب تاخیر ثمن سے باطل نہیں ہوتا

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین معاملہ ھذا میں کہ احمد۔ محمود۔ مسماۃ صفیہ نصفی کے اور زید ایک حصّہ ومسماۃ زینب دو حصّہ نصفی کے ایک مکان میں مشترکاً قابض ہیں۔ احمد اور مسماۃ صفیہ نے اپنا حصہ فروخت کرنا چاہا، زید کو اطلاع کی اس نے اس کی خریداری پر اپنی آمادگی کا فوراً اظہار کر دیا پھر روپیہ کے انتظام میں کچھ دیر ہوئی تو احمد اور مسماۃ صفیہ نے اپنا حصہ خالد کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا زید نے خالد پر ظاہر کیا کہ میں اس کا خریدار ہوں خالد نے کہا کہ مجھے اس کی خریداری کی ضرورت نہیں ہے میں تو بائعان کی ضرورت پورا کرنے کی غرض سے خریدتا ہوں تم لینا چاہو تو میں ہٹ جاتا ہوں اور میرا زر بیعانہ دے دیا جائے۔

زید نے کہا کہ پندرہ روز میں روپیہ کے انتظام ہونے نہ ہونے کا حال معلوم

www.ahlehaq.org

ہو جائے گا اس قدر مہلت دیدی جائے اس پر خالد نے کہا کہ جلدی بائعان کو ہے مجھے نہیں وہ مہلت دیں تو مجھے اعتراض نہیں زید نے زبانی اور تحریری احمد سے مہلت طلب کی مگر احمد اور مسماۃ صفیہ نے فوراً حصّہ خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بیعنامہ دستخطوں کے لئے زید کے پاس بھیجا تو زید نے اِن لفظوں سے انکار کیا کہ دستخط کر کے میں اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر چھری پھیر لوں۔ یہ میرا حق ہے میں ضرور لوں گا۔ دستخطوں سے یہ انکار دو آدمیوں کے سامنے تھا جن میں سے ایک بائع دوسرا منجانب مشتری تھا زید کو اس بیع کی اطلاع اُسی وقت ہوئی جبکہ بیعنامہ دستخطوں کے واسطے اس کے سامنے آیا۔ اب خالد کو یہ خبر پہنچ گئی مگر اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور بیعنامہ رجسٹری کرا لیا زید نے تحریر بیعنامہ سے پہلے باحتمال اس کے شاید روپیہ کا فوراً انتظام نہ ہو سکے خالد کو یہ بھی لکھا کہ اگر مکان بیعنامہ آپ کے نام ہو گیا اور آئندہ ہم میں سے کسی نے کسی وقت لینا چاہا تو آپ موجودہ زرِ ثمن اور خرچ لیکر واپس دیدیں گے مگر اس پر خالد نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ اِس کے بعد بیعنامہ لکھا گیا زید نے بالوقوف اپنی آمادگی خریداری کا اعلان کر دیا زینب کو زید اور دیگر ذرائع سے اطلاع ہوئی کیونکہ وہ اس کے باپ کا مکان تھا اس لئے وہ ہر وقت اپنی خرید کا مضطربانہ اعلان کرتی رہی زینب کے پاس آنے جانے والی عورتوں کے ذریعہ جب اُسے خلافِ منشا بیع کا علم ہوا تو وہ گریہ وزاری میں مبتلا ہو گئی اور ظاہر کیا کہ میں اُسے خریدنا چاہتی تھی میرے باپ کی چیز ہے میں اس کی خرید کیلئے حق مقدم رکھتی ہوں میں ضرور لوں گی زینب نے مکان کی خرید کیلئے اتنا بڑا اہتمام کیا کہ اس نے اپنی آمدنی کی صحرائی جائیداد فروخت کر دینے کا پختہ ارادہ ظاہر کیا چنانچہ دوسری جگہ اس کا معاملہ طے کر لیا زید اور زینب ایک ماہ کے اندر روپیہ لیکر خالد کے پاس گئے مگر خالد نے شفعہ کی قانونی میعاد یعنی سال بھر تک اس کے متعلق ہر قسم کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ زید یا زینب دونوں میں سے کسی کا شرعی حق شفعہ باقی ہے یا ساقط ہو گیا۔

ع ۲ : زید و زینب شفیع و خلیط ہیں اور خالد کو ان کی خریداری پر آمادگی اچھی طرح معلوم تھی ایسی حالت میں خالد کا یہ فعل خرید اور شفیع کا محروم کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

www.ahlehaq.org

ع۳: تکمیل بیعنامہ پر ہوجاتی ہے یا بوقت رجسٹری ہوتی ہے۔ بلینوا توجروا۔

المستفتی: عبداللہ

الجواب

قال فی الدّر المختار: ویطلبها الشفیع فی مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبیع وان امتد المجلس کالمخیرة بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة أو اطلبها وهو یسمی طلب المواثبة ای المبادرة والاشهاد فیه لیس بلازم بل لمخالفة الجحود ثم یشهد علی البائع لو العقار فی یده أو علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانه مالك او عند العقار فیقول اشتری من فلان هذه الدار وانا شفیعها وقد کنت طلبت الشفعة و أطلبها الآن فاشهدوا علیه وهو طلب الاشهاد ویسمی طلب التقریر وهذا الطلب لابد منه حتی لو تمکن ولو بکتاب أو رسولٍ ولم یشهد بطلت شفعته (قال الشامی لکن رأیت فی الخانیة انما سمی الثانی طلب الاشهاد لان الاشهاد شرط فیه بل لیمکنه اثبات الطلب عند جحود الخصم اهتأمل ثم بعد هذین الطلبین یطلب عند قاض ویسمّی طلب تملیك و خصومة و بتاخیره مطلقا بعذر وبغیره شهراً او اکثر لا تبطل الشفعة حتی یسقطها بلسانه وبه یفتی وهو ظاهر المذهب وقیل یفتی بقول محمّد ان اخره شهراً بلا عذر بطلت یعنی دفعا للضرر اه ورجح الشامی قول محمّد وصاحب الدر ظاهر الروایة فلیتأمل اه

ج ۵، ص ۲۲۱۔

صورت مسئولہ میں چونکہ شفیع نے خبر بیع سنتے ہی طلب مواثبت کی اور دو آدمیوں کے سامنے جن میں سے ایک بائع تھا ایک مشتری کا رسول تھا طلب کو ظاہر کیا اس لیئے قاضی خان کے قولِ صحیح پر شفیع کو طلب شفعہ کا حق ہوگیا۔

(اما علی قول المتون فلا لانه لم یوجد طلب فکان یلزم ان یکون رجلان سوی البائع) ثم رأیت ابن عابدین قد استظهر قول

www.ahlehaq.org

الخانیة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة وقواہ (ج ۲، ص ۱۶۸)۔ اور اب تاخیر دعویٰ سے شفعہ باطل نہ ہوگا علی ظاہر الروایۃ واللہ اعلم۔

قال فی الھدایۃ: وتجوز المنازعۃ فی الشفعۃ وإن لم یحضر الشفیع الثمن الی مجلس القاضی فاذا قضی القاضی بالشفعۃ لزمہ احضار الثمن وھذا ظاھر الروایۃ۔ وعن محمد أنہ لا یقضی حتی یحضر الشفیع الثمن وھو روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ لان الشفیع عساہ ان یکون مفلسا فیتوقف القضاء علی احضارہ الثمن حتی لا مال المشتری وجہ الظاھر انہ لا ثمن علیہ قبل القضاء ولھذا لا یشترط تسلیمہ فکذا لا یشترط احضارہ واذا قضی لہ بالدار فللمشتری ان یحبسھا حتی یستوفی الثمن وینفذ القضاء عند محمد أیضاً لانہ مجتھد فیہ و وجب علیہ الثمن فیحبس فیہ فلو اخر اداء الثمن بعد ما قال لہ (القاضی) ادفع الثمن الیہ لا تبطل شفعتہ لانھا تأکدت بالخصومۃ عند القاضی اھ ج ۴/، ص ۳۷۹/-

قلت وبھذا علم أن الشفعۃ لا تبطل بتاخیر الشفیع الثمن عند طلب المواثبۃ بالاولیٰ لانہ لا ثمن علیہ عند الطلب بل عند قبض المشفوع فیہ۔

ع۲: چونکہ زید اور زینب نے روپیہ مہیا کرنے میں دیر کی اس لیئے خالد کو اس مکان کے خریدنے میں گناہ نہیں ہوا مگر زید اور زینب کی اس تاخیر سے اِن کا حقِ شفعہ ساقط نہیں ہوا۔

ع۳: شرعاً تکمیل بیع ایجاب وقبول پر ہوجاتی ہے خواہ زبانی ہو یا تحریری۔ رجسٹری کو اس میں دخل نہیں وہ تو محض پختگی معاملہ کیلئے ہے فقط واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

مکرر سوال از جانب مشتری متعلق سوال مذکور از دیوبند و خانقاہ امدادیہ

السوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ

www.ahlehaq.org

زید و عمر ایک مکان میں شریک ہیں عمر اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنا حصہ فروخت کرتا ہے کچھ عرصہ تک اول زید سے جو کہ شفیع ہوتا ہے بیع و فروخت کی گفتگو ہوتی رہی جب حسب منشاء عمر، زید شفیع سے کوئی معاملہ طے نہ ہوا تو چند ذرائع سے غیر شخص کو خریدنے پر متوجہ کیا۔ ۷ر نومبر ۱۹۲۷ء کو ایجاب و قبول ہو کر زبانی طور پر مبیع غیر شخص کو سپرد کر دی گئی اور کچھ زر ثمن بطور بیعانہ رسید لکھ کر لے لیا گیا اور بقیہ کا وعدہ بوقت تکمیل کاغذ ٹھہرا۔

ع۱ اول رسید بیعانہ ملاحظہ ہو نقل حاضر ہے مشتری نے بعد تکمیل رسید بیعانہ بائع سے کہا کہ تم نے شفیع سے زبانی حجت تو قطع کر لی مگر اس میں ہے کہ بذریعہ نوٹس بھی حجت قطع کر لوں تاکہ قانونی حجت بھی قطع ہو۔ بائع نے ۹ر نومبر ۲۷ء کو بذریعہ نوٹس شفیع کو مطلع کیا مگر شفیع کو نوٹس ۱۳ر نومبر ۲۷ء کو ملا جس کو شفیع نے نوٹس کے جواب میں نوٹس ہی کے ذریعہ سے بائع کو مطلع کرتا ہے ۱۶ر نومبر کو۔

ع۲ : ملاحظہ ہو کہ شفیع اس میں لکھتا ہے کہ اس معاملہ میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا ہے قیمت وغیرہ کا۔ پھر شفیع نے ۱۶ر نومبر ۲۷ء کو مشتری کے نام ایک تحریر بھیجی جس میں طلب وعدہ واپس مبیع و طلب رہائش بحالت اشتراک دریافت کرتا ہے۔

ع۳ : پھر ۱۶ر نومبر ۲۷ء کو شفیع نے ایک نوٹس بنام بائع لکھا جس میں شفیع نے شکایات بیان کر کے طلب حق و طلب مہلت کی مکرر ۲ع کو ملاحظہ فرماویں ۱۳، ۱۶ تاریخوں کے درمیان شفیع نے کسی قسم کی گفت گو کسی سے نہیں کی نہ بائع سے نہ مشتری سے نہ مبیع سے۔ پھر غالباً ۱۸ر نومبر کو وثیقہ لکھا گیا، مشتری نے وثیقہ شفیع کے پاس بھیجا کہ اس پر دستخط کرو مگر شفیع نے دستخطوں سے انکار کر دیا۔ اب سوال یہ ہے شرعاً صورت مسئولہ میں بیع کی تکمیل کب ہوگی آیا بوقت ایجاب و قبول و سپردِ مبیع یا بوقتِ تکمیل کاغذ یا بوقت رجسٹری اور شفیع کو کب تک حقِ شفعہ صورتِ مسئولہ میں باقی رہے گا یا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللّٰھم انت الموفق للصواب (من مفتی دیوبند)

بیع کا انعقاد صرف ایجاب و قبول سے ہو جاتا ہے دستاویز کی تحریر یا اس کی تکمیل پر موقوف نہیں اور ایجاب و قبول کے بعد ہی بیع کا انتقال من ملک البائع الی ملک المشتری ہو جاتا ہے لیکن اس سے قبل کہ مشتری مبیع پر قابض ہو

www.ahlehaq.org

بیع میں احتمال الفساخ عقد بہلاک مبیع باقی رہتا ہے اور جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تو یہ احتمال بھی باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح انعقاد بیع یا انتقال مبیع من ملك البائع الی ملك المشتری اداء ثمن الی البائع پر موقوف نہیں ہے بناء علیہ صورتِ مسئول عنہا میں بیع کا انعقاد ۷ر نومبر ۱۹۲۷ء ہی کو ہو چکا رہی بقا حق شفعہ کی بحث سو موجودہ صورت میں یہ حق باقی نہیں کیونکہ اگرچہ شفیع سے معاملہ طے نہ ہونے کے بعد دوسرے شخص سے معاملہ کیا گیا تاہم قبل وجود بیع بین البائع والمشتری اگر شفیع اپنے حق شفعہ کو ساقط کر دے تو حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا جب بائع اور مشتری کے مابین بیع کا انعقاد ہو جائے گا تب اس کے بعد شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور اسی وقت تسلیم شفعہ معتبر ہے۔

فتاوی النقرویہ میں ہے: ولو سلم الشفعة قبل الشراء كان ذٰلك باطلاً اھ (ج ۲، ص ۳۶۸)

وفی زیلعی شرح الکنز: وقیل البیع هو السبب بدلیل ان الشفیع لو اسقط الشفعة قبل الشراء لا یصح لکونه اسقاطاً قبل وجود سببه وهو البیع ولو کان السبب هو الاتصال لصح لکونه بعد وجود السبب (وجوابه) انه انما لم یصح الاسقاط قبله لفقد شرطه وهو البیع لان السبب لا یکون سبباً الا عند وجود الشرط کما فی طلاق المعلق۔ (ج ۲ ص ۲۴۲)

لیکن کاغذات منسلکہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد انعقادِ بیع شفیع تسلیم حق شفعہ کر چکا ہے کیونکہ نوٹس بائع بنام شفیع ۱۳ر نومبر ۲۷ء کو شفیع کے پاس پہنچا اور شفیع نے اس کا جواب ۱۶ر نومبر ۲۷ء کو لکھا ہے اس قدر مدت کے بعد جواب دینا مسقط حق شفع ہے مجلہ کی دفعہ (۱۰۳۳) میں ہے۔

لو أخر الشفیع طلب التقریر والاشهاد مدة یمکن اجراءها فیها ولو بار سال مکتوب یسقط حق الشفیع۔

اور شفیع کی تحریر کہ اس معاملہ میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا اگر حقیقی معنی کے اعتبار سے لیا جاوے تو چونکہ نوٹس اس کے پاس ۱۳ر نومبر ۱۹۲۷ء کو پہنچ چکا ہے اس لئے

www.ahlehaq.org

یہ کذب ہے اور اگر مجازاً مراد یہ ہے کہ وصول نوٹس منجانب بائع بنام شفیع کیوقت علم ہو تو طوالت مدت مسقط حق شفعہ ہے علاوہ ازیں نوٹس شفیع بنام مشتری مرسلہ ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء ہی میں شفیع مشتری سے کیفیت رہائش دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آئندہ ہمارے ہاتھ اس مکان کو فروخت کردو گے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت موجودہ بیع کو فسخ کرنا نہیں چاہتا بلکہ آئندہ کیلئے مشتری سے وعدہ بیع لینا چاہتا ہے تو اس لئے بھی حق شفعہ ساقط ہے مجلہ کی دفعہ (۱۰۲۴) میں ہے۔

بشرط ان لا یکون الشفیع رضی فی عقد البیع الواقع صراحة او دلالة مثلاً اذا سمع عقد البیع وقال هو مناسب یسقط حق شفعه ولیس له طلب الشفعة بعد ذلك وكذا اذا اراد ان یشتری او یستاجر العقار المشفوع من المشتری بعد سماعه بعقد البیع یسقط حق شفعته الخ

۱ نقل رسید بیعانہ ٹکٹ مع دستخط

بندہ مقصود الحسن پسر حکیم نور الحسن پیرزادہ
قصبہ گنگوہ محلہ کوٹلہ

جو کہ مبلغ چھ سو روپیہ نصف جس کے تین سو روپیہ ہوتے ہیں پاس سے حکیم مسعود احمد صاحب پیشگی بطور بیعانہ منجملہ بارہ سو روپیہ بابت حصہ خود مکان و بیٹھک و بیلخانہ مولوی محمد شفیع صاحب واقع محلہ الہٰی بخش جس پر بذریعہ بیعنامہ ۱۳ر اگست ۱۹۲۷ء مالک و قابض و متصرف ہوں وصول پاکر رسید لکھ دیں بقیہ روپیہ بوقت رجسٹری لونگا۔ مورخہ ۷ر نومبر ۲۷ء

گواہ گواہ گواہ دستخط

مقصود الحسن

۲ نقل نوٹس منجانب شفیع بنام بائع۔

عزیزم مقصود الحسن

تمہارا نوٹس ملا تاریخ میعادی ۲۴ر نومبر ۱۹۲۷ء مجھے ۱۳ر نومبر ۲۷ء کو بوقت شام وصول ہوا جس پر میں بغیر افسوس کیئے ہوئے نہیں رہ سکتا اس معاملہ

www.ahlehaq.org

میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا نصف حصہ مکان کی قیمت سہ ہزار وہ بھی ابھی تم سے اور دیگر صاحبان کی زبانی معلوم ہوئی۔ مجھے اور والدہ صاحبہ کو مکان کی سخت ضرورت ہے اس لیئے مذکورہ قیمت پر نصف حصہ مکان حضرت نانا مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم کا خریدار ہوں مگر اس کام کیلئے میعاد کم ہے۔ ایک ماہ ہونی چاہیئے تھی ۱۳ر نومبر ۲۷ء کی شام کو مجھے نوٹس ملا میری ضرورت اور حقوق خریداری پر نظر کرتے ہوئے ۱۴ر نومبر ۲۷ء سے ۲۸ر نومبر ۲۷ء تک ۱۵ر یوم کی مہلت تو مجھے ملنی چاہیئے ہارون سلمہٗ نابالغ ہے اس کا حصہ تا حصول اجازت ضابطہ بیع نہ ہو سکے گا اس تمہارا اور تمہاری بہن کا حصہ اس وقت معرض بیع میں ہوگا اگر میں ۲۹ر نومبر ۲۷ء تک تمہاری اور تمہاری بہن کے حصہ کا بیعنامہ نہ کرا سکا تو پھر جو تم نے چاہا وہ ہی کرو گے میرے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

دستخط

عزیز الحسن غفرلہ

۳۔ نقل مکتوب بنام مشتری منجانب شفیع

حضرت مخدوم حکیم مسعود احمد صاحب بعد سلام مسنون نیازمندانہ عرض آنکہ اگر حصہ مکان حضرت نانا صاحب مرحوم جناب کے نام بیع ہو گیا اور آئندہ کسی وقت ہم میں سے کسی نے کبھی اپنی ضرورت کیوجہ سے لینا چاہا تو از راہ کرم و نوازش موجودہ خرچ و زرِ ثمن لیکر ہم کو عنایت فرما دیا جاوے گا۔

بصورتِ مذکورہ رہائش کی کیا صورت ہوگی۔ حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ دیر سے خود اس مکان میں آنے اور نہ رہنے کی متمنی ہیں ان کے پاس رہنے کا کسی عورت کا انتظام نہیں اگر ہو گیا اور وہ آنا اور رہنا چاہیں تو کیا صورت ہوگی وہی جواب تک رہی یا کچھ اور براہ کرم جواب باصواب سے ممنون فرماویں۔ نیازمند

عزیز حسن عفی عنہ

۱۲ر نومبر ۱۹۲۷ء

استفتاء از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

السوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر ایک

www.ahlehaq.org

مکان میں شریک ہیں عمر اپنا حصہ فروخت کرتا ہے۔ ۷ر نومبر ۱۹۲۷ء کو بائع نے ایک غیر شخص مشتری سے گفتگو بیع و فروخت کی کر کے ایجاب و قبول کیا اور زبانی سپردِ مبیع کر کے تکمیل وثیقہ کو مؤخر قرار پایا۔ جیسا کہ مضمون رسید بیعانہ منسلک ھذا ۱ اول ملاحظہ ہو جو کہ حسب ضابطہ قانون بائع نے تحریر کی مشتری نے بائع سے کہا کہ تم نے جو سب حجتیں شفیع سے قطع کر لیں یہ ٹھیک نہیں بذریعہ نوٹس بھی قانونی حجت قطع کر لو چونکہ بائع اور شفیع میں قرابت قریبہ ہے اس لحاظ سے نوٹس دینا معیوب سمجھا مگر مشتری کی تاکید پر بائع نے بجائے ۷ر نومبر ۲۷ء کے ۹ر نومبر ۲۷ء کو نوٹس دیا جو کہ ۱۳ر نومبر ۱۹۲۷ء کو شفیع کو ملا جیسا کہ شفیع نے اپنے مکتوب نوٹس محررہ ۱۶ر میں ظاہر کیا کہ مجھے صحیح علم ابھی ہوا۔

نقل مضمون نوٹس بنام بائع ۲ ملاحظہ ہو۔

پھر شفیع نے ۳ر یوم گزار کر اول ایک تحریر مشتری کے پاس بھیجی جس میں مضمون وعدۂ واپسی مبیع و بحالت اشتراک صورت رہائش دریافت کی ۳ منسلک ھذا ملاحظہ ہو۔ پھر ۱۶ر نومبر کو شفیع نے بذریعہ نوٹس بائع سے طلب حق و مہلت کی درخواست کی وہ بھی مضامین کثیرہ کے بعد ۲ منسلک ھذا کو مکرر ملاحظہ فرماویں ۱۸ یا ۱۹ کو وثیقہ لکھا گیا ۲۳ر یا ۲۴ کو رجسٹری ہوا ہر سہ کاغذات منسلکہ ھذا کو ملاحظہ فرما کر حکم شرعی سے مطلع فرماویں کہ شفیع کو حق شفعہ باقی ہے یا نہ اور تکمیل ایجاب و قبول کے وقت تمام ہوئی یا سپرد مبیع پر یا تحریر وثیقہ یا رجسٹری پر بینوا توجروا اس سوال پر حسب ذیل تنقیح کی گئی۔

۱: بائع نے اپنے نوٹس میں کیا لکھا تھا۔ آیا یہ کہ میں نے مکان فلاں مشتری کے ہاتھ بیع کر دیا یا کہ بیع کا ارادہ ہے۔

۲: کیا سائل کو اس بات کا علم ہے کہ شفیع نے نوٹس کو پڑھکر یا (پڑھتے ہوئے) زبانی کسی کے سامنے طلب مواثبت ظاہر کی تھی یا نہیں۔

۳: شفیع کا خط بنام مشتری ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء جس میں مضمون وعدۂ واپسی مبیع و بحالت اشتراک صورت رہائش دریافت کی ہے۔ اس میں یہ لفظ ہے کہ اگر حصہ مکان حضرت نانا صاحب مرحوم جناب کے نام بیع ہو گیا الخ اس سے بظاہر یہ مفہوم

www.ahlehaq.org

ہوتا ہے کہ اس وقت تک شفیع کے نزدیک بیع نہ ہوئی تھی۔ اس لیئے بائع کے نوٹس کے مضمون کی نقل بھیجنا ضروری ہے۔ جس کا جواب حسب ذیل آیا

جواب تنقیح

ع۱: نقل مضمون نوٹس بائع بنام مشتری اس وجہ سے شامل نہیں کیا تھا کہ شفیع نے بائع کو اغوا کر لیا ہے اس کے حصول میں شک واقع ہو گیا تھا اور اس وقت بائع سے یہی کہا گیا تھا کہ تم اطلاع کر دو کہ فلاں مکان فلاں شخص کے ہاتھ اتنی قیمت میں بیع کر دیا ۷، نومبر ۱۹۲۷ء کو ایجاب وقبول کے بعد شہرت عام ہو گئی تھی کہ فلاں مکان فلاں شخص کے ہاتھ اتنی قیمت میں بیع ہو گیا اسی مضمون کو شفیع اپنے ۱۶ر نومبر کے نوٹس میں ظاہر کرتا ہے کہ (اس معاملہ میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا ہے الخ)

ع۲: اس کا جواب کچھ نہیں دیا گیا، (البتہ جو استفتاء دیوبند بھیجا گیا اس کی نقل جواب تنقیح کے ساتھ بھیجی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں) ۱۳، ۱۶ کے درمیان تواریخ میں شفیع نے کسی قسم کی گفتگو کسی سے نہیں کی نہ بائع سے نہ مشتری سے نہ مبیع سے الخ۔

ع۳: چونکہ بیع وفروخت میں شریعت مقدسہ کا پڑھے لکھے کو بھی پورا خیال نہیں الا ماشاء اللہ ہر شخص اپنی جہالت تکمیل بیع تحریر وثیقہ ورجسٹری کو قطعی سمجھتے ہیں اس لیئے شفیع نے اپنے مکتوب ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء میں مشتری سے اگر کہ کے سوال کیا جس کی وجہ سے تنقیح کی نوبت آئی اور قبل از بیع مفہوم ہوا اور زبانی اطلاع ہوئی اور زبانی اطلاع تو خود مشتری نے ۱۳ر کے بعد اور ۱۶ر سے قبل صاف لفظوں میں شفیع سے بوقتِ ملاقات کہدیا تھا کہ شرعی بیع قطعی ہو چکی محض تحریر وثیقہ باقی ہے اس پر بھی طلب مواثبت نہیں کی خاموش ہو کر چلے گئے پھر اگلے روز ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء کو مکتوب طلب رہائش وغیرہ لکھا۔

عبدالمجید تھانوی مقیم حجرہ شریفہ قدوسیہ رشیدیہ

۴ر شعبان یوم جمعہ

الجواب (من جامع امداد الاحکام بتھانہ بھون)

سائل نے جواب تنقیح کے ساتھ جو استفتاء مع جواب کے بھیجا ہے اس کے

www.ahlehaq.org

دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مجیب نے سقوط شفعہ کی بناء امور ذیل پر رکھی ہے۔

ع۱ : کاغذاتِ منسلکہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد انعقادِ بیع شفیع تسلیم حق شفعہ کر چکا ہے کیونکہ نوٹس بائع بنام شفیع ۱۳ر نومبر ۱۹۲۷ء کو شفیع کے پاس پہنچا ہے اور شفیع نے اس کا جواب ۱۶ر نومبر کو دیا ہے۔ اس قدر مدت کے بعد جواب دینا مسقطِ حق شفعہ ہے۔

ع۲ : اور شفیع کی تحریر کہ اس معاملہ میں صحیح علم مجھ کو ابھی ہوا اگر حقیقی معنی کے اعتبار سے لیا جاوے تو چونکہ نوٹس اس کے پاس ۱۳ر نومبر کو پہنچ چکا ہے۔ اس لئے یہ کذب ہے۔ اور اگر مجازاً مراد یہ ہے کہ وصولِ نوٹس من جانب بائع شفیع کے وقت علم ہوا تو طوالتِ مدت مسقطِ حق شفعہ ہے۔

ع۳ : علاوہ ازیں نوٹس شفیع بنام مشتری مرسلہ ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء ہی میں شفیع مشتری سے کیفیت رہائش دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آئندہ ہمارے ہاتھ اس مکان کو فروخت کردو گے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت موجودہ بیع کو فسخ کرنا نہیں چاہتا ہے آئندہ کیلئے مشتری سے وعدہ بیع لینا چاہتا ہے تو اس لیئے یہی حقِ شفعہ ساقط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجیب مذکور نے جواب میں غایت درجہ مسامحت کی ہے اور جتنی بنائیں سقوط شفعہ کی اس نے بیان کی ہیں سب ناکافی ہیں۔ اول تو اس لیئے کہ مجیب کو کاغذاتِ منسلکہ سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بائع نے شفیع کو اپنے نوٹس میں یہ اطلاع دی تھی کہ میں نے مکان کی بیع کردی ہے کیونکہ بائع کے نوٹس کا مضمون کاغذاتِ منسلکہ میں نہیں ہے نہ سوال میں اس کی طرف اشارہ نہ حوالہ۔ بلکہ کاغذات میں جواب شفیع (جس کو نقل نوٹس منجانب شفیع بنام بائع ع۲ ظاہر کیا گیا ہے) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بائع نے شفیع کو میعادی نوٹس دیا تھا اور وہ میعادی ۲۴ نومبر تھا اور شفیع اخیر میں لکھتا ہے کہ اگر میں ۲۹ر نومبر ۱۹۲۷ء تک تمہارے اور تمہاری بہن کے حصہ کا بیعانہ نہ کرا سکا تو پھر جو تم نے چاہا وہ کروگے میرے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء۔ اور شروع میں لکھتا ہے کہ نصف حصہ مکان کی قیمت ۳۵ ہزار وہ بھی ابھی تم سے اور دیگر صاحبان کی زبانی معلوم ہوئی اس عبارت سے متبادر یہ ہے کہ بائع نے شفیع کو بیع کی اطلاع نہیں دی بلکہ ارادۂ بیع کی اطلاع

www.ahlehaq.org

دی تھی اور نوٹس میں قیمت کا ذکر نہ تھا بلکہ شفیع کو اس کا علم زبانی ہوا۔ پس بدوں دریافتِ مضمون نوٹس بائع کے مفتی کا فتویٰ دینا جائے حیرت ہے۔ اور قبل اس تنقیح کے شفیع کی تاخیر کو مسقط شفعہ کہہ دینا صریح مسامحت ہے کیونکہ تاخیر طلب بعد علم بیع کے مسقط شفعہ ہے نہ قبل از علم بیع کما حررہ مفتی ایضاً۔ اور ثانی اس لئے کہ بلا وجہ شرعی مسلمان کے کلام کو کذب پر محمول کرنے کی کیا وجہ ہے۔ ممکن ہے کہ ۱۳ر نومبر ۱۹۲۷ء کو شفیع کو صحیح علم ہوا ہو مگر قابلِ تنقیح تو یہ امر ہے کہ اس کو صحیح علم کس امر کا ہوا بیع کا یا ارادۂ بیع کا۔ شفیع کے نوٹس کی اخیر عبارت مدلولِ ثانی کو بتلا رہی ہے اس لیئے طوالتِ مدت مسقط شفع نہیں ہو سکتی تھی مجیب کو یہ عبارت لکھتے ہوئے شفیع کی پوری عبارت کو پڑھ کر اس کا مدلول متعین کر کے لکھنا چاہیئے تھا اور اس وقت اس کو اس تنقیح کی ضرورت خود محسوس ہو جاتی کہ بائع کے نوٹس کا کیا مضمون تھا۔

اور ثالث اس لیئے کہ شفیع نے مشتری کو جو نوٹس دیا ہے اس نوٹس کو شفیع نے اس لفظ سے شروع کیا ہے کہ "اگر حصہ مکان حضرت نانا صاحب مرحوم جناب کے نام بیع ہو گیا الخ"، اس کلام مشروط سے متبادر یہ ہے کہ اس نوٹس کے لکھنے کے وقت تک شفیع کے نزدیک اس مکان کی بیع نہیں ہوئی ورنہ اگر بیع ہو چکی ہوتی تو وہ سوال نہ کرتا۔ اور جب شفیع کی یہ تحریر انپر مدلول کے موافق قبل از بیع ہے تو اس کو مسقط شفعہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ مجیب نے اس پر جواب کے شروع میں خود اس کی تصریح کر دی ہے کہ قبل از بیع اسقاطِ شفعہ سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

بہر حال جو کاغذات منسلکہ سائل نے مجیب اول کے پاس بھیجے اور جو اولاً ہمارے پاس بھیجے گئے ان کی بنا پر سقوطِ شفعہ کا حکم اور فتوی دینا ہرگز صحیح نہیں جب تک بائع کے نوٹس کا مضمون معلوم نہ ہو جائے۔ کیونکہ شفیع کا نوٹس بنام بائع اور بنام مشتری اوپر امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو ۱۶ر نومبر تک اس مکان کے بیع ہو جانے کا علم نہیں ہوا۔

اب میں جوابات تنقیح کی طرف توجہ کرتا ہوں اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بائع کو یہی کہا گیا تھا کہ تم (شفیع کو) اطلاع کر دو کہ فلاں مکان فلاں شخص کے ہاتھ اتنی قیمت میں بیع کر دیا۔ سو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بائع نے اس کی تعمیل بھی کی جب تک اس کی تحریر سامنے نہ ہو کیونکہ شفیع کا نوٹس بنام بائع ۲ے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو

www.ahlehaq.org

نوٹس سے نہ بیع کا علم ہوا نہ قیمت کا بلکہ ارادہ بیع کا صحیح علم ہوا اور قیمت کا علم زبانی ہوا کما ذکرناہ مفصّلا ان ذلك مدلو له ظاهراً۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ، ۷ر نومبر ۱۹۲۷ء کو ایجاب وقبول کے بعد شہرت عام ہوگئی تھی الخ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شفیع کو بھی مفصل علم بذریعہ عدل کے ہوگیا ہو ممکن ہے اس کو افواہاً غیر عدل سے خبر ملی ہو۔ ولا یسقط حقه بالسکوت علی اخبار غیر العدل یا عدل نے خبر دی ہو مگر کل بیع اور کل ثمن کی مفصل اطلاع نہ دی ہو۔ ولا یسقط حق الشفعة بالسکوت علی مثل هذا الخ

اس کے بعد لکھا ہے کہ، ہر شخص بوجہ جہالت تکمیل بیع تحریر وثیقہ ورجسٹری کو سمجھتا ہے اسی لیئے شفیع نے اپنے مکتوب ۱۶ر نومبر ۱۹۲۷ء میں مشتری سے اگر کر کے سوال کیا الخ مگر اس میں یہ خدشہ ہے کہ اس جہالت کا احتمال جیسا شفیع کی جانب ہے۔ بائع کی جانب بھی ہے۔ ممکن ہے اس نے تحریرِ وثیقہ اور رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے ۹ر نومبر کے نوٹس بنام شفیع میں یہ نہ لکھا ہو کہ مکان کی بیع ہوچکی بلکہ یہ لکھا ہو کہ فلاں تاریخ کے بعد بیع ہوجاوے گی۔

ولا یسقط الشفعة بالسکوت علی علم ارادة البیع او التراخی فی الطلب عنه.

دوسرے یہ ایک محض احتمال ہے کہ شفیع نے محض جہالت سے ایسا سمجھا اس کی تحقیق درجہ جزم میں بدون مضمون نوٹس بائع کے دیکھے نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ، زبانی اطلاع میں تو صرف مشتری نے ۱۳ر نومبر کے بعد اور ۱۹ر نومبر سے قبل صاف لفظوں میں شفیع سے کہہ دیا تھا کہ شرٰی قطعی ہوچکی ہے محض تحریر وثیقہ باقی ہے اس پر بھی طلب مواثبت نہیں کی الخ یہ سب جزو البتہ قابل توجہ مگر حیرت یہ ہے کہ اس جزو کو نہ یہاں اولاً ظاہر کیا گیا نہ استفتاء دیوبند میں ظاہر کیا گیا بلکہ ہماری تنقیح کے بعد ظاہر کیا گیا۔

دوسرا اس میں بھی پوری بات ظاہر نہیں کی گئی کہ مشتری نے اس مجلس میں شفیع کو کل مبیع اور کل ثمن کی بھی مفصل اطلاع کردی تھی۔ اور یہ کہ یہ مجلس شفیع کے حق میں اول مجلس علم تھی اور یہ کہ اس نے اس سے پہلے بائع کے یا مبیع کے سامنے طلب مواثبت نہیں

www.ahlehaq.org

کی تھی۔ اس واسطے اس جزو کی وجہ سے بھی قطعی فتوی نہیں دیا جا سکتا صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس مجلس میں مشتری نے شفیع کو قطعی بیع ہو چکنے کی خبر کے ساتھ کل مبیع اور کل ثمن کی بھی اطلاع کر دی تھی اور یہ مجلس شفیع کے حق میں پہلی مجلس علم تھی یا اس سے پہلے اس نے بائع یا مشتری کے سامنے طلبِ مواثبت نہ کی تھی تو اس مجلس میں ترکِ مواثبت سے اس کا حقِ شفعہ ساقط ہو گیا۔ اور اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو گئی تو حقِ شفعہ ساقط نہیں ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
تھانہ بھون خانقاہِ امدادیہ
۷ رشعبان ۱۳۴۶ھ

دعویٰ شفعہ سے بچنے کی خاطر مبیع کی قیمت زیادہ لکھوانا

السوال:۔ ایک شخص زمین خریدنا چاہتا ہے مگر رقم تو صرف دو سو روپے دیتا ہے اور چار سو لکھواتا ہے۔ اور مالک بھی اس بات پر راضی ہے بلکہ مالک چار سو روپیہ اس لئے لکھواتا ہے تاکہ کوئی حقِ شفعہ نہ کرے۔ اور اگر کوئی حق شفعہ کرے تو پورے چار سو روپیہ ادا کرے تو حضور والا سے اس مسئلہ کے بابت عرض ہے کیا دو سو روپیہ دیکر چار سو روپیہ لکھوانا پھر جو حق شفعہ کرے اس سے بھی چار سو روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ اُمید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

الجواب

اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ رجب المرجب ۴۸ھ

شفعہ کی ایک صورت کا حکم

السوال:۔ ایک عورت نے اپنا مکان بعوض چار سو روپیہ اپنی ساس کے نام بیع قطعی کرایا جس کو عرصہ نو ماہ کے قریب ہوا ہے اور بعد انتقال بیع مسماۃ بائعہ کا انتقال ہو گیا مجھے اس ماہ کے اندر اندر پتہ چلا کہ ایسا معاملہ ہوا ہے فوراً اپنے بھائی صاحب کو اطلاع دی کہ آپ شفیع ہیں میرے بھائی نے یہ خط پڑھنے کے بعد ایک گواہ کے سامنے شرائط حق شفعہ ادا کیں اور مجھے لکھا

www.ahlehaq.org

کہ میں شفیع ہوں اور مطالبہ شفعہ کا کروں گا خریدار مکان یہاں پر موجود نہیں ہے ابھی تک اس کے مقابلہ پر شرائط شفعہ ادا نہیں ہوئیں اور جب مجھے علم ہوا تھا اس وقت بھی خریدار مکان یعنی مسماۃ بائعہ کی ساس یہاں موجود نہ تھی ایسی صورت میں کیا ہونا چاہیئے سنا ہے کہ دھلی میں ہے لیکن مفصل پتہ معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔

دوسرا امر قابل دریافت یہ ہے کہ زر ثمن مکان مذکور کا چار سو روپیہ قرار دیا گیا ہے اور نفس الامر میں قیمت زیادہ ہے اب میرے بھائی کو چار سو روپیہ زرِ ثمن پر مطالبہ شفعہ کرنا چاہیئے یا کمی بیشی پر۔ بینوا توجروا۔

احقر العباد عابد حسین
محلہ امروہہ دربار کلاں

تنقیح

جس خط کے ذریعہ اطلاع بیع مکان مذکور کی دیگئی تھی اس میں اس اطلاع کے ساتھ اور کوئی مضمون بھی تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو بیع کی اطلاع خط کے آخر میں تھی یا شروع میں یا درمیان میں اور طلب شفعہ کا گواہ پورے خط کو پڑھنے کے بعد بنایا یا درمیان میں ہی فقط بیع کی خبر پڑھ کر۔ اس کا جواب مع اس پرچہ کے دیا جاوے۔

احقر عبد الکریم
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

جواب تنقیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جس خط میں بیع کی خبر دی گئی تھی وہ خط بعینہٖ ارسال ہے پورا خط پڑھنے کے بعد طلب شفعہ کا گواہ بنایا تھا۔

احقر زاہد حسین
شفیع مکان مبیعہ

مرسلہ خط

دیگر احوال آنکہ آپکے قریب میں سبط علی والا مکان جو ہے وہ سبط علی

www.ahlehaq.org

نے اپنی بہو کے نام بیع کر دیا تھا جب اس کی بہو کا انتقال ہونے کے قریب ہوا تو اس نے مکان اپنی بیوی کے نام منتقل کرا دیا یعنی بہو نے اپنی ساس کے نام لکھ دیا اور مبلغ چارسو روپیہ کا بیعانہ بھی لکھ دیا ہے اور سبط علی کی بہو کا تب دق میں انتقال ہو گیا ہے۔ اب وکیلوں نے یہ رائے دی ہے کہ تمہارے بھائی کا شفعہ ہے وہ لینا چاہیں تو شرائطِ شفعہ فوراً ایک ایسے شخص کے سامنے ادا کر دیں جو تاریخ پر عدالت میں بیان کر دے کہ میرے سامنے انہوں نے شرائط شفعہ ادا کیں تھیں اور آپ کو یہاں آنے کی ضرورت فوراً ہو گی۔ تاکہ یہاں دو شخصوں کے سامنے کہا جاوے کہ میرا حق تھا میں شفیع ہوں اور شفعہ طلب کروں گا ایک شخص کے سامنے بیان کرنا کافی ہے جو آکر یہاں بیان کر دے اور قیمت چارسو روپیہ اس نے قرار دی ہے۔ چارسو روپیہ ہی قیمت مانی جائے گی۔

الجواب ۷۸۶

حق شفعہ کے واسطے ابھی یہ امر قابل غور ہے کہ بیع مکان کی بابت جو اطلاعی خط آپکو ملا ہے اس میں اگر "قرار دی ہے" تک عبارت پڑھ کر فوراً اپنی زبان سے کہدیا تھا کہ حق شفعہ لوں گا تب تو حق باقی ہے گو اس وقت کوئی گواہ موجود نہ ہو اور اگر "قرار دی ہے" تک خط پڑھ کر شفعہ لینے کو زبان سے نہیں کہا بلکہ تمام خط پڑھ کر ہی گواہ کے سامنے ظاہر کیا تو حق شفعہ باطل ہو گیا۔ بلکہ اگر خط کے حاشیہ کی عبارت پہلے پڑھی ہو تو "بیع کر دیا ہے" تک پڑھ کر زبان سے کہنا ضروری تھا۔ اگر نہ کہا ہو تو حق باطل ہو گیا۔ اس حق کے باطل ہونے کی صورت میں مطالبۂ شفعہ سے عاصی ہو گا کہ غیر کے حق کو غصب اور اس پر ظلم کرنا ہے۔ اور حق شفعہ باقی ہو تو اس اس صورت اسی قیمت میں مکان لینا جائز ہے۔ جو بیع کے وقت قرار دی گئی ہے خواہ وہ رعایت سے رکھی گئی ہو یا پوری قیمت ہو۔

فی الدر: فی جواهر الفتاوی انه (ای طلب المواثبة) علی الفور وعلیه الفتوی وقال الشامی (فروع) اخبر بکتاب والشفعة فی اوله أو وسطه وقرأه إلی آخره بطلت هدایة۔ ج ۵، ص ۲۱۹۔

وفی الدر ایضاً: (ویقضی) القاضی (بالشفعة والعهدة) لضمان

www.ahlehaq.org

الثمن عند الاستحقاق (على البائع قبل تسليم المبيع الى المشترى) والعهدة (على المشترى لو بعده) لمامر اهـ ج ۵، ص ۱۲۳-

وفيه ايضاً: (تمليك البقعة جبراً على المشترى بما قام عليه). بمثله لو مثليا والا فبقيمة وفى الشامى تتمه و المراد ما لزم المشترى من المؤن بالشراء اهـ ج ۵، ص ۲۱۱-

وفيه ايضاً: قلت ما قام عليه عام فى القليل والكثير والثمن ماتراضيا به سواء كان مساويا للقيمه او زائداً عليه او ناقصًا عنه وأيضاً فى الدر (وحط البعض يظهر فى حق الشفيع) فيأخذ بالباقى الخ ص ۲۲۴-

وعدم الفرق بين الحط بعد البيع والمحاباة قبل البيع ظاهر- والله اعلم

الجواب صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الثانی ۴۵ھ

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

متعلق سوال بالا

اور سوال میں اور خط میں ایک شاهد بنانا حق شفعہ طلب کرنے کے واسطے لکھا ہے اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص گواہی کے واسطے کافی نہیں۔ دو گواہوں کی ضرورت ہے اور چونکہ اس امر پر گواہ بنانا کہ ہم نے فوراً حق شفعہ کا مطالبہ زبان سے کہدیا تھا شفعہ کی شرط نہیں ہے اس لیئے ایک گواہ کی کمی سے حق شفعہ تو باطل نہیں ہوا لیکن اگر مشتری کہے کہ تم نے فوراً طلب ظاہر نہیں کی تھی تو اس کے مقابلہ میں ایک گواہ ناکافی ہے۔

فى الدر المختار: (و) رضا بها (لغيرها من الحقوق سوا كان) الحق (مالا اوغيره رجلان اهـ ملخصًا و قال الشامى (قوله لغيرها) اى لغير الحدود و القصاص ومالا يطلع عليها الرجال منح اهـ ج ۴، ص ۵۷۶-

و فى العالمگيرية ج ۴ ص ۲۳۵: ومنها الشهادة بغير الحدود و القصاص و مالا يطلع عليه الرجال وشرط فيها شهادة رجلين اورجل

www.ahlehaq.org

او رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا او غير مال الخ

وفى الدر : والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود و قال الشامى كذا فى الهداية وغيرها لان طلب المواثبة ليس لاثبات الحق بل ليعلموا انه غير معرض عن الشفع معراج ونهاية - ج ۵، ص ۲۱۹ -

وفى الهندية : واما طلب الاشهاد فهو ان يشهد على طلب المواثبة حتى يتأكد الوجوب بالطلب على الفور وليس الاشهاد شرطا لصحة الطلب لكن يتوثق حق الشفعة اذا انكر المشترى طلب الشفعة الخ ج ۶، ص ۱۱۶ -

اب رہی یہ بات کہ خریدار موجود نہ ہونے کے باعث اس کے سامنے مطالبہ نہیں کیا گیا سو اس حالت میں شرعی حکم یہ ہے کہ جب بیع کی شفیع کو اطلاع ہو اس کو خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعہ سے اس مکان کے پاس جا کر دو گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ یہ مکان فلاں نے خریدا ہے اور میں نے اطلاع ہوتے ہی شفعہ طلب کیا ہے اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم گواہ رہو اگر ایسا نہیں کیا یعنی اس مکان پر جا کر مطالبہ نہیں کیا تو شفعہ باطل ہو گیا اور اس اشہاد میں اطلاع بیع کے بعد اتنی تو تاخیر ہو سکتی تھی کہ جتنی دیر سفر سے مکان پہنچنے میں درکار ہے اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں زیادہ تاخیر سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔ یہ تو جب ہے کہ مطالبہ کیلئے شفیع خود آوے اور اگر شفیع کسی کو وطن میں وکیل بنا دے تو اس وکیل تک خط پہنچنے میں جو وقت صرف ہو اتنی تاخیر معاف ہے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ سو اگر وکیل نے خط ملنے کے بعد طلب میں تاخیر کی تب بھی شفعہ باطل ہو گیا۔

فى الدر المختار : (ثم) يشهد (على البائع لو) العقار (فى يده او على المشترى) وان لم يكن زايد لانه مالك او عند العقار فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة و اطلبها الآن فاشهدوا على ذلك، (وهذا) الطلب لابد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وفى الشامى (قوله حتى لو تمكن) لو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب

www.ahlehaq.org

الاشهاد بطلت خانية اهـ ج ۵، ص ۲۲۰۔

و فی العالمگیریة: واذا کان الشفیع غائباً یؤجل بعد العلم قدر مسیرة الطلب للاشهاد فان حضر هو او وکیله والا بطلت شفعته و بعد سطر۔ فان ظهر المشتری فی بلد لیس فیه الدار لم یکن علی الشفیع الطلب هناك وانما یطلب حیث الدار کذا فی محیط السرخسی (ص ۱۱۷)۔

اور اگر اس طلب میں یعنی بائع یا مشتری یا جائداد کے پاس جاکر جو شفعہ کی طلب ظاہر کی جاتی ہے اس میں دو گواہوں کے سامنے مطالبہ نہیں ہوا بلکہ شفیع نے بائع یا مشتری سے تنہا مطالبہ کیا یا مکان کے پاس جاکر الفاظِ طلب کہہ دیئے تو دیانۃً تو شفعہ باطل نہیں ہوا لیکن حاکم تسلیم نہ کرے گا جبکہ مشتری شفیع کی تصدیق نہ کرتا ہو کما فی الشامی ج ۵، ص ۲۲۰۔

قوله: (وهو طلب الاشهاد) ویسمی طلب التقریر اقول ظاهر عبارا تهم علی لزوم الاشهاد فیه لکن رایت فی الخانیة انما سمی الثانی طلب الاشهاد لا لان الاشهاد شرط بل لیمکنه اثبات الطلب عند جحود الخصم اهـ تأمل۔ الشامی (ج ۵، ص ۲۲۰)۔

نوٹ

اگر بائع کا تپ دق بیع کے وقت ایسا تھا کہ جسکو مرض موت شمار کیا جاوے تو یہ تحقیق کرکے دوبارہ سوال کریں کہ اس نے جو کمی زرِ ثمن میں کی ہے وہ ثلث ترکہ سے تو زائد نہیں، اگر زائد ہے تو ورثہ نے اس کو نافذ رکھا ہے یا نہیں؟

الجواب مع التفصیل صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

حکم دعویٰ شفعہ از جانب مسجد و اوقاف دیگر

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بازار میں ایک مسجد کے متعلق چند دوکانیں ہیں۔ اور ان دوکانوں کے

www.ahlehaq.org

متصل ایک دوکان ایک مسلمان شخص کی تھی اس دوکان کو ایک اور مسلمان نے خرید لیا ہے اور مہتمم مسجد نے شفع کر دیا ہے اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں. شفعہ من جانب مسجد جائز ہے یا نہیں۔ اور تاریخِ شفعہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۶ء میں مقرر ہے جواب سے بہت جلدی مطلع فرمائیے گا۔

المستفتی

نیاز محمد خیاط

ضلع میر بازار۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۲۶ء

الجواب

فی الدر المختار: (ولا شفعة فی الوقت) ولا له نوازل (ولا بجواره) شرح مجمع وخلافاً للخلاصة والبزازية ولعل لا ساقطة:

قال المصنف: قلت وحمل شيخنا الرملی الأول على الأخذ به والثانی على اخذه بنفسه اذا بيع۔ ففی الفيض حق الشفعة يبنى على صحة البيع اه، فمفاده ان لا يملك من الوقف بحال لا شفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة وأما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

وفی الشامية: (قوله وخانية) عبارتها كذا فی المنح ولا شفعة فی الوقف لا للقيم ولا للموقوف عليه (قوله خلافا للخلاصة والبزازية) حيث قالا: وكذا تثبت الشفعة بجوار دار الوقف اه

اقول: وفی نسخة البزازية لا تثبت، نعم رأيت فی نسخة الخلاصة كما قال (قوله ولعل لا ساقطة) يؤيده انه ذكر فی كل من الخلاصة والبزازية قبله باقل من سطر ما لا يجوز بيعه من العقار لا شفعة فيه الخ فالتشبيه يقتضيه فافهم (ج ۶، ص ۲۲۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں حق شفعہ نہیں ہے اور خلاصہ

www.ahlehaq.org

وبزازیہ سے درالمختار نے جو اختلاف نقل کیا ہے اول تو بوجہ اختلاف نسخ اس کا اعتبار نہ کیا جاوے گا دوسرے خود درمختار نے اس کا محل بیان کر دیا۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

تبادلۂ جائیداد میں بھی حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے

السوال :- مہربانی فرماکر اس مسئلہ کے متعلق شرعی نقطۂ خیال سے روشنی ڈالیئے۔ زید و بکر نے ایک دوسرے سے اپنی جائیداد کا تبادلہ کیا بکر کے رشتہ دار عمرو و خالد نے شفعہ شرعی زید و بکر پر داخل کیا آیا تبادلہ پر بھی حق شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اور کن کن حالتوں میں شفعہ ہوسکتا ہے۔

الجواب

تبادلہ میں بھی حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ لان فیہ تملک بعوض المال۔ وفی الدرالمختار : (لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض) خرج الھبۃ (ھو مال) خروج المھر (وان لم) یکن (یقسم) اھ

واللہ أعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
۲۹ جمادی الاولیٰ ۵۱ھ

کتاب المزارعۃ والمساقاۃ

کچھ روپے لیکر کاشتکار کو موروثی کر دینا جائز نہیں

السوال :- اگر کچھ روپیہ لیکر زمیندار کاشتکار کو موروثی کر دیا جائے تو کیا یہ جائز ہے اور یہ روپیہ رشوت تو نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

محمد الیاس طالب العلم

www.ahlehaq.org

الجواب

جائز نہیں کیونکہ یہ حق استخلاص کا معاوضہ ہے اور حقوق متقوم نہیں ہیں۔
قال فی الدر وفی الاشباہ: لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ۔اھ (ج ۴، ص ۲۰) واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون
۲ ربیع الثانی سنہ ۴۰ھ

زمین کی کاشتکاری میں وراثت جاری نہیں ہوتی

السوال:۔ اگر زمیندار کاشتکار کے نام اپنی کسی کھیت کی بخوشی کاشتکاری لگوادے تو آیا زمیندار اور کاشتکار دونوں کے مرجانے کے بعد یا ایک کے مرجانے کے بعد پھر کاشتکار کے لڑکے کو اس کاشتکاری منتفع بہ ہونا جائز ہوگا یا نہیں۔ ونیز اگر کسی زمیندار نے اپنا کھیت بسطور کاشتکاری کے کسی کاشتکار کے نام نسلاً بعد نسل کرکے لکھ دیا تو یہ لکھنا جائز ہوگا یا نہیں بعض زمیندار کچھ روپیہ لیکر لکھ دیتے ہیں۔

الجواب

کاشتکار کے نام اگر زمیندار کھیت کی کاشتکاری لکھ دے تو ایک یا دونوں کے مرنے کے بعد کاشتکار کی اولاد کو حق کاشتکاری نہ پہنچے گا کیونکہ وراثت مملوک میں ہوتی ہے اور حقوق مجردہ مملوک نہیں ہوتے اور اگر زمیندار کچھ روپیہ لیکر زمین کو موروثی کردے تو جب بھی زمین شرعاً موروثی نہ ہوگی اور زمیندار نے جو رقم لی ہے وہ رشوت ہے اس کا تصرف میں لانا حرام ہے کاشتکار اپنی وہ رقم واپس لے سکتا ہے۔
واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۰ھ

زمین موروثی کا حکم اور زمین کو موروثی کرنے کے عوض مال لینے کا حکم۔

السوال:۔ جو کھیت کاشتکار بلا رضامندی زمیندار کے بارہ سال قبضہ ہوجانے کے بعد اپنی کاشتکاری لگوا لیتا ہے یا زمیندار اپنی رضامندی سے اس کے نام اپنے کسی کھیت

www.ahlehaq.org

کی کاشتکاری لگوادے تو فریقین کے مرنے کے بعد یہ کاشتکاری بالتراضی کاشتکار کے لڑکے کو جائز ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر نہیں تو غاصبانہ قبضہ یا اس طرح سے کہ زمیندار نے خود لگوایا اور اس کے بعد مرگیا پھر تجدید معاملہ نہ ہوا تو آیا کاشتکار کو حرام خور یا فاسق و فاجر کہا جاسکتا ہے اور سلام وغیرہ اس سے ترک کرنا واجب ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ جب کاشتکاری ناجائز ہے اور کاشتکار حرام خور، بدکار ٹھہرا تو سلام و کلام ایسوں سے ترک کرنا واجب و لازم ہے۔ مولانا صاحب ذرا اس مسئلہ کو صراحۃً بحوالہ کتب فقہ وحدیث سے فرمائیے اور کاشتکاری کے بارے میں جو اصل صورت جواز کی ہو اور وہ متفق بہ ہو اس سے مطلع فرمائیے۔

السائل :
محمد شمس الدین عفی عنہ

الجواب

بارہ سال کے بعد کاشتکار کا موروثی بن جانا حرام ہے اور جو زمیندار اپنی مرضی سے کاشتکار کو موروثی کرتے ہیں وہ اس کے معاوضہ میں کچھ رقم لیتے ہیں اور حق کاشتکاری شئ متقوم نہیں اس لیئے وہ معاوضہ لینا اور دینا بھی حرام ہے پس بعد موت زمیندار یا کاشتکار کے کاشتکار کی اولاد کو اس زمین میں کچھ حق نہیں وہ قبضہ حرام کا مرتکب ہے۔ جس شخص کے پاس موروثی زمین ہو اول اس کو مسئلہ شرعی سے خبردار کردینا چاہیئے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام قطع کردینا چاہیئے بشرطیکہ اس سے نفع کی اُمید ہو اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس برتاؤ سے اور زیادہ حرام کا ارتکاب کریگا تو ایسا نہ کیا جاوے۔ البتہ اس کے یہاں کا کھانا کسی حال میں نہ کھایا جائے، کاشتکاری کی بہت سی صورتیں جائز بھی ہیں اور بعض ناجائز ہیں آپ کو جس صورت کا حکم دریافت کرنا ہو صاف لکھ کر سوال کریں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۷ر شوال ۱۳۴۰ھ

اضافہ، لگان کرکے زمین کو موروثی پر لینا

السوال :۔ دو صورتیں مندرجہ ذیل بہت ضروری ہیں بایں وجہ جناب کو تکلیف دیتا ہوں۔

www.ahlehaq.org

صورت اول :- زید عمر شریک کاشت موروثی ہیں زید نے چھوڑ دیا بوجہ شریک کاشت ہونے کے عمر سب حصہ پر قابض ہو گیا ہے زید نے مالگذاری میں کچھ اضافہ کر دیا زمیندار نے اس کے حوالہ کر دیا یہ بایں وجہ کہ عمر سے سوائے مقررہ لگان کے کچھ اور نہیں مل سکتا اور اگر دونوں استعفیٰ دیدیں تو زمیندار کو سہ چند یا اس سے بھی زیادہ لگان مل سکتی ہے لیکن عمر استعفیٰ نہیں دیتا تو ایسی حالت میں اگر زید زیادہ کر دے اور زمیندار بوجہ مجبوری مذکورہ بالا قناعت کر جائے اور زید کے حوالہ کر دے میعاد مقررہ دو یا چار برس تک یا اپنی زندگی تک تو زید کیلئے جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

از جانب حاجی منیر

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اگر زید اضافہ لگان کر کے بطور موروثی ہی اس زمین کو لیتا ہے تو اضافۂ لگان کے بعد بھی زید کو اس زمین کی کاشت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی زمیندار مجبور ہے البتہ اگر زید موروثیت سے باقاعدہ استعفیٰ دیدے گو عمر استعفیٰ نہ دے تو پھر زید کو اس کی کاشت جائز ہے مگر اس صورت میں عمر کیساتھ شرکت نہ کرنا چاہیئے بلکہ علیحدہ ہو کر کاشت کرے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۸ رجمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

حکم خرص در مزارعت | السوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے یہاں کنکوت صرف شاماخ کی ہوتی ہے، طبیعت میں نہایت خلجان ہے اور ضیق ہے کہ کوئی صورت جواز کی نہیں نکلتی مصالحت میں بھی صورت جواز نہیں، اسامیوں کے حلف پر اگر چھوڑا جاوے تو ان کے حلف کا کچھ اعتبار نہیں۔ ایک وقت میں کل کھیت کی کٹائی نہیں جو بٹائی کر لی جاوے تھوڑا تھوڑا موافق ضرورت مولیشی کاٹ لیتے ہیں۔ اگر تھوڑا تھوڑا ہی روزانہ آتا جاوے اور تقسیم ہو جاوے تو ایک ماہ، سوا ماہ تک اس کام کی خاطر میرا قیام ناممکن ہے اور نوکروں کا اعتبار نہیں۔ کیا کیا جاوے؟

الجواب

کنکوت یعنی خرص مزارعت بین ائمہ اربعہ میں سے ہے کسی کے نزدیک

www.ahlehaq.org

بھی جائز نہیں ہے۔ شرح بہ العینی فی شرح البخاری ج ۴، ص۴۱۸ اور علت عدم جواز خرص کی لزوم ربوا ہے اس لیئے حنفیہ نے احادیث خرص ثمار کو قبل تحریم ربوا پر محمول کیا ہے عینی ج ۴، ص ۴۱۹۔ اور جب یہ علت ہے تو اس کا مقتضاء یہ ہے کہ خرص مسلمانوں کے ساتھ جائز نہ ہو لیکن کفار، اہل حرب کے ساتھ برضاء طرفین جائز ہو۔ لجواز الربوا بین المسلم والحربی بدار الحرب عندھم و قال ابن العربی لم یثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم خرص النخل الا علی الیھود لأنھم کانوا شرکاء وکانوا غیر امناء واما المسلمون فلم یخرص علیھم۔ اھ، (ج ۴، ص ۴۲۰)۔

پس مزارعین کفار کیساتھ خرص جائز ہے جبکہ وہ اس پر راضی ہوں کہ خرص سے معاملہ کر لیا جاوے۔

لم أرہ صریحاً لکنہ مقتضی القواعد۔ واللہ اعلم۔

کتبہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون، خانقاہ امدادیہ
۱۰ر صفر ۱۳۴۴ھ

دخیلکار اور موروثی زمین کی پیداوار کا حکم

السوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل جو تمام ہندوستان میں سرکار نے قانون قبضہ اراضی نافذ کر کے کاشتکاروں کو قبضہ دلایا ہے جس کی وجہ سے ہر شخص دخیل کار اور موروثی کاشتکار ہو گیا ہے پیشتر دخیلکاروں کی تعداد کم تھی مگر اب ہر کاشتکار دخیلکار ہو گیا ہے زمیندار جس طریقہ سے پیشتر کے دخیلکاروں سے ناخوش اور ناراض تھے اسی طریقہ سے ان کاشتکاروں سے بھی ناخوش اور ناراض ہیں چونکہ زمینداروں کا منشاء تو یہ ہے کہ ہر سال نئے نئے کاشتکاروں کو زمین دیدیجایا کرے اور اس لگان سے کچھ زر لگان خفیہ کر لیا جایا کرے۔ بغیر پٹواری کے کاغذات میں بجائے للعرفی بیگہ کے درج کرا کر مالگذاری میں کمی رکھی جائے سرکار نے اس وجہ سے کل کو دخیلکار بنایا تاکہ زمیندار یہ غبن نہ کریں اور مالگذاری بمقدار وصولیت زر لگان از کاشتکار لے جایا کرے

www.ahlehaq.org

اس کے بعد سرکار نے یہ حق زمیندار کو دیا ہے کہ جو روپیہ تم اپنی جائیداد سے وصول کرو اس میں سے ۵% فی صدر کھکر باقی تحصیل میں داخل کردو۔ اور احناف کا مذہب ہے کہ استیلاء کافر علی مال مسلم سبب ملک کا ہے سرکار کا جس وقت آنا ہندوستان میں معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے یہی پتہ چلتا ہے کہ ملک پر قبضہ پورے طریقہ سے ان کو حاصل ہوا۔ لہذا یہ استیلاء کل ملک پر ظاہر ہے اس کے بعد قدرے قدرے قطعہ اراضی لوگوں کو دے گئے جن کو زمینداروں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مشہور تو ہے کہ زمیندار مالک اراضی نہیں لیکن بعض قانون دانوں نے نیز بعض زمینداروں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ زمیندار مالک اراضی نہیں بلکہ ایک مقدار معینہ کے معاہدہ سے ٹھیکہ دار ہیں۔ معاہدہ یہ ہے کہ فیصد آمدنی اراضی سے مثلاً مبلغ ۵۰ روپیہ ادا کریگا۔ چنانچہ اگر ایک سال میں اس معاہدہ کے خلاف کرلے تو اس کو اراضی سے سرکار علیحدہ کردے گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمیندار مالک نہیں ہے بلکہ ٹھیکہ دار ہے اور اگر اس کو مالک ہی کہا وے تو اس قانون کے نفاذ کی وجہ سے کیا سرکار کا استیلاء اراضی پر نہیں ہے جو موجب مِلک ہے اور خود سرکار یہ مقولہ ہے کہ زمیندار کوئی چیز نہیں کاشتکار یا ہم ثالث کون ہیں۔ تو ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ارشاد عالیہ سے سرفراز فرمایا جاوے کہ ان کاشتکاروں کا قبضہ اراضی پر جو باجازت سرکار ہے جائز ہے یا ناجائز اور ان کاشتکاروں کی آمدنی حلال ہے یا حرام۔ درصورتِ حرمت ان لوگوں کا مساجد و مدارس وغیرہ میں چندہ دینا واعانت کرنا درست ہے یا نہیں۔ و نیز جو لوگ محتاط ہیں ان کو ان کاشتکاروں سے غلہ خریدنا جو ان اراضی میں پیدا ہوتا ہے درست ہے یا نہیں۔ حلت و حرمت دخیلکار امسال اور گذشتہ زمانہ کے جو دخیلکار ہیں مساوی ہیں یا کچھ فرق ہے۔ ہر دو غاصب ہیں یا نہیں اگر احدھما غاصب ہے تو ما بہ الامتیاز کیا ہے جبکہ رضامندی زمیندار ہر دو کاشتکار کے متعلق نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حکومت کے قبضۂ سلطنت کو استیلاء علی الاراضی سمجھنا ہمارے فہم میں نہیں آیا کیونکہ استیلاء قبضۂ مالکانہ کا نام ہے اور گورنمنٹ نے جو ہندوستان

www.ahlehaq.org

پر تسلط کیا ہے وہ مالکانہ ہے اور قبضہ مالکانہ سے زمین مُلک کے بادشاہ کی مِلک نہیں ہوتی۔ وہ صرف منتظم و مدبّر ہے گذشتہ حالات کی ہم کو خبر نہیں اور نہ صحیح طور پر خبر ہو سکتی ہے لیکن حالاتِ موجودہ اس پر شاہد ہیں کہ گورنمنٹ نے اراضی ہند پر قبضہ مالکانہ نہیں کیا۔ مثلاً۔ گورنمنٹ اپنی ضرورت کیلئے بعض دفعہ اگر کسی کی زمین لیتی ہے تو اس کا معاوضہ دیتی ہے۔

عدالتوں میں شب و روز جائیداد کے بیعنامے اور ھبہ نامے اور وقفنامے اور وراثت کے دعوے دائر ہوتے ہیں اور گورنمنٹ اِن سب کو معتبر سمجھتی اور اس کے موافق عمل کرتی ہے۔ اگر زمیندار مالک نہیں ہے بلکہ محض ٹھیکہ دار ہے تو اس کی بیع و ھبہ و وراثت و وقف سب باطل ہونے چاہئیں اور اس پر جس فسادِ عظیم کا مرتکب ہوگا وہ مخفی نہیں ہے۔ اس لئے اِن حالات کے ہوتے ہوئے یہ ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتا کہ اراضیٔ ہند گورنمنٹ کی مِلک ہیں۔ اور زمیندار محض ٹھیکہ دار ہے اور اگر ایسا ہوتا تو گورنمنٹ کو زمینداروں کا بک قلم الگ کر دینا کیا مشکل تھا وہ اپنے استیلاء کو دلیل بنا کر یہ سہولت کہہ سکتی تھی کہ زمیندار صرف ٹھیکدار ہے اب ہم اس کو ٹھیکہ دینا نہیں چاہتے۔ پھر ٹھیکہ اجارہ کی قبیل سے ہے جس کیلئے شرائط اجارہ کا تحقق ضروری ہے۔ اور یہاں ان کا بالکل وجود نہیں۔ نہ اس ٹھیکہ کی مدت مقرر ہے نہ زمیندار کی موت سے وہ اجارہ باطل ہوتا ہے بلکہ اس میں میراث جاری ہوتی ہے پھر کیونکر اس کو اجارہ مان لیا جاوے بلکہ یقیناً زمیندار اپنی زمین کا مالک ہے جو کاشتکار کو اجارہ پر زمین دیتا ہے۔ اور کاشتکار مُستاجر ہے لیکن اس قانونِ جدید کی وجہ سے اب جو کاشتکار کسی زمیندار کی زمین اجارہ پر لیتا ہے تو وہ گویا اجارہ میں یہ شرط بھی لگاتا ہے کہ زندگی بھر میں اس کی زراعت کرونگا جو ایک شرطِ فاسد ہے۔ نیز اس میں مدتِ اجارہ ہی مجہول ہے پس اس کا حکم اجارۂ فاسد کا حکم ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ موجر کیلئے اَجر حلال ہے اور مستاجر جو کچھ زراعت کرتا ہے پیداوار سب اس کی مِلک ہے لیکن مستاجر بوجہ اس شرطِ فاسد کے گنہگار ہے اور زمیندار تو قانون کی وجہ سے اس شرط کے ماننے پر مجبور ہے لیکن مستاجر مجبور نہیں ہے اِس لیئے اِس شرط کی وجہ سے وہی گناہ گار ہوگا رہا یہ کہ اس گناہ کا اثر صرف کاشتکار کے

www.ahlehaq.org

ذمہ تک ہے یا زراعت و پیداوار میں بھی اس کا خبث سرایت کرے گا۔ تو اس میں تفصیل ہے، جو روایاتِ ذیل سے واضح ہوگی۔

قال فی الھندیۃ: ولو کان المشتری استاجر الارض الی ان یدرك ولم یذکر مدۃ معلومۃ فالاجارۃ فاسدۃ لجھالۃ المدۃ فان ترکہ فی الارض حتی أدرك لزمہ أجر المثل بخلاف ا حتی لا یجب ھناك الأجر اصلاً۔ قال ویطیب لہ من الذرع بقدر الثمن وما عزم من الأجر ویتصدق بالفضل ھذا الذی ذکرنا قیاس قول ابی حنیفۃ ومحمّد و اما علی قول ابی یوسف یطیب لہ الزیادۃ فی الوجوہ کلھا کذا فی الذخیرۃ اھ ج ۵، ص ۲۷۲۔

قلت و وجہ قول ابی یوسف کونھا من الاجارۃ الناس کما یظھر من کلامہ حق واللہ أعلم،

قال فی الدر: فی الاجارۃ الفاسدۃ وحکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ان کمال اھ

وفیہ ایضاً: الفاسد من العقود ما کان مشروعاً باصلہ دون وصفہ والباطل ما لیس مشروعاً اصلاً لا باصلہ ولا بوصفہ۔

وقال الشامی تحت قولہ: وجوب أجر المثل والاجر طیب وان کان السبب حراماً کما فی المنیۃ، ونقل فی المنح أن شمس الأئمۃ الحلوانی قال تطیب الأجرۃ فی الاجارۃ الفاسدۃ اذا کان اجر المثل اھ ج ۵، ص ۴۲۔

وفی الدر: ولا تملك المنافع بالاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف بیع الفاسد فان المبیع یملك فیہ بالقبض بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضھا المستاجر لیس لہ أن یوجرھا ولو اجرھا وجب المثل ولا یکون غاصباً اھ

وفیہ ایضاً: وفی الاشباہ: المستاجر فاسد لو آجر صحیحا جاز ولو بعد قبضہ فی الأصح منیۃ اھ ج ۵، ص ۴۳

قلت وھذا حکم المنافع واما الاعیان المتولدۃ من المأخوذ

www.ahlehaq.org

اجارة فاسدة فحكمه ما فى الحامدية: وفى الخلاصة رجل دفع الى خياط ثوبا ليخيطه له قباء أوجبة ولم يشا الأجرة فلما فرغ منه اعطاه صاحب الثوب زيادة على اجر مثله فى قياس قول ابى حنيفة يطيب له وقال فقيه ابو الليث الزيادة جائزة فى قولهم جميعا اهـ ج ٣، ص ١٤٩

قلت واذا طاب للخياط الزيادة على اجر مثله فالظاهر جواز لُبس القباء للمالك ايضاً ولعل وجه ذلك عندهما كونهن اجارات الناس والله اعلم.

ونصها لو زرع ارض الغير بغير اذنه يعتبر العرف فان اقتسموا الغلة انصافاً او ارباعاً اعتبروا الا فالخارج للزارع وعليه اجر المثل للارض اهـ ثم نقل عن جامع الفصولين ومن زرع ارض غيره بلا امره يجب الثلث او الربع على ما هو عرف القرية ثم رمز الفتاوى القاضى ظهير الدين زرع الاكار سنين بعد مضى مدة الزراعة جواب الكتاب انه لا يكون مزارعة فالزرع كله للاكار وعليه تصدق بما فضل من بذره واجر المثل عمله وهكذا كانوا يفتون ببخارى وقيل تكون مزارعة وقيل لو كانت الارض معدة للزراعة بان كان ربها ممن لا يزرع بنفسه ويدفعه مزارعة فلرب الارض حصة على ما هو عرف تلك القرية لكن انما يحصل على هذا لو لم يعلم وقت الزراعة انه زرعها على وجه الغصب صريحاً او دلالة او على تاويل فان من آجر أرض غيره بلا اذنه ولم يجز ربها وقد زرعها المستاجر فالزرع كله للمستاجر لا على الزراعة (بل على وجه الاجارة لانه زرعها بتاويل الاجارة) والحاصل ان فى المسئلة قولين او ثلاثة الأول انه اذا زرع ارض غيره بلا امره لا يكون غصبا بل يحمل على الزراعة وحصة رب الارض ما جرى عليه عرف القرية من ثلث او ربع والقول الثانى جواب الكتاب انه يكون غاصبا

www.ahlehaq.org

والزرع كله له لكن يتصدق بما فضل عن بذره واجر مثل عمله ويمكن حمل هذا على ما اذا لم يكن عرف فى اخذها على وجه المزارعة فلا يخالف ما قبله والقول الثالث انه يكون مزارعة اذا كان صاحبها اعدها للاستغلال بان كان يدفعها مزارعة لغيره ولا يزرعها بنفسه لانه يكون قرينة على ان الزارع انما اخذها على وجه المزارعة على عرف تلك القرية اما لو كان صاحبها يزرعها بنفسه يكون الزارع غاصبا فالزرع كله له اه فتاوى حامدية۔ ج ٢، ص ١٥٧، ص ١٥٨ ۔

قلت وظهر من مجموع الكلام ان الزراع انما يجب عليه التصدق بما فضل عن بذره واجر مثل عمله اذا كان غاصبا ولا يكون غاصبا اذا لم تكن الارض معدة للاستغلال او كان صاحبها يزرعها بنفسه و هذا كله فيما اذا زرع ارض الغير بدون اذنه واما فى صورة المسئولة فلا يمكن القول بكون الزارع غاصبا لانه يزرعها على تاويل الاجارة ويزرعها بان المالك لا بلا اذنه فيكون مستاجراً لا غاصباً فيكون الزرع كله له ولا يجب عليه التصدق بما فضل عن بذره واجر مثل عمله عند ابى يوسف خلافاً لهما وللمالك اجر مثل ارضه بالغا ما بلغ ولا ينقض عن المسمى لا يقال كيف يجب اجر المثل بالغا ما بلغ والاجرة ليست بمجهولة بل مسماة وحينئذ لا يزاد على المسمى كما فى الدر قلت علل فيه عدم الزيادة على المسمى برضاهما به ج ٥، ص ٤٦

وفى الصورة المسئولة لا يكون المالك راضيا بالاجر الذى يؤديه الا كارا لمدعى لنفسه حق القرار كما هو مشاهد والله اعلم

خلاصۂ روایات یہ ہوا کہ جو شخص غاصب ہو کر دوسرے کی زمین میں زراعت کرے اس کی زراعت کی پیداوار میں سے زائد سب حبیث ہے جس کا تصدق واجب ہے اور جو شخص اجارہ فاسد کیساتھ دوسرے کی زمین میں زراعت کرتا ہے اسکی پیداوار بھی طرفین (امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک مطلقاً خبیث ہے۔ إلا بقدر بذرہ و اجر مثل عملہ ۔ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک

www.ahlehaq.org

بعض صورتوں میں جو من جنس اجارات الناس ھو جائز ہے ۔

پس صورتِ مسئولہ میں جبکہ مالک ارض جانتا ہے کہ مستاجر اپنی حیات تک زمین پر قابض رہے گا اور اس بات کو جانتے ہوئے زمین کو اجارہ پر دے رہا ہے تو مستاجر اس صورت میں غاصب نہیں البتہ یہ اجارہ فاسدہ جس میں مستاجر ایک شرط فاسد کر رہا ہے اور مدتِ اجارہ بھی مجہول ہے اس لیئے اس کا حکم یہ ہے کہ خود اس مستاجر کے حق میں تو اس کی پیداوار کا وہ حصہ جو قدر تخم اور اجرت مثل عمل سے زائد ہو حلال نہیں ہے۔ علی قول الطرفین ۔ اور دوسروں کے حق میں قول ابو یوسف پر اس کی کل پیداوار کو دفع حرج کیلئے جائز کہا جائے گا۔ کیونکہ اب اس میں ابتلاء عام ہو گیا ہے جس سے دوسروں کو تحرز و دشواری ہے ان کیلئے ایسے مستاجر کی دعوت و ہدیہ و چندہ کی رقم لینے کو جائز کہا جائے گا۔ اور خود اس مستاجر کے حق میں چونکہ حرج کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ اس اجارہ فاسد کا اپنے فعل سے مرتکب ہو رہا ہے تو اس کے حق میں پیداوار زائد علی القدر المذکور کو حرام کہا جائے گا۔ اور دوسروں کیلئے بھی یہ توسع صرف اس صورت میں ہے جبکہ مالکِ ارض ابتدار ہی سے کسی مستاجر کو حیاتی کاشتکار مان کر زمین اجارہ پر دے اور اگر مالکِ ارض نے ابتدار میں حیاتی کاشتکار مان کر زمین نہ دی تھی بلکہ ایک مدتِ معینہ کیلئے اجارہ پر دی تھی پھر مستاجر اس قانونِ جدید کی وجہ سے حیاتی کاشتکار و دخیلکار بن گیا تو یہ شخص مدتِ معینہ کے تمام ہونے کے بعد غاصب شمار ہو گا۔ اور اس کی پیداوار زاید علی القدر المذکور سب کیلئے حرام ہے اس کے حق میں بھی اور دوسروں کے حق میں بھی۔ مگر یہ کہ وہ مدتِ معینہ اجارہ اولیٰ کے ختم ہونے پر اجارہ فسخ کر دے اور دوبارہ قانونِ جدید پہ اجارہ کرے یا مالکِ ارض کو قانوناً اس کاشتکار کو الگ کر دینے کا مدتِ معینہ تک حق حاصل تھا اور مالک ارض نے عمداً اس کو الگ نہیں کیا تو اب یہ کاشتکار بھی صورتِ اولیٰ کے کاشتکاروں جیسا ہو گیا و حکمہ کحکم الاول۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا ہو گا کہ امسال کے دخیلکاروں اور گذشتہ زمانہ کے دخیلکاروں میں فرق ہے۔ کیونکہ گذشتہ زمانہ کے دخیلکاروں سے مالکانہ ارض مدت معینہ تک کیلئے اجارہ کرتے تھے پھر وہ بدون رضا مالک کے بارہ سال کے بعد

www.ahlehaq.org

محض قانون کی وجہ سے قابض و دخیلکار بن جاتے تھے پس وہ بحکم غاصب تھے اور اس وقت جو کاشتکار کسی سے زمین لیتا ہے تو مالکِ ارض اس کو دائمی کاشتکار مان کر زمین دیتا ہے تو وہ اس کے قبضۂ حیاتی میں ابتدا ہی سے ہے۔ رہا یہ کہ وہ دل سے کہاں راضی ہے محض قانون کی وجہ سے مجبور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ قانوناً زمین کاشت کیلئے دینے پر مجبور نہیں اگر وہ خود کاشت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور جب وہ خود کاشت نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو زمین دے رہا ہے اور جانتا ہے کہ یہ کاشتکار بنتے ہی دخیلکار ہو جائے گا تو اس کا اس حالت میں زمین دینا کاشتکار کی دخیلکاری پر رضا ہے۔ نیز قانون نے مالکِ ارض کی زبان تو بند نہیں کی وہ اس قانون کے بعد بھی زبان سے اتنا کہہ سکتا ہے کہ میں یہ زمین مدتِ معینہ کیلئے (مثلاً سال دو سال کیلئے) اجارہ پر دیتا ہوں اور اس سے زاید کے لئے میں راضی نہیں ہوں اگر وہ زبان سے ایسا کہہ دے تو اس کا شتکار کا اب بھی مدتِ معینہ کے بعد وہی حکم ہوگا جو گذشتہ دخیلکاروں کا حکم تھا لیکن جب وہ زبان سے کوئی مدت معین نہیں کرتا اور قانونِ حال سے واقف ہے تو دلالۃ وہ مستاجر کی شرطِ فاسد پر راضی ہے پس اس صورت میں مستاجر کو غاصب مثل گذشتہ دخیلکاروں کے نہ کہا جائے گا ہاں اس قانون سے نفع لینے میں وہ گناہگار ضرور ہے اور اس کے حق میں اس کی پیداوار حرام ہی ہے باستقباء، مامرّ لیکن غاصب نہ ہونے کا اثر دوسروں کے حق میں بصورتِ توسع ظاہر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرّرہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ امدادیہ
۱۰ رشعبان ۴۴ھ

موروثی کاشتکار کی ایک خاص صورت کا حکم

السوال: - زید ایک زمین پر انگریزی قانون کی رُو سے قابض و دخیل ہے (جس کو عرفاً قدیم قانونِ انگریزی کے اعتبار سے موروثی کاشتکار و جدید قانون کے لحاظ سے حین حیاتی دخیلکار کہا جاتا ہے) اس نے ایسی زمین خالد کے یہاں رہن رکھی خالد نے بکر سے جو اس زمین کا زمیندار و مالک ہے زبانی خود جوتنے بونے کا معاملہ کر لیا اب راہن جب مرتہن کو زرِ رہن

www.ahlehaq.org

ادا کرے گا اس وقت وہ زمین راھن کو ملے گی ورنہ اس مدت تک مرتہن اس زمین سے انتفاع حاصل کرتا رہیگا پس صورتِ مسئولہ میں شرعاً کوئی حرج بھی ہے یا نہیں ہے۔

الجواب

جب مرتھن نے اصل مالک زمین سے اس زمین کی کاشت کی اجازت لے لی ہے اور اس کو اس کی رضا کے موافق لگان ادا کرتا ہے تو مرتہن کو بس زمین کی کاشت جائز ہے اور پیداوار حلال ہے اور اس کو انتفاع بالمرہون میں داخل نہ کہا جاوے گا کیونکہ دخیلکار کا اس کو رھن کرنا صحیح نہ تھا لکونہ قابضاً علی ارض المالک قبضا حراماً اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۸ر محرم الحرام ۴۶ھ

دلیل حرمت موروثی و دخیلکاری

السوال:۔ ملجائی وماوائی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے معروض ہے کہ مکمل و مدلل بہشتی گوہر ص۱۳۹ میں مسئلہ ۱۴ اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم و بیش مدت تک زمین سے منتفع ہوکر موروثیت کا دعویٰ کرنا جیسا اس وقت رواج ہے محض باطل اور حرام اور ظلم و غصب ہے بدون طیب خاطر مالک کے ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور کھانا اس کا حرام ہے ص۲۴ ج ۴ شامی اھ ۔ ہم لوگ جب سے یہ مسئلہ حضور والا کے تصانیف مثلاً صفائی معاملات و امداد الفتاویٰ و بہشتی گوہر میں پائے ہیں اس وقت سے بحمد اللہ تعالیٰ خود اس میں عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ ہم تو حضور کو اپنا راہنما مانتے ہوئے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ قواعد شرعیہ سے بھی یہ مسئلہ بخوبی سمجھ میں آتا ہے اور اب تو نورٌ علیٰ نور مدلل بہشتی گوہر میں حوالہ بھی مندرج ہوگیا ہے ان وجوہ سے قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ پر عمل کرنے میں ہم لوگوں کو ذرا بھی خلجان نہیں لیکن ہمارے ادھر کے لوگ حتیٰ کہ اکثر مدعیان علم بھی اس مسئلہ سے واقف نہیں اور اس مسئلہ کے خلاف پر عامل ہیں اور گناہ تک نہیں جانتے اور فقط بہشتی گوہر کے دیکھنے پر قانع ہوتے نہیں لہذا اس مسئلہ کے بارے میں زمینداروں کو عموماً اور ہم لوگوں

www.ahlehaq.org

کو خصوصاً یہ خیال ہوا ہے کہ مزید حوالجات کیساتھ بنگلہ زبان میں بطور فتاویٰ یہ مسئلہ چھاپ کر شائع کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم ہوگا۔ اس غرض سے یہ مسئلہ شامی کی عبارت سے خود بھی سمجھنے کی کوشش کی اب حضور کا ھدایت نامہ پاکر شامی کی کتاب الاجارۃ کے جہان پہ لفظ کدک اور اس کے بعد عسر المسکہ لکھا ہے نکال کر خوب غور سے مطالعہ کیا لیکن کون سی عبارت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے ہمارے فہم ناقص میں نہیں آیا لہذا مجبوراً نہایت عاجزی کے ساتھ حضور والا کو دوبارہ تکلیف دیتے ہوئے عرض کرتا ہے ازروئے ھدایت پروری بعینھا وہ عبارت مسئلہ تحریر فرماکر ممنون و مشکور فرماویں ان اجرك الا علی اللہ۔

اطلاعاً دوسری گذارش یہ ہے کہ ھماری شامی کتاب کی جلد خامس میں کتاب الاجارہ ہے اور بہشتی گوہر میں مسئلہ مذکور کیلئے جلد رابع سے حوالہ دیا گیا ہے۔ اگر لکھنے میں کوئی خطاؤ قصور واقع ہوگئی ہو تو للہ معاف فرما دیں اور ھم لوگوں کیلئے علم نافع اور عمل صالح کی دُعا فرماویں۔ والسلام مع الکرام

نیازمند فدوی سید واجد علی عفا اللہ عنہ
ساکن اسلام آباد۔ ڈاکخانہ کہوائی ضلع ہنگال

الجواب

جس شامی سے بہشتی گوہر میں حوالجات لکھے گئے ہیں وہ مطبوعہ قدیم ۱۲۷۲ھ ہے اس لیئے جدید مطبوعہ شامی کے صفحات اس سے موافق نہیں ہوتے یہ مسئلہ شامی میں کتاب البیوع جلد ۴ کے شروع میں بایں الفاظ موجود ہے

قال فی البدائع: الحقوق المفردۃ لا تحتمل التملیك ولا یجوز الصلح عنھا اقول وکذا لا تضمن بالاتلاف قال السرخسی واتلاف مجرد الحق لا یوجب الضمان لان الاعتیاض عن مجرد الحق باطل اھ ج ۴ ص ۲۰

اس کے بعد شامی نے خلو اور مشد مسکہ اور کردار و کدک وغیرہ سے بحث کی ہے جس میں وجہ تفسیر معلوم نہ ہونے کے دیکھنے والوں کو دھوکہ جواز موروثی کا ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ موروثی اور مشد مسکہ و کردار وغیرہ کو متحد سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے ان سب کی تفسیر علامہ شامی نے فتاوی حامدیہ میں تفصیل سے کی ہے۔ جس سے موروثی

www.ahlehaq.org

کا ناجائز ہونا بخوبی واضح ہے: قال فی تفسیر الفلاح والمسکة لاشك انهما لفظان متغایران معناً وحکماً، اما المسکة فهی عبارة عن استحقاق الحرثة فی ارض الغیر من المسکة وهی لغة ما یتمسك به فکان المتسلم للارض المأذون له من صاحبها فی الحرث صار له مسکة یتمسك بها فی الحرث فیها وحکمها انها لا تقوم فلا تملك ولا تباع ولا تورث، واما الفلاحة فمعناها عمل الحراسة نفسها وحکمها انها تقوم فتملك وتباع وتورث قال ابن عابدین: فی القاموس: الفلاحة الحراثة فان کان المراد بها الکراب کما هو المتبادر فلا یصح قوله انها متقومة لان الکراب کما فی القاموس اثارة الارض لزرعها ای شقها وتهیئتها له فهو وصف غیر متقوم فی نفسه کما مر غیر مرة فلا یباع ولا یورث۔ وان کان المراد بها الکردار یصح ذلك وان کان بعیداً والکردار کما فی المغرب والقاموس بکسر الکاف مثل البناء والاشجار والکیس اذا کیسه من تراب نقله من مکان کان یملکه ومنه قول الفقهاء یجوز بیع الکردار ولا شفعه فیه لانه نقلی اھ واما فی القنیة ونقله المؤلف عن الحاوی بقوله یثبت حق قرار فی ثلاثین سنة فی الارض السلطانیة والملك وفی الوقف فی ثلاث سنین ولو باع حق قراره فیها جاز وفی الهبة اختلاف ولو ترکها بالاختیار تسقط قدمیته فالمراد به ایضا ما ذکرنا من الاعیان المتقومة لا مجرد الامر المعنوی لما علمت من عدم صحة بیعه اھ ص ۱۹۹/۲

اس میں صاف تصریح ہے کہ محض زمین کے بونے جوتنے سے کسی مدت کے بعد حق قرار بطور ملک کے حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ امرِ معنوی مجرد قابل مِلک نہیں اور جو حق قابلِ ملک ہے وہ محض زراعت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ بناء غراس باذن مالکِ ارض سے حق قرار حاصل ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

www.ahlehaq.org

حکم زمین موروثی السوال :۔ بعض لوگ حرام آمدنیوں میں (مثل موروثی ورہن زمینوں کی آمدنی میں جکڑے ہوئے ہیں اس کے سوا ان کی روزی کی بظاہر کوئی سبیل نہیں زمیندارہ کے سوا اور کوئی صورت نہیں اس صورت میں اگر ان کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے تو سائل کو خود ایسی صورت میں اِن لوگوں کو فتنِ عظیم میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں کیا چاہیئے۔

الجواب

اس صورت میں ان لوگوں کو چند امور کی فہمائش کی جاوے۔

الف : اپنے آپ کو گناہ گار سمجھیں اور روزانہ اس گناہ سے استغفار کریں کہ اور اللہ سے توبہ کریں کہ اس بلا سے نجات کی توفیق دے۔

ب : مالکان زمین کو اگر باقاعدہ قبضہ دینے کی ہمت نہیں تو کم از کم ان کو راضی رکھنے کی تو کوشش کرتے رہیں مثلاً لگان مقررہ سے کچھ زاید لگان ان کو دیدیا جائے اور خوشامدیں کرکے ان کو ایسا خوش کریں کہ وہ آپ کی کاشتکاری خوشی سے منظور کرلیں۔

ج : اس تدبیر میں برابر لگے رہیں کہ جب کوئی صورت ہوگی فوراً موروثی کو چھوڑ دیں گے۔

د : اگر اسی حالت میں کسی وقت موت کے اثرات ظاہر ہوں تو مرنے سے پہلے ضرور موروثی سے استعفاء دیدیں۔ اولاد کیلئے موروثی چھوڑ کر نہ جائیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد اولاد کام نہ آئے گی واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۷ جمادی الثانی ۴۷ھ

مزارعت فاسدہ کی ایک صورت کا حکم السوال :۔ ذیل کے مسئلہ کی ضرورت درپیش ہے۔ دیگر علماء کرام کے فتوی سے تسکین نہیں ہوئی اس لئے مستدعی ہوئے تاکہ بعد حصول فتوٰی اس پر عمل کیا جائے۔ چند سال سے ہمارے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے سیلاب کا پانی کم آتا ہے اس لئے زراعت کے واسطے زمیندار لوگ زمین پر مشین لگواتے ہیں۔ بعض مشینیں نالوں پر اور بعض فقط زمین پر کہ وہی زمین

www.ahlehaq.org

سے پانی نکالتی ہیں زمیندار اور مالکِ مشین آپس میں اسطرح معاملہ کرتے ہیں کہ مشین مالکِ مشین کی خریدی ہوگی اور زمین تک مشین کو پہنچانے اور لگانے کا جو خرچ ہوگا وہ مالک مشین کا ہوگا۔ جب مشین چالو ہوگی تو ڈرائیور اور مزدوروں کی مزدوری اور تیل لکڑی وغیرہ کا خرچ زمیندار اور مالکِ مشین پر مشترکہ ہوگا۔ اور محصولِ سرکاری بھی دونوں پر مشترک ہوگا۔ جب پیداوار ہوگی تو اول جو حصہ مزارعت سے مقرر شدہ ہوگا وہ مزارع حضرات کو دیا جاوے گا اور خرچ مذکور جو مشترکہ طے شدہ ہے وہ بھی نکالا جاوے گا اس کے بعد مابقی پیداوار مثلاً نصفاً نصف حصہ ہر ایک یعنی زمیندار اور مالکِ مشین لے لے گا اس معاملہ کی مدت بھی مقرر کرتے ہیں مثلاً دس سال وغیرہ۔ اگر معاملہ کو وہ لوگ شراکت کہتے ہیں اور قانوناً بھی ایسی دستاویز شراکت نامہ کا رجسٹری کراتے ہیں۔

چند سال سے ہماری زمین بھی خشک پڑی ہے میرا ارادہ بھی مشین لگوانے کا ہوا ہے میرے ناقص فہم میں تو یہ صورت فاسد معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ شرکت ہے یا مزارعت اگر مزارعت کہا جائے اور مشین کو آلات شمار کیا جاوے چونکہ آلات کا خرچ مزارعت میں مشترک یا خاص کرنا بھی حسب تحریر رسالہ مولوی فتح محمد صاحب لکھنوی کے جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ مزارع تو اور ہیں اور مالکِ مشین تو فقط مشین کھلوا کر فقط پانی دینے کے عوض حصہ لیتا ہے اس لیئے مزارعت فاسد معلوم ہوتی ہے۔ اور شرکت تو کسی طرح بھی معلوم نہیں ہوتی۔

حضور اس کو کیا فرماتے ہیں اور مزارعت میں آلات کا خرچ مزارع اور زمیندار پر برضاء مشترک کریں تو جائز ہے یا نہ۔ اور مالکِ مشین کو بھی اگر مزارعوں کے ساتھ مزارع کہا جائے کہ مشین سے پانی دینا اس کے ذمہ ہے۔ دیگر کام ہل جوتنا وغیرہ دیگر مزارعوں کے سپرد ہو گویا زمیندار سے ان سب مزارعوں نے مزارعت پر زمین لی ہے یہ کام آپس میں تقسیم کر رکھا ہو۔ اس کے جواز کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں۔

دوسری یہ صورت بھی ذہن میں آئی ہے کہ اگر مالکِ مشین سے مشین مقررہ تعداد ـــــ اور مقررہ مدت تک کرایہ پر لی جاوے جس کے چلانے لگانے وغیرہ

www.ahlehaq.org

کا خرچ مالک مشین پر ہو اس بات کی مالکِ مشین سے دستاویز لکھا لی جاوے اور عقد کر لیا جاوے اس کے بعد اس کرایہ والے روپوں میں جو کہ زمیندار کو واجب الاداء ہوں گے اس کے عوض زمین کا حصہ مقرر کر کے مقرر مدت تک مالک مشین کو زمیندار ٹھیکہ پر دے دے اور ایسا عقدِ ٹھیکہ اور دستاویز جدا کر کے زمیندار اس کو کہہ دے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں یہ حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ جو صورت جواز کی ہو اور سہل ہو یا اور کوئی تاویل یا حیلہ شرعی ہو تو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق سرکاری قانون پر ہی دستاویز لکھ دیا جاوے کہ فریقین کو حجت ہو کہ یہ بڑا کام ہے۔

الجواب

یہ معاملہ شرکت ہے نہ مزارعت ہے بلکہ مزارعتِ فاسدہ ہے۔

قال فی الدر: ومتی دخل ثالث فاکثر بحصته فسدت، قال الشامی عن الخانیة لو اشترک ثلاثة او اربعة ومن البعض البقر وحده او الارض وحده فسدت وکذبوا من احدهما البذر فقط او البقر فقط وعد فی الجامع الفصولین من الفاسدة مالو کان البذر لواحد والارض ثمان والبقر لثالث والعمل لرابع لان الاستیجار لبقر بعض الخارج یرد به اثر فاذا فسدت فی حصة البقر فسدت فی الباقی وعندهما فساد البعض لا یشیع فی الکل اھ ج ۵، ص ۱۷۔

قلت فشرکة غیر صاحب البقر مما لا شئ له سوی آلة الماء فسادة بالاولیٰ۔

پس صورت جواز یہ ہے کہ مشین والے سے مشین کو کرایہ پر لیا جاوے اور کرایہ شرائط اجارہ کے ساتھ منعقد کیا جاوے۔ اجرت روپوں سے منعقد کی جاوے یا غلہ کی مقدار معین یعنی مقرر کی جاوے اور تصریح کر دی جاوے کہ اسی زمین کی پیداوار سے دینا لازم نہیں۔ لئلا یکون شبهة قفیز الطحان۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۵ ذی الحجہ ۴۶ھ

www.ahlehaq.org

زمیندار پر سرکاری پابندی ہے کہ کاشتکار کو اتنی معافی ضرور دیں اور اس کی ایک خاص صورت کا بیان۔

السوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی سو بیگہ مبلغ آٹھ ہزار روپے میں خرید کیا جس کی مالگذاری سرکاری پچاس روپے و ابواب پانچ روپے جملہ مبلغ وصہ داخل خزانہ کرتے ہوئے اور اس کا لگان جو کاشتکار سے وصول کیا جاتا ہے مبلغ ساٹھ تین سو پچاس روپے ہے سرکار نے بقدر ¼ مالگذاری میں سے یعنی مبلغ عہ زمیندار کو معاف کیئے اور ابواب بدستور بذمہ زمیندار مبلغ پانچ روپے قائم رکھا اور حکم دیا کہ زمیندار ہی کاشتکار پر مع ابواب بقدر ¼ معاف کرے جسکی تعداد مبلغ مذکور سے کم کرنا چاہیے یا عہ بارہ روپیہ جس قدر کہ زمیندار پر معاف ہوا یا کل لگان پر عہ فیصدی ابواب یعنی ۵/۸ کم کر کے سالع ۸/ پر معافی دینی چاہیئے۔

الجواب

شرعاً زمیندار کے ذمہ کسی مقدار کا معاف کرنا بھی کاشتکار سے واجب نہیں بلکہ اس کو اختیار ہے کہ کچھ معاف کرے یا نہ کرے البتہ اگر حکومت کی معافی مشروط ہو تو اس کے عفو کے ساتھ یا تو گورنمنٹ کی معافی کو واپس کردے یا جتنی معافی بدرجہ اقل تعمیل حکم کیلئے ضروری ہو اس قدر معاف کردے۔ واللہ اعلم۔

حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۲۷ رمضان ۱۳۴۸ھ

www.ahlehaq.org

کتاب الصید والذبائح والاضحیۃ والعقیقۃ والختان

خصی دنبے کی قربانی کا حکم

السؤال : اگر کسی دنبہ کا ایک خصیہ نکلا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

خصی دنبہ کی قربانی جائز ہے اور بظاہر ایک خصیہ نکل جانے کے بعد بھی وہ مثل خصی کے ہو جاوے گا کہ شہوت باقی نہ رہے گی، لہذا یہ بھی حکماً خصی کے مثل ہے، قربانی میں کچھ حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کے جانور کو پہلے سے خرید کر موٹا تازہ کرنا مستحب ہے۔

السؤال : قربانی کا جانور اگر قربانی کی نیت سے ایک ماہ پہلے خرید لیا ہو تو کیا دسویں ذی الحجہ کو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

قربانی کا جانور پہلے سے خریدنا اور اس کو موٹا تازہ کرنا مستحب ہے۔ چاہے ایک ماہ پہلے یا زیادہ بہرحال قربانی جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

عقیقہ ساتویں دن کرنا مستحب ہے

السؤال : عقیقہ میں رعایت سات دن یا چودہ یا اکیس دن وغیرہ نہ کرکے جب جی چاہے تو عقیقہ کروں تو عقیقہ ہوگا یا نہ۔ حدیث و فقہ میں جو سات دن وغیرہ کی تصریح ہے یہ اس وقت کے واسطے ہے یا نفسِ جواز کے واسطے بیان کی گئی ہے بادلیل معہ حوالہ کتاب معتبرہ تحریر فرما دیں۔

الجواب

سات کے عدد کی رعایت محض افضل ہے ورنہ عقیقہ بہرصورت ادا ہو جائے گا۔

www.ahlehaq.org

قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ فی احکام العقیقۃ ج ۲ ص۲۱۲ ، ص۲۱۳

ولو قدم یوم الذبح قبل یوم السابع أو أخّره جاز إلا أن یوم السابع افضل (إلی أن قال) ووقتها بعد تمام الولادۃ إلی البلوغ فلا یجزی قبلها و ذبحها فی الیوم السابع یسنّ والاولی فعلها صدر النهار عند طلوع الشمس بعد وقت الکراهۃ للتبرّك بالبکور ولیس من السبعۃ یوم الولادۃ خلافاً للشیخین ولو ولد لیلاً حسبت الذبیحۃ من الصبیحۃ ولیس أن یعق نفسه من بلغ ولم یعق عنه اھ

اس سے معلوم ہوا کہ سات کے عدد کی رعایت کرنا صرف مسنون ہے ورنہ ادائے عقیقہ میں بغیر اس کے بھی خلل نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہٗ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ

گائے کا ذبیحہ ہندوستان میں اسلامی شعار ہے۔

السؤال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذبیحہ گائے ہندوستان میں اسلامی شعار ہے یا نہیں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ہشتاد ویکم جلد اول ص۸۶ میں تحریر فرمایا ہے: "ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعارِ اسلام است"

ع۲ اور اگر کسی جگہ ہندو مسلمانوں کو اس سے روکنے لگیں مگر مسلمان اس کے ذبح پر قادر بھی ہوں تو مسلمانوں کے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟

ع۳ اور ایسے وقت میں جو مسلمان بکری وغیرہ کی قربانی چھوڑ کر اکثر صرف گائے ہی کی ذبح کو اختیار کریں یا روزمرہ بجائے بکری کے گائے کا گوشت کھایا کریں تو وہ مسلمان ثواب کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

ع۱ ذبیحۂ گائے ہندوستان میں یقیناً اسلامی شعار ہے، چند وجوہ سے:

ع۱ ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے سے پہلے گائے کی ہندو بہت عظمت کرتے اور اس کو اپنا دیوتا سمجھتے تھے، جیسا کہ اب بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اس مشرکانہ اعتقاد کے ساتھ جب تک ہندوؤں کی سلطنت ہندوستان میں رہی کسی کی یہ طاقت نہ تھی کہ یہاں کوئی شخص گائے کو ذبح کو سکے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی سلطنت جب اپنے

www.ahlehaq.org

میں لی تو جیسا کہ انہوں نے دیگر عقائد شرک کو پامال کیا اسی طرح گائے کی اس عظمت کو بھی پامال کیا اور اس کو ذبح کر کے اس کا دیوتا نہ ہونا اور محض عاجز و لاچار ہونا ظاہر کر دیا۔ پس ذبیحۂ گائے چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے سے شروع ہوا اور اس کا ذبح ہونا اسلامی اثر کا نتیجہ تھا اس لئے یہ ذبیحہ اسلامی شعار ہے۔

۲ کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بالاتفاق شعارِ اسلام ہے لیکن ہندو کسی خوف یا تقیہ کی وجہ سے اس کلمہ کو زبان سے کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس وقت ہندو و مسلم کی اتحاد کی گرما گرمی میں سُنا گیا ہے کہ بعض ہندوؤں نے اللہ اکبر اور لَآ اِلٰہَ الا اللہ کے نعرے لگائے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ہندو ہی سمجھتے ہیں مسلمان نہیں سمجھتے لیکن گائے کا ذبح کرنا یا اس کا گوشت اعلانیہ طور پر کھانا یہ کوئی ہندو اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنے کو مسلمان ظاہر نہ کر دے۔ یہ صاف اس بات کی علامت ہے کہ ذبیحۂ گائے اور اس کا گوشت کھانا ہندوستان میں اسلام کا بڑا شعار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی ہندو مسلمان ہوتا ہے تو اہل اسلام اس کو پہلے گائے کا گوشت کھلاتے ہیں۔ اگر اس نے اس سے نفرت نہ کی تو اس وقت اس کے سچے مسلمان ہونے کا یقین ہو جاتا۔

۳ کفار سے جزیہ یقیناً اسلام کی بڑی علامت ہے لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں ہندو جزیہ دینے کی ذلت کو گوارہ کرتے تھے مگر گائے کے ذبح ہونے کو گوارہ نہ کرتے تھے بلکہ اس پر ہمیشہ کشت و خون کی نوبت آتی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی بہت سی قیمتی جانوں کا خون کر کے ذبیحہ گائے کو بھی ہندوستان میں جاری کیا۔ پس ذبیحۂ گائے ہندوستان میں غلبۂ اسلام کی اتنی بڑی علامت ہے کہ جزیہ لینا بھی علامت میں اس سے کم تر ہے۔ اس لئے اس میں کچھ شک نہیں کہ ذبیحہ و قربانی گائے ہندوستان میں اسلام کا بہت بڑا شعار ہے۔

۴ قرآن شریف میں حق تعالےٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ اور بدنہ کو ہم نے تمہارے لئے خداوندی شعار بنایا ہے۔

بُدن جمع ہے بُدنۃ کی، جس کا اطلاق لغۃً اونٹ اور گائے پر ہوتا ہے قال فی القاموس

www.ahlehaq.org

والبدنة محركة من الابل والبقر كالاضحية من الغنم تهدى الى مكة للذكر والانثیٰ اھ ج ۲-ص ۸۶۳

پس جس طرح اونٹ کی قربانی شعار اسلام ہے، اسی طرح گائے کی قربانی بھی شعار اسلام ہے[۵]

۵ صحیح بخاری میں ہے :

عن انس قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة اللہ ورسوله فلا تحقروه فی ذمته - رواه البخاری (مشکوٰۃ)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنے لگے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس یہی وہ مسلمان ہے جس کے لئے خدا اور مسلمانوں کی پناہ ہے، پس خدا تعالیٰ کی پناہ کو مت توڑو۔

اس حدیث میں جس طرح نماز اور استقبالِ قبلہ کو آپ نے شعارِ اسلام فرمایا ہے، اسی طرح اسلامی ذبیحہ کھانے کو بھی شعارِ اسلام میں داخل فرمایا ہے۔ اور اسلامی ذبیحہ وہی ہوگا جو ذبیحۂ کفار سے پوری طرح ممتاز ہو اور ایسا ذبیحہ گائے کے سوا ہندوستان میں کوئی نہیں۔ کیونکہ اس کے ذبح اور تناول پر کوئی ہندو کبھی پیش قدمی نہیں کرتا۔ پس ہندوستان میں گائے کا ذبیحہ اور اس کا گوشت کھانا بہت بڑا اسلامی شعار ہے۔

جواب سوال دوم

جب یہ ثابت ہو گیا کہ گائے کا ذبیحہ اسلامی شعار ہے تو اگر ہندو اس سے روکنے لگیں خواہ جبراً یا کسی تدبیر کے ساتھ مثلاً خوشامد اور چاپلوسی کر کے، اس وقت مسلمانوں پر بقدرِ استطاعت اس شعارِ اسلامی کے بقاء میں کوشش کرنا واجب ہے اور ایسی حالت میں جو کوئی ہندوستان کا ساتھ دے گا اس کے ایمان کا اندیشہ ہے جس طرح ہندوؤں کے جبر یا خوشامد سے اذان کا چھوڑنا یا کم کرنا جائز نہیں اسی طرح ان کی خوشامد یا جبر سے

---

۱۲ اور گو اس آیت کا حج کے متعلق ہونا محتمل ہے لیکن اول تو الفاظ عام پھر دوسرے جو لوگ اس کے شعار ہونے کے نافی ہیں بعض احوال میں شعائر ہونا بھی ان کے قول کی نفی کے لئے کافی ہے اور وجوہ بالا میں جو ہر حال میں شعار ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ باعتبار حالت خاصۂ ہند کو ہے، فلا تعارض۔

www.ahlehaq.org

ذبیحۂ گائے بند کرنا یا کم کرنا جائز نہیں بقدرِ استطاعت اس کا جاری رکھنا لازم ہے۔

جواب سوال سوئم

قربانی میں سب سے افضل اونٹ پھر بکری ہے۔

الھدی ادناہ شاۃ لماروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم سُئل عن الھدی فقال ادناہ شاۃ وھو من ثلاثۃ انواع الابل والبقر والغنم لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لما جعل الشاۃ ادنی فلا بد أن یکون لہ أعلی وھو البقر والجزور اھ

اس میں صاف تصریح ہے کہ گائے کی قربانی بکری کی قربانی سے اعلی ہے اور بکری کی قربانی ادنی ہے۔ فتح القدیر میں بھی اس کی تصریح ہے۔ امام نووی رح شرح مسلم میں فرماتے ہیں :

فمذھب الشافعی وابی حنیفۃ والجمھور ان الابل افضل ثم البقر ثم الغنم اھ

یعنی امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء امت کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ (کی قربانی) افضل ہے، اس کے بعد گائے (کی) اس کے بعد بکری (کی) اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ لغتِ عربی میں غنم بکری اور بھیڑ اور دُنبہ سب کو عام ہے۔

فی القاموس : الغنم محرکۃ الشاء لاواحد لھا من لفظھا والواحدۃ شاۃ اھ وفیہ ایضًا الشاۃ الواحدۃ من الغنم للذکر والانثیٰ وتکون من الضأن والمعز۔اھ

پس حدیث وفقہ کی تصریح کے موافق گائے کی قربانی بکری اور دنبہ اور بھیڑ سب سے افضل ہے۔ بعض لوگوں نے ترمذی کی حدیث خیر الاضحیۃ الکبش سے یہ استدلال کیا ہے کہ دنبہ کی قربانی گائے کی قربانی سے بہتر ہے، مگر وہ حدیث کا مطلب صحیح نہیں سمجھے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ بہتر اضحیہ دنبہ ہے اور اضحیہ کے معنی ان لوگوں نے مطلق قربانی کے سمجھے ہیں جس سے حاصل یہ ہے کہ بہترین قربانی دنبہ کی قربانی ہے۔ حالانکہ لفظ اضحیہ لغت میں جنسِ شاۃ کے لئے مخصوص ہے چنانچہ قاموس کی ایک عبارت تو اوپر گذر چکی ہے۔

والبدنۃ محرکۃ من الابل والبقر کالاضحیۃ من الغنم اھ

اور دوسری جگہ قاموس میں ہے :

www.ahlehaq.org

والاضحیۃ شاۃ یضحی بھا ج اضاحیّ کالضحیۃ جمع ضحایا اھ

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اضحیہ خاص قربانی شاۃ کو کہتے ہیں۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ بکری، بھیڑ اور دُنبہ کی قربانی اوروں سے بہتر ہے سو اس کا کسی کو بھی انکار نہیں۔ مگر اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ وہ گائے سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ فقہاء کے کلام سے بھی حدیث کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے۔

شامی میں ہے : قال فی البدائع : افضل الشاۃ ان یکون کبشًا املح اقرن موجوءًا والاقرن العظیم القرن والاملح الابیض۔ اھ

یعنی بکریوں میں افضل قربانی یہ ہے کہ دنبہ سفید بڑی سینگوں والا خصی ہو۔

اور جب فقہاء اور اہل لغت کے کلام سے اس حدیث کا مطلب متعیّن ہوگیا کہ بکریوں کی قسم میں افضل دُنبہ ہے تو پھر اس سے یہ استدلال کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ دنبہ کی قربانی گائے سے بھی افضل ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ یہ حدیث ضعیف بھی ہے، ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرکے کہا ہے ھٰذا حدیث غریب وعفیر بن معدان یضعف فی الحدیث۔ یہ حدیث غریب ہے اور عفیر بن معدان حدیث میں ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

وفی میزان الاعتدال : وقال ابوحاتم یکثر عن سلیم عن ابی امامۃ بما لا اصل لہ اھ ج ۲۔ ص ۲۰۳

وہ یعنی عفیر بن معدان ابوامامہ سے بواسطہ سلیم کے بے اصل روایتیں نقل کرتے ہیں۔

(اور یہ حدیث خیر الاضحیۃ الکبش ابوامامہ سے بواسطہ سلیم ہی کے روایت کی گئی ہے) لہذا بقاعدۂ اصول یہ حدیث احتجاج کے قابل نہیں ہے تاآنکہ اس سے جمہور امت کے خلاف یہ مسئلہ مستنبط کیا جائے کہ دنبہ کی قربانی گائے سے افضل ہے۔ بعض لوگوں کو درّ مختار کی عبارت الشاۃ افضل من سبع البقرۃ (بکری گائے کے ساتویں حصہ سے افضل ہے) غلط اندازے کا موقع مل گیا ہے کہ گائے کی قربانی سے بکری کی قربانی افضل ہے حالانکہ اس کے بعد اس میں یہ قید بھی مذکور ہے اذا استویا فی القیمۃ واللحم اھ یعنی جب گائے کا ساتواں حصہ اور بکری قیمت اور گوشت میں برابر ہوں اس وقت بکری کی قربانی گائے کے ساتویں حصہ سے افضل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ گائے ہی دبلی ہوگی جس کا ساتواں حصہ گوشت میں بکری کے برابر ہو۔ اور قربانی میں افضل یہ ہے کہ

www.ahlehaq.org

جانور عمدہ ہو -

فی الدر : فان کان سبع البقرۃ اکثر لحماً فھو افضل اھ ج ۵ - ص ۳۱۵

پس اگر گائے کا ساتواں حصہ گوشت میں زیادہ ہو تو وہی افضل ہے اھ

اور ظاہر ہے کہ جیسی گائے قربانی میں عموماً ذبح کی جاتی ہے اس کا ساتواں حصہ بکری سے گوشت میں زیادہ ہوتا ہے پس گائے کا ساتواں حصہ بھی بکری سے عموماً افضل ہے - ہاں جیس دبلی گائے کا ساتواں حصہ بکری کے گوشت کے برابر ہو اس سے بکری اس لحاظ سے افضل ہے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوگا - پھر یہ ساری گفتگو تو گوشت اور قیمت کے اعتبار سے افضل ہونے میں ہے لیکن جب اس لحاظ سے نظر کی جائے کہ گائے کے ذبح کرنے میں ہندوؤں کے عقیدۂ شرک کا ابطال اور غلبۂ اسلام کا اظہار ہے اس لحاظ سے ہر حال میں گائے کی قربانی بکری کی قربانی سے افضل ہوگی بشرطیکہ وہ گائے بقاعدۂ شریعت قربانی کے قابل ہو اور اسی لحاظ سے روزمرہ بھی گائے کا کھانا بکری کے گوشت کے کھانے سے بہتر ہے - خصوصاً جس جگہ ہندو مزاحمت کرتے ہوں - مگر مسلمان گائے ذبح کرنے پر قادر ہوں وہاں تو ضرور گائے کے گوشت کو بکری کے گوشت سے ترجیح دینی چاہیئے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ آجکل ہندوؤں سے ہمارا اتحاد ہے اور اس اتحاد کی ہم کو ضرورت بھی ہے اس لئے گائے کی قربانی بند کر دینی چاہیئے - اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوؤں سے ایسا اتحاد کرنا خود ہی ناجائز ہے، جس میں ہم کو ان کی عقیدۂ شرک کی کچھ بھی رعایت کرنی پڑے - گئو رکشا ہندوؤں کا مذہبی اہم عقیدہ ہے، اس میں مسلمانوں کو کچھ بھی حصہ لینا ہرگز ہرگز جائز نہیں - اور جس مقصد میں مسلمان ہندوؤں سے ایسا اتحاد کئے بغیر کامیاب نہ ہو سکیں وہ کام ہر مسلمان کے ذمہ لازم نہ ہوگا اگر ہندو بدوں مذہبی امور میں مداخلت کئے مسلمانوں سے اتحاد نہیں کر سکتے تو ایسے اتحاد کا اختیار کرنا ہی جائز نہیں ہے - اور بعض لوگوں نے جو ایسی مراعات کی نظیریں شریعت میں ثابت کی ہیں انہوں نے مخلوقِ خدا کو سراسر دھوکہ دیا ہے جس کی حقیقت رسالہ " الخیر النامی " میں ظاہر کر دی گئی ہے مسلمانوں کو ایسی باتوں سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے - شریعتِ اسلامیہ میں ایسی کوئی نظیر نہیں ہے جس میں کفار کے مشرکانہ عقیدہ کی کچھ بھی رعایت کی گئی ہو یا کفار کی خاطر کسی اسلامی شعار کو مٹایا گیا ہو نعوذ

www.ahlehaq.org

باللہ منہ - واللہ المسئول لان یثبتنا علی الصراط المستقیم والحمد للہ وعلی خیر البریۃ افضل الصلوٰۃ والتسلیم -

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ر جمادی الاولی سنہ ۱۳۴۰ھ

تأیید الجواب وھو الھادی الی الصواب

فی بیان القرآن تفسیر قولہ تعالٰی : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً الآیۃ

مانصّہ اور پر آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ الخ مخلص کی مدح تھی بعض اوقات اس اخلاص میں غلطی سے غلو اور افراط ہو جاتا ہے یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت بنظرِ غائر حدِ شریعت وسنت سے متجاوز ہوتی ہے اس کو بدعت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعتِ موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعتِ محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں اسی طرح شریعتِ موسوی میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعتِ موسویہ کی بھی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے -

فی منھیات عن لباب النقول : اخرج ابن جریر عن عکرمۃ قال قال عبداللہ بن سلام و ثعلبۃ وابن یامین واسد واسید ابنا کعب وسعید بن عمرو و قیس بن زید کلھم من الیھود یا رسول اللہ یوم السبت یوم نعظمہ فدعنا فلنسبت فیہ فنزلت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً

وفی روح المعانی : وکرھوا لحمان الابل اھ

وفی التفسیر المظھری : عن البغوی : وکانوا یکرھون لحوم الابل والبانھا

www.ahlehaq.org

بعد ما اسلموا فنزلت الآیۃ ۔

اس خیال کی اصلاح آیتِ آئندہ میں کسی قدر اھتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابلِ رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے اور ایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے اور بنسبت ظاہری معاصی کے اس کے اشد ہونے کے سبب یہ عذاب کا زیادہ مظنّہ ہے

اصلاح مبتدع یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ (یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی رعایت کیا کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے خلاف) پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں (احکام و شرائع اسلام کی) پہنچ چکی ہیں (پھر بھی صراطِ مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ بڑے زبردست ہیں (سخت سزا دیں گے گو چنداں سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے (بھی) ہیں (کسی حکمت اور مصلحت سے کبھی سزا میں دیر بھی کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ) یہ لوگ (جو کہ بعد وضوح دلائل حق کے کج راہی اختیار کرتے ہیں) صرف اس امر کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کے لئے) آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے (یعنی کیا اس وقت امرِ حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے (جزا و سزا کے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحبِ اختیار نہ ہوگا۔ سو ایسے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے ۔

www.ahlehaq.org

۳ (بعد حذفِ فائدتین) آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بدعت پر کس درجہ ملامت و مذمت ورد و انکار فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں اگر غور سے کام لیا جاوے تو بدعت ایسی ہی مذموم چیز ہونی چاہیئے کیونکہ خلاصہ حقیقت بدعت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت کا من اللہ ہونا ضرور اور لازم ہے تو یہ شخص ایسے امر کو جو من اللہ نہیں ہے اپنے اعتقاد میں من اللہ بتاتا ہے جس کا حاصل اور مرجع افترا علی اللہ اور ایک گونہ ادعاء نبوت ہے۔ سو اس کے عظیم و ثقیل ہونے میں کیا شبہ ہے۔ یہ تو شناعت ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے اور آثار کے اعتبار سے ایک بڑی شناعت یہ ہے کہ اس سے توبہ کمتر نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحسن سمجھ رہا ہے تو توبہ کیونکر کرے گا۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جہل ہی سے نجات بخش دیں کہ اس کی نظر میں وہ استحسان مبدل بہ استہجان ہو جاوے تو یہ اور بات ہے۔ اور پھر توبہ سہل ہے۔ اھ

تفریع علی ما فی التفسیر

مقامِ غور ہے کہ جب ایسے امر کی رعایت کو جو کہ فی نفسہٖ مباح ہو اور ایک وقت میں ایک شریعت کا جزو ہونے سے عبادت بھی رہ چکا ہو اور بعد تنسیخ کے بھی مباح ہی رہا ہو اور نیت بھی کسی دنیوی غرض یا کسی کافر کے خوش کرنے کی نہ ہو صرف عارضِ نسخ کے سبب وہ بدعت ہو گیا ہو جب ایسے امر کی رعایت کو اسلامِ کامل کے خلاف اور یہودیت کا شعبہ اور اتباعِ شیطان اور محلِ وعیدِ شدید قرار دیا گیا ہو تو جو امر کہ شعارِ کفر اور مبنی علی الشرک ہونے کے سبب فی نفسہٖ بھی مباح نہ ہو اور مقصود اس سے رضا مشرکین ہو اور پھر اس کو مقدمۂ تقویتِ دین بتا کر دین بنا دیا جائے اور اس کے سبب نصوصِ شرعیہ میں تحریف و تغیر کی جاوے اس کی رعایت کس درجہ اسلام سے بعید اور محلِ اشد وعید ہوگی وھو ظاھر جدًّا ولا یتخلّص من الذنب بعذر کون الامتناع عملیًا محضًا لا اعتقادیًا لما فی التفسیر الکبیر لقولہ تعالٰی: لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ المراد من ھٰذا التحریم ھو الامتناع عن الانتفاع بالازواج لا اعتقاد کونہ حرامًا۔ الخ۔ واللہ اعلم

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

۲۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۰ھ

www.ahlehaq.org

قربانی کی کھال خیرات نہ کرکے مٹی میں دفن کرنے کا حکم

السؤال : قربانی کے چمڑے نہ بیچ کر اور خیرات نہ کرکے اس کو مٹی میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
بیّنوا توجروا

الجواب

قربانی میں تو نقص نہ آئے گا مگر اضاعتِ مال کا گناہ ہوگا - واللہ اعلم

حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۲۹ صفر ۱۹۴۳ھ

۵۵۰۹

اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم اور حکمتِ جواز

السؤال : کتابیہ کے ہاتھ کا ذبیحہ یا اُن کے یہاں شادی بیاہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے تو کس طرح سے، کیونکہ جو شخص مسلمان نہیں رسول اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور خدا کی وحدانیت کا قائل نہ ہو اس کے یہاں شادی بیاہ یا اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کیسے جائز ہو سکتا ہے - ذبیحہ میں مسلمان ہونا ضروری ہے - جب یہود و نصاریٰ اسلام کے سراسر خلاف اور منکرِ رسالت یا توحید کے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ کی کوئی چیز کیسے درست

www.ahlehaq.org

ہوسکتی ہے۔ جو چیز کہ ضروریاتِ دین اور شعائرِ اسلام سے عبادات کے اندر پائی جاتی ہو رہا معاملہ اس میں تو ھندو یعنی اہل کتاب وغیر اہل کتاب سب مساوی ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ میں نے مالابدّ منہ، مؤلفہ جناب مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی جب سے یہ عبارت دیکھی ہے کہ کتابیہ کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے اور اس کے علاوہ غالباً کوئی آیت قرآن کی بھی اس کے جواز کا فتویٰ دے رہی ہے، سرِ دست مجھے فرصت نہیں ورنہ مدلّل لکھتا بہر کیف تردّد یہ ہے اس کے باوجود کہ اہل کتاب اپنی اصل شریعت پر قائم ہوں پھر بھی یہ دین محمّدی بلا اختیار کیے اور آپؐ کی رسالت کے مقر ہوئے بغیر ان کی کوئی چیز کیسے جائز ہوگی۔ اس آیت سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام ۔ ماسوا اسلام کے اور کسی مذہب اور دین کے قبول کرنے کی رد میں یہ آیت کافی معلوم ہوتی ہے کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

خلاصہ ان سب مضامین کا مطلع فرمایئے، سمجھ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور اس کا کہنا اور لکھنا بجا ہے۔ بیّنوا توجروا

السائل :
محمّد شمس الدین غفرلہٗ
۳ رجب سنہ ۳۴۰ھ

الجواب

کتابی کے ہاتھ کا ذبیحہ اور اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا خود نصِ قرآنی سے جائز کیا گیا ہے اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ۔

پھر سائل کا اس پر چون وچرا کرنا سخت جائے حیرت ہے، کیا احکامِ شرعیہ کی اگر حکمت سائل کی سمجھ میں اگر نہ آئے گی تو وہ اس حکم کو تسلیم ہی نہ کرے گا۔ سائل نے اس سوال میں بہت سخت اور بیجا طور پر چون وچرا کی ہے۔ گویا وہ حکمِ خداوندی پر اعتراض کرنا چاہتا ہے کہ ایسا کیوں جائز کیا گیا، حرام کیوں نہ کیا گیا۔ سائل کو اگر حکمت دریافت کرنا منظور تھی تو ادب کے ساتھ حکمت دریافت کرتا۔ حکم شرعی پر اعتراض اور چون وچرا کرنا اپنی عاقبت

www.ahlehaq.org

کو برباد کرنا ہے چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لیے سائل کے جواب میں قرآن کی آیت کا لکھ دینا کافی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خود کتابی کے ذبیحہ کو اور کتابی عورتوں کو حلال کیا ہے ہمارے واسطے یہ دلیل سب سے بڑی دلیل ہے۔ رہا احکام کی حکمت کا بیان کرنا یہ ہمارے ذمہ نہیں کیونکہ ہم واضعِ احکام نہیں صرف عالمِ احکام فی الجملہ ہیں۔ احکام کا بتلانا اور حوالہ لکھ دینا ہمارا کام ہے۔ دلائل عقلیہ اور حکمتوں کے بتلانے کے ہم ذمہ دار نہیں۔ ہاں اگر مخاطب میں اہلیت ہو اور وہ زبانی دریافت کرنا چاہے تو اس سے بھی انکار نہیں۔ سائل کے بیہودہ طرزِ سوال کو دیکھ کر حکمت بتلانے کو جی نہ چاہتا تھا مگر پھر طبیعت پر جبر کر کے تبرّعاً لکھتا ہوں

میری سمجھ میں حکمت جو اس مسئلہ کی آئی ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا پر بھی مسلمانوں کی طرح صحیح ایمان نہیں رکھتے لیکن وہ دوسرے کافروں سے اس بات میں ممتاز ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے دین کا متبع بتلاتے ہیں جو کسی وقت میں دینِ الٰہی یقیناً تھا جس کا اتباع اس وقت فرض تھا۔ نیز وہ اپنے آپ کو ایسے پیغمبروں کا متبع بتلاتے ہیں جو درحقیقت خدا کے سچے رسول اور محبوب ہیں اور اس وقت ان کی رسالت کا دور ختم ہو گیا ہے پس یہ لوگ دوسرے کافروں کے برابر ہرگز نہیں۔ نیز تورات و انجیل پر ادھورا ایمان رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ قیامت اور ملائکہ اور دیگر انبیاء پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جنت دوزخ کے بھی قائل ہیں (کیونکہ یہ گفتگو ان عیسائیوں اور یہودیوں کی بابت ہے جو حقیقت میں عیسائی اور یہودی ہیں اور جو برائے نام عیسائی ہوں اور عقائد میں ملحد ہوں جیسے اکثر انگریز ایسے ہیں تو وہ گفتگو سے خارج ہیں، نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے نہ ان کی عورتیں حلال ہیں) اس لیے شریعت نے فی الجملہ دوسرے کافروں سے اہلِ کتاب کا یہ امتیاز عطا کر دیا کہ ان کے ہاتھ کے ذبیحہ کو حلال کیا بشرطیکہ وہ خدا کے نام پر ذبح کریں، مسیح وغیرہ کے نام ذبح نہ کریں اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز کر دیا

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

۶ رشوال ۱۳۴۰ھ

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم اور اس کی تحقیق

السؤال: معروض آنکہ جناب ملکِ بنگالہ میں مکسور القرن کے مسئلہ میں عالموں میں دو فریق میں تنازع ہو رہا ہے ایک فریق اوپر کے خول اور اندر کے استخوان کو قرن، اور دوسرا

www.ahlehaq.org

فریق فقط اوپر کے خول کو قرن اور اندر کے استخوان کو مشاش ومخ ودماغ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اور فریق اول قرن کی جڑ یعنی اصل قرن کو مشاش مخ ودماغ کو مغزِ سر کہتے ہیں اور دلیل ہر دو کی شامی وعالمگیری اور بزازی ہے۔ تینوں کتابوں کی دلیل سمجھنے میں تنازع ہوا ہے۔ اب امید ہر دو فریق کی یہ ہے کہ آپ بطور فیصلہ کے ایک جواب دیجئے گا اور آپ نے جو بہشتی زیور میں قربانی کے جانور مکسور القرن کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو درست نہیں اس کے کیا معنی ہیں کہ اوپر کے غلاف کا جڑ سے ٹوٹنا مطلب ہے یا کہ غلاف (یعنی خول اور اندر کا استخوان معًا) اور مغلوف ہر دو ٹوٹنا مراد ہے۔ فریقِ اول اپنے مدعا کا استدلال اسی دلیل سے کرتے ہیں۔

السائل :

محمد دلاور حسین عفی عنہ

پوسٹ دولت خان حاجی پور مدرسہ اسلامیہ بنگال

الجواب

قال الشامی : ویُضحّٰی بالجماء وھی التی لاقرن لھا خلقۃ وکذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر أوغیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز۔ قہستانی۔

وفی البدائع : ان بلغ الکسر المشاش لایجزئ والمشاش رؤس الفتام مثل الرکبتین والمرفقین اھ ج ۵۔ ص ۳۱۵

قرن کا اطلاق لغۃً اس ہڈی پر ہوتا ہے جو حیوانات کے سر پر بلند ہوتی ہے صرف اس کے خول کو قرن نہیں کہتے اور شامی تصریح کرتے ہیں کہ مکسور بعض القرن کی قربانی جائز ہے جس سے متبادر یہی ہے کہ اگر قرن مع غلاف وعظم باطن کے نصف سے کم ٹوٹ جائے تو قربانی جائز ہے اور مخ سے مراد دماغ ہے جو سینگ کی جڑ سے متعلق (متصل) ہے اس سے مراد باطن غلافِ قرن نہیں ورنہ عبارت اس طرح ہوتی فان بلغ الکسر مخّہ ای مخ القرن۔ لغت میں مخ کے معنی نقی العظم کے بھی ہیں اور دماغ کے بھی ہیں۔ لیکن جب لفظ المخ کا اطلاق بلا اضافت الی العظم کے ہو تو ظاہر یہی ہے کہ دماغ مراد ہے۔

www.ahlehaq.org

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بدائع میں بجائے مخ کے لفظ مشاش اختیار کیا ہے اور مشاش کا اطلاق باطنِ غلافِ قرن پر ہرگز نہیں ہوسکتا پس بہشتی زیور کی عبارت میں جڑ سے مراد صرف غلاف کی جڑ نہیں بلکہ اندر کی ہڈی اور غلاف دونوں کی جڑ مراد ہے غلاف تو اگر سارا بھی اتر جائے مگر اندر کی ہڈی باقی رہے تو اضحیہ درست ہے فافہم۔

ذابح کی مدد کرنے والا اگر کافر ہو تو ذبیحہ حلال ہے

السؤال : بعض عوام سمجھتے ہیں کہ اگر ذابح کی اعانت کرنے والا مثلاً جانور پکڑنے والا اگر کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے براہ کرم یہ جزئیہ جہاں ہو بمع حوالۂ کتاب وباب وجلد وصفحہ نمبر تحریر فرماویں۔

السائل :
مولوی عبدالحی عفا اللہ عنہ
ترب بازار شفاخانہ رحمانی حیدرآباد

الجواب

قال العلامة عبد الحیّ فی فتاواہ : گیرندۂ مذبوح را ہمچو رسن وغیرہ تصور باید ساخت، معین ذابح آنست کہ دستِ خود بر آلۂ ذبح نہد۔

فی کتاب الاضحیة من العالمگیریة : رجل اراد أن یضحی فوضع صاحب الشاة یدہ علی السکین مع ید القصاب حتی تعاونا علی الذبح قال الشیخ الامام یجب علی واحد منهما التسمیة الخ

وفی کتاب الصید : منها مسلم عجز عن حد قوسه بنفسه فاعانه علی مده مجوسی لا یحل اکله لاجتماع المحرم والمحلّل فیحرم کما لو أخذ مجوسی بید المسلم فذبح والسکین فی ید المسلم لا یحل اکله اھ ج ۶-ص ۲۸۰

برجندی در شرح نقایہ آوردہ کما یشترط تسمیة الذابح یشترط تسمیة من اعان الذابح بحیث وضع یدہ علی المذبح کما وضع الذابح۔

وقال قاضی خان فی فتاواہ : رجل أراد أن یضحی ووضع صاحب الشاة یدہ مع ید القصاب علی المذبح واعانه علی الذبح حتی صار

www.ahlehaq.org

ذابحًا مع القصاب الخ ج ۴ - ص ۳۰۵

فتاوی عبد الحی : قلت والقیود الفقہیۃ احترازیۃ فعلم ان الآخذ برجل الذبیحۃ ویدھا لیس بذابح ولا بمعین علی الذبح وقال فی الدر وشرط کون الذابح مسلمًا الخ فاسلام غیر الذابح لیس بشرط ۔ واللہ اعلم ۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

قربانی کے جانور کی کھال اور اس کے گوشت کا حکم

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کا ڈول بنوا کر مسجد میں دینا یا کھال ہی کھال کی قیمت کو مسجد میں یا دیگر اوقاف میں لگا دینا، تعمیر میں ان کے ملازموں کو تنخواہ میں دیدینا جائز ہے یا نہیں ۔

۲ : غریب سید کو یا کسی غنی کو کھال قربانی یا کھال کی قیمت دینا کیسا ہے اور کھال یا قیمت کے ان ہر دو طرح سے دینے میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک ہی حکم ہے ۔

۳ : قربانی کا گوشت پختہ یا کچا غیر مسلم ہندو کو دینا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

السائل :

جمعیت علی ازکالکا ضلع انبالہ ریلوے مسجد کرنالی

الجواب

قال فی الھدایۃ : واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح (تتمہ جلد ثانی فتاوی امدادیہ ص ۱۳۷)

وفی الدر : فان بیع اللحم او الجلد بہ او بدراھم تصدق بثمنہ اھ

(تتمۂ مذکورہ ص ۱۳۶)

وفی عالمگیریۃ : ویھب منھا (ای من الاضحیۃ) ما شاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی اھ ج ۶ - ص ۲۰۱)

وفیھا أیضًا : ولا أن یعطی (أی لا یجوز) اجر الجزار والذبح منھا اھ

(ج ۶ - ص ۲۰۲)

www.ahlehaq.org

قربانی کی کھال کا بعینہ مسجد میں دینا (بشرطیکہ اس کو بعینہ مسجد کے کام میں لایا جاوے یعنی فروخت نہ کیا جاوے) اسی طرح اس کا ڈول بناکر مسجد میں دینا جائز ہے۔ کیونکہ کھال کا بعینہ تصدّق صدقۂ نافلہ ہے اور صدقۂ نافلہ کا مسجد میں دیدینا جائز ہے۔ باقی کھال کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ قیمت کا تصدق واجب ہے۔ اور صدقۂ واجبہ کے لئے تملیک شرط ہے اور مسجد محلِّ تملیک نہیں۔ اسی طرح کھال کی قیمت کو ملازمینِ مسجد و دیگر اوقاف کی تنخواہ میں دینا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح بعینہ کھال یا اس کی قیمت مسجد کے مؤذن یا امام کو اس کی خدمت کے معاوضہ میں بھی دینا جائز نہیں ہے البتہ اگر مؤذن و امام کو مقرر کرتے وقت صاف کہہ دیا گیا ہو کہ قربانی کی کھالوں میں تمہارا کچھ حق نہ ہوگا اس کے بعد اس کو بعینہ کھال یا اس کی قیمت دیدی جاوے تو جائز ہے اور صورتِ ثانیہ میں اس کا فقیر ہونا شرط ہے۔ اسی طرح اس کی قیمت کو مسجد کی مرمّت میں بھی صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں بعینہ کھال اگر مسجد یا اوقاف کے کاموں میں لگادی جائے تو جائز ہے مثلاً مسجد یا مدرسہ کے لئے ڈول بنا دیئے جاویں۔

ع۲ : بنو ہاشم کو بعینہ کھال دیدینا درست ہے پھر وہ خواہ اس کو بعینہ کام میں لاوے یا فروخت کرکے قیمت کام میں لاوے کیونکہ کھال کا بعینہ تصدق صدقۂ نافلہ ہے، اور صدقۂ نافلہ بنو ہاشم کو دینا جائز ہے۔ مگر کھال بیچکر اس کی قیمت بنو ہاشم کو دینا جائز نہیں کیونکہ قیمت کا تصدق واجب ہے اور وہ صدقاتِ واجبہ کے مصرف سے نہیں۔

ع۳ : قربانی کا گوشت کچا یا پختہ ہندو غیر مسلم کو دینا جائز ہے کیونکہ گوشت کا تصدق واجب نہیں پس وہ یا ہدیہ ہے یا صدقۂ نافلہ اور یہ دونوں کافر و ذمّی کو دینا درست ہیں۔

قلت والمستامن فی حکم الذمی فی ذلك والحربی المسالم فی حکم الذمی فافهم. واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۲ ذی الحجۃ ۱۳۴۰ھ

عقیقہ کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کا حکم

السّوال : احقر کے یہاں بال بچہ پیدا ہونے والا تھا، اس واسطے ایک بھیڑ خرید لیا تھا اس نیت سے کہ اگر لڑکا ہوگا تو ایک اور خرید لیا جاویگا، ورنہ یعنی لڑکی کی صورت میں تو یہی عقیقہ میں ذبح کر لیا جاویگا۔ اب

www.ahlehaq.org

ایک لڑکا ہوا جو ایک ہفتہ زندہ رہنے کے بعد مر گیا مگر اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر سکا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جانور کا کیا کیا جاوے آیا اور کام میں لایا جا سکتا ہے یا عقیقہ ہی کی نیت سے ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ خریدتے وقت عقیقہ ہی کی نیّت تھی گو کہ عقیقہ فرض نہیں مگر نیت کر لینے سے تو اس کا ذبح کرنا فرض ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اور مولوی محمد الیاس صاحب سے اس کی بابت تحقیق کی مگر ان کے پاس نہ وقت تھا اور نہ کتابیں تھیں جو تحقیق فرماتے۔ آپ فرماویں کہ اب کیا کروں آیا اُسے ذبح کروں یا قربانی کی نیت سے پال لوں۔

السّائل :

حافظ محمد عثمان۔ تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

الجواب

عقیقہ کی نیت سے جو جانور خریدا گیا ہے اس کا ذبح کرنا واجب نہیں۔ جس کام میں چاہیں لے آویں۔

لان الشراء بنية العقيقة وان كان بمعنى النذر ولكن يشترط لانعقاد النذر أن يكون المنذور عبادة مقصودة

قال فى الدرّ : وكان من جنسه واجب اى فرض كما سيصرّح به تبعًا للبحر والدرر - وهو عبادة مقصودة اه

قال الشامى : الضمير راجع للنذر بمعنى المنذور إلى أن قال فهذا صريح فى أن الشرط كون المنذور نفسه عبادة مقصودة لا ما كان من جنسه اه

(ج ۳ - ص ۱۰۲)

وفى تنقيح الفتاوى الحامدية : ثم إذا أراد أن يعق عن الولد فانه يذبح عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة لانه إنما شرع للسرور بالمولود وهو بالغلام أكثر اه ج ۲ ص ۲۱۲ وهذا يدل على كونها عبادة غير مقصود فافهم - والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

حرّره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه

۱۷ محرم سنہ ۱۳۴۱ھ

www.ahlehaq.org

سینگ ٹوٹی ہوئی گائے کی قربانی کا حکم

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے قربانی کی نیت سے ایک گائے خریدی ہے۔ مگر اس کا ایک سینگ ٹوٹا ہوا ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ آیا سینگ ٹوٹے ہوئے جانور (گائے) کی قربانی جائز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

بیّنوا توجروا۔

الجواب

بطور مقدمہ کے چند باتیں اول معروض ہیں :

ع۱ : کتبِ حنفیہ میں اکثر فقہاء نے مکسور القرن کو مطلقاً جائز لکھا ہے۔ ھدایہ وغیرہ میں قرن کے لئے نصف یا اقل من النصف کی کوئی قید مذکور نہیں ہے۔

ع۲ : علامہ شامی نے قہستانی سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں بعض قرن کی قید مذکور ہے۔ جس سے شبہ ہوتا ہے کہ جمیع قرن کا انکسار مضر ہے۔

قال : وکذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر اوغیرہ فان بلغ الکسر إلی المخّ لم یجز قہستانی

اور ظاہر ہے کہ قہستانی کا قول تنہا حجت نہیں ہو سکتا لکونہ من المجاھیل

ع۳ : بدائع وعالمگیریہ وغیرہ میں بلوغ الکسر الی المخ او الی المشاش کو مطلقاً مانع جوازِ اضحیہ قرار دیا ہے۔ بلوغ الکسر الی المخ او الی المشاش کے بعد کسی نے نصف یا ما دون النصف کی قید نہیں بڑھائی

ع۴ : فقہاء حنفیہ نے مکسور القرن کو جماء پر قیاس کیا ہے اور علتِ جواز مکسور القرن یہ بتلائی لکونہ لا یتعلق بہ المقصود یہ علت جس طرح غلافِ قرن میں متحقق ہے داخل غلاف قرن میں بھی متحقق ہے بلکہ بدرجۂ اولیٰ۔ کیونکہ غلاف اتر جانے کے بعد داخلِ غلاف قرن جو کہ ایک نازک ہڈی ہے دفع اذیٰ کے لئے کسی درجہ میں مفید نہیں اور غلاف قرن دفع اذیٰ کو مفید ہے پس اگر غلافِ قرن کو لا یتعلق بہ المقصود کا مصداق مانا جاتا ہے تو داخلِ غلافِ قرن کو بدرجۂ اولیٰ اس کا مصداق ماننا پڑے گا۔

ع۵ : لفظِ مخ کے معنی لغت میں دماغ کے بھی ہیں اور ہمارے نزدیک یہی معنیٰ فقہاء کے کلام میں مراد ہیں۔ اور مشاش کے معنی متعدّد ہیں۔ اور لفظ مشترک کی تفسیر وہی

www.ahlehaq.org

معتبر ہوگی جو فقہاء نے بیان کی ہے۔ فقہاء نے مشاش کی تفسیر رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین سے کی ہے، اس کا مصداق داخل غلافِ قرن ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کو رأس العظم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کا مصداق قرن کی جڑ ہے۔ رأس الشئ کا اطلاق اصل الشئ پر بکثرت شائع ہے

ع۶: داخلِ قرن کو ہمارے نزدیک نقی العظم کہنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ نقی العظم سے وہ گودا مراد ہوتا ہے جو بحالتِ لاغری خشک ہوجاتا ہے۔ حدیث میں ہے ولا العجفاء التی لا تنقی اور داخلِ قرن ایسا گودا نہیں جو بحالتِ لاغری خشک ہوجاتا ہو بلکہ وہ بھی خود عظم ہے مگر بنسبت غلاف قرن کے نازک ہے۔

الدلیل علی المقدّمات

أما علی الأول فبالاستقراء التام لکتب القوم۔ قال فی الهدایة: ویجوز ان یضحّٰی بالجماء وهی التی لاقرن لها لان القرن لا یتعلق به مقصود، وکذا مکسورة القرن لما قلنا (من ان القرن لا یتعلق به المقصود۔ المحشی)

وفی العنایة: الا تری ان الاضحیة بالابل جائزة ولا قرن له۔

ج ۸ ص ۴۳۴ هدایه مع الفتح

وفی البحر: ویضحّٰی بالجماء التی لاقرن لها یعنی خلقةً لأن القرن لا یتعلق به المقصود وکذا مکسورة القرن بل اولی انتهٰی۔ ج ۸ ص ۱۷۶۔

وفی العالمگیریة: ویجوز بالجماء التی لاقرن لها وکذا مکسورة القرن کذا فی الکافی۔ وان بلغ الکسر المشاش لا یجزیه والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین۔ کذا فی البدائع۔ اھ ج ۶ ص ۲۰۰

وفی مجمع الانهر: وتجوز الجماء بتشدید المیم وهی التی لاقرن لها بالخِلقة اذ لا یتعلق به المقصود وکذا مکسور القرن بل اولیٰ۔ ج ۲ ص ۵۰۰

قلت: وفی هٰذه العبارات دلیل علی المقدمة الرابعة أیضًا۔ فقیاسهم المکسور القرن علی الجماء یفید أن القرن لا یضر انکساره مطلقًا، ولو لم یبق منه شئ فغایته أن یصیر کالجماء والتضحیة بها جائزة، فکذا بالمکسور القرن الذی لم یبق من قرنه شئ للعلة الجامعة التی هی

www.ahlehaq.org

كون القرن لا يتعلق به مقصود والغلاف و داخله فيه سواء

وأما على الثانى فما فى ردّ المحتار : انه لا يجوز الافتاء من الكتب المختصرة إلى أن قال ، او لعدم الاطلاع على حال مؤلفيها كشرح الكنز لملّا مسكين وشرح النقاية للقهستانى . ج ١- ص ٤٢

و أما على الثالث : فبالاستقراء التام لكتب القوم الموجودة عندنا فلم نجد أحدًا صرّح بأنه يجوز الأضحية اذا بلغ الكسر المشاش أو المخ بما دون النصف ولا يجوز إذا زاد عليه بل كلامهم يفيد أن بلوغ الكسر إلى المخ أو المشاش يمنع الجواز مطلقًا هذا يدل على أن المراد بالمخ او المشاش ليس بشئ من اجزاء القرن ، فان كسر بعضه لا يضر اتفاقًا . وكله أيضًا على ما هو مقتضى اطلاق الفقهاء المعوّل عليهم بل المراد به إنما هو أصل القرن الذى يتصل بالمخ اى الدماغ فان بلوغ الكسر اليه عيب فاحش يضر بصحة الحيوان - فقول المجيب أطال الله بقاءه فى آخر جوابه : اور مکسور المشاش اور اعضب القرن وہ جانور ہیں جس کی سینگ کا اندر کا حصہ نصف یا ما فوق النصف شکستہ ہو اور اس کی قربانی جائز نہیں الخ لا دليل عليه ولا أدرى من أين أخذ التقييد بالنصف و بما فوقه بعد بلوغ الكسر إلى المشاش والحال ان الفقهاء يمنعون عن التضحية اذا بلغ الكسر المشاش من غير تقييد وأما ما نقل من قول سعيد بن المسيب فى جواب قتادة العضب ما بلغ النصف فما فوق ذلك فلا حجّة فيه مالم تكن فى المذهب رواية توافقه

وأما على الرابع : فقد مرّ .

وأما على الخامس : فما فى القاموس المخ نقى العظم والدماغ وشحمة العين الخ ج ١- ص ١٦٧

وفى الحديث : فجاء يسوق عنزا عجافا مخاخهن قليل هو جمع مخ .

(مجمع البحار - ج ١- ص ٨٥)

وهو يدل على أن مخ العظم يراد به ما يقل حال العجف ويزيد فى السمن وليس داخل غلاف القرن هكذا - وفى القاموس أيضًا المشاشة

www.ahlehaq.org

لضم رأس العظم الممكن المضغ جمع مشاش - ج ۱- ص ۴۲۵ -

وفی المجمع : فی صفته صلی اللہ علیہ وسلم جلیل المشاش أی عظیم رؤس العظام کالمرفقین والکتفین والرکبتین وقیل هو ورؤس عظام لینة، یمکن مضغها اه ج ۲- ص ۳۰۲

قلت : وعلیه یحمل مافی المغرب من قوله فان بلغ الکسر إلی المشاش لایجزیه یراد به عظم داخل القرن اه فداخل القرن محمول علی أصله فانه یصح اطلاق إطلاق الداخل علیه أیضا وهو المراد بالمشاش فافهم علی أن تفسیر الفقهاء أولی من تفسیر المغرب -

وأما علی السادس : فظاهر غیر خفیّ

تائید الکلام السابق

قال العلامة النووی فی شرحه علی صحیح مسلم : مانصه : واجمع العلماء علی جواز التضحیة بالاجم الذی لم یخلق له قرنان واختلفوا فی مکسور القرن فجوّزه الشافعی وابو حنیفة والجمهور سواء کان یدمی ام لا وکرهه مالك اذا کان یدمی وجعله عیبًا اه ج ۲ ص ۱۵۵

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک مکسور القرن کی قربانی مطلقاً جائز ہے خواہ اس کسر کی وجہ سے خون بھی بہتا ہو یا نہ بہتا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوازِ اضحیہ میں غلافِ قرن و داخلِ غلاف کا انکسار برابر ہے۔ داخل غلاف ہی کے ٹوٹنے سے خون بہتا ہے اور امام ابوحنیفہ و جمہورِ علماء اس کو بھی مضر نہیں کہتے صرف امام مالکؒ نے اس کو مکروہ کہا ہے جبکہ خون بہتا ہو پس مشاش و مخ کی جو تفسیر مجیب سلّمہ نے کی ہے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر منطبق ہو سکتی ہے نہ کہ حنفیہ کے مذہب پر، لیکن وہ بھی صرف کراہت کے قائل ہیں عدمِ جواز کے وہ بھی قائل نہیں۔ رہا یہ کہ حدیث میں اعضب القرن سے نہی وارد ہے اور عضباء کے معنی الشاۃ المکسورۃ القرن الداخل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عضب کے معنی قطع کے ہیں پس اعضب القرن بمعنی مقطوع القرن ہوا جو اس کو بھی شامل ہے جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو گو عضباء کا استعمال بمعنی خاص بھی ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اعضب القرن

www.ahlehaq.org

بمعنی متطوع الاصل ہے۔ قاموس میں ہے کبشٌ اعضب بیّن العضب ج ۱-ص ۶۵

پس ہمارے نزدیک اعصب القرن سے مراد وہی ہے جس کے سینگ کی جڑ ظاہر ہوگئی ہو یا سینگ جڑ سے ٹوٹ کر لٹک گیا ہو، بیّن العضب اسی کو بولیں گے۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتمّ واحکم ولعلّ الحق لا یتجاوز عن ھذا بعد الفحص الکثیر من کلام الفقہاء السادات الحنفاء فقط۔

حرّرہ المفتقر الی ربّہ الصمد

عبدہ المذنب ظفر احمد عفا اللہ عنہ بمنّہ وکرمہ المؤید

۳ر صفر المظفر سنہ ۱۴ھ

تتمّہ قال فی المرقاۃ فی تفسیر اعضب القرن والاذن ای مکسور القرن مقطوع الاذن الی أن قال وقیل مقطوع القرن والاذن والعضب القطع وفی المھذب انہ تجوز الجماء التی لا قرن لہا او کان مکسورًا أو ذھب غلاف قرنہا فیکون النھی تنزیھا اھ

ج ۲- ص ۲۶۶

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جواز اضحیہ میں جماء اور مکسور القرن اور ذاھب الغلاف سب برابر ہیں۔ اگر حنفیہ کا مذہب اس میں خلاف قول مہذب ہوتا تو علامہ علی قاری ضرور اس پر تنبیہ فرماتے حالانکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حدیث کا کراہۃ تنزیہ پر محمول ہونا ظاہر کردیا جس کی دلیل حضرت علی کی دوسری حدیث ہے جو ترمذی نے اس سے پہلے نقل کی ہے۔

عن حجیۃ بن عدی عن علی قال البقرۃ عن سبعۃ قلت فان ولدت قال: اذبح ولدھا معھا، قلت: فالعوجاء قال: اذا بلغت المنسک قلت: فمکسورۃ القرن فقال: لا بأس أمرنا أو امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا بذلک ولم یأمرنا بذلک ولم یأمرنا باستشراف القرن فلا بأس بالمکسورۃ القرن ترمذی ج ۱-ص ۱۸۱

دوسری بات عبارت مرقات سے یہ معلوم ہوئی کہ مکسور القرن اسی کو بولتے ہیں جس کا سینگ مع غلاف وداخل غلاف کے ٹوٹ گیا ہو کیونکہ اس میں مکسور کے بعد او ذھب غلاف قرنہا مقابلہ میں مذکور ہے اور یہی میرا خیال ہے کہ جس کا سینگ

www.ahlehaq.org

اندر سے نہ ٹوٹا ہو صرف غلاف اتر گیا ہو اس کو مکسور القرن نہیں کہتے بلکہ اس کو ذاہب الغلاف کہنا چاہیئے ۔

پس کلامِ فقہاء میں جہاں کہیں مکسور القرن کی اجازت مذکور ہے اس سے وہی مراد ہے جس کا غلاف و داخلِ غلاف دونوں ٹوٹ گئے ہوں بشرطیکہ دماغ و مشاش تک اثر نہ پہنچا ہو اور عبارتِ جوہرہ میں قصماء کی اضحیہ کا جواز مذکور ہے اس سے مکسور القرن ظاہراً و باطناً کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ عبارت اس سے ساکت ہے۔ اور علامہ علی قاری کی عبارت اور فقہاء کا اطلاق اور اشتراکِ علت اور علامہ نووی کا کلام جواز کو مقتضی ہے اور ظاہر ہے کہ تصریحاتِ فقہاء کو سکوت پر ترجیح ہے ۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

ذابح کی اعانت کرنے کا معنی السؤال: جو شخص بوقت ذبح بکری کے پیر وغیرہ پکڑے رکھے وہ معینِ ذابح ہے یا نہیں اور اس کا بوقتِ ذبح، تکبیر یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا لازم ہے یا نہیں اور اگر بوقتِ ذبح کچھ بھی نہ پڑھے تو ذبح درست ہو جاوے گا یا نہیں ؟

السائل :

محمد اسماعیل ناظم انجمن اسلامیہ گورکپور

الجواب

پیر وغیرہ پکڑنے والا معینِ ذابح نہیں بلکہ معینِ ذابح وہ ہے جو ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے ۔

قال فی الخلاصۃ : وفی الاصل التسمیۃ عند الذبح شرط عند القطع آھ۔ ج ۴ ص ۳۰۸

قلت : مقتضاہ ان یشترط علی القاطع لاغیر قال فی الاشباہ : مجوسی اخذ بید مسلم فذبح والسکین فی ید المسلم لا یحل أکلہ کما لو عجز مسلم عن مدّ قوسہ بنفسہ فاعانہ علی یدہ مجوسی لا یحل اکلہ اھ ص ۹

قلت : وقیود الفقہ احترازیۃ فلو لم یا خذ بید الذابح لا یعد معینا اھ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۹ رجب ۱۳۴۱ھ

www.ahlehaq.org

ذابح نے غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہا تو ذبیحہ درست ہے یا نہیں

السوال : اگر کوئی جاہل غیر محتاط جو نماز کی بھی پابندی نہیں کرتا، غلط تلفظ کے ساتھ بِسمِ اللہ اَللہُ اَکبَر کہہ کر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

السائل :

محمد اسماعیل گورکپوری

الجواب

جب بسم اللہ کہدیا تو ذبیحہ حلال ہوگیا۔

قال فی الخلاصۃ : ولو قال مکان التسمیۃ الحمد للہ او سبحان اللہ یرید التسمیۃ اجزاہ اھ ج ۴-ص ۳۰۸

بس بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے حلّت میں کچھ شبہ نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۹ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ

بعد فوت اضحیہ کے ذبح کافی نہیں بلکہ تصدّق بھی واجب ہے

السّؤال : کسی شخص پہ قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تین دن گزر گئے اس نے قربانی نہیں کی تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردے اگر اس نے قیمت تو نہیں خیرات کی بلکہ اس نے یہ کیا کہ پچھلے سال کا بھی ایک اور حصہ اب کے سال گائے میں لے لیا تو اس سال گذشتہ کی قضاء قربانی صحیح ہوجاوے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ کا جواب مع حوالہ کتب ضرور تحریر فرمائیں نہایت احسان ہوگا۔

السائل :

محمد عمران مدرس مدرسہ ارشاد العلوم

گڑھی پختہ ضلع مظفر نگر

الجواب

بعد فوت ایام اضحیہ کے تصدق قیمت شاۃ ہی واجب ہے۔ سال موجودہ میں حصہ لینے یا بکری ذبح کرنے سے سال گذشتہ کی قضاء نہیں ہوسکتی۔

www.ahlehaq.org

قال قاضی خان : ولو لم یفعل شیئًا من ذلک حتی جاء ایام النحر من السنة القابلة وضحّی بها عن العام الاوّل لا یجوز لأن اراقة الدم عرف قربة اداءً لاقضاءً اھ ج ۴۔ ص ۳۳۰ واللہ اعلم

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۴ ذی الحجة ۱۳۴۲ھ

مالکِ تالاب کا لوگوں کو مچھلیاں شکار کرنے سے روکنے کا حکم

السّوال : جس تالاب کے چاروں طرف مٹی اسقدر بلند ہو کہ کبھی باہر کا پانی اندر اور اندر کا پانی و مچھلی باہر نہیں آجا سکتے اور اس کا مدخل مالک تالاب کے اختیار میں ہے ۔ ایسے تالاب میں دو قسم کی مچھلی ہوتی ہے ۔ ایک وہ کہ جسے مالک خود خرید کر اس تالاب میں چھوڑتا ہے جس کو ہمارے ملک میں "روھی کتال" وغیرہ کہتے ہیں ۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو مدخل یا کسی اور طرح سے اس میں آجاتی ہے ۔ اس بارے میں سوال یہ ہے کہ مالکِ تالاب اِن دونوں قسم کی مچھلی کے شکار کرنے سے غیر کو روک سکتا ہے یا نہیں ؟ یا اس میں ایک صورت میں منع کر سکتا ہے اور دوسری صورت میں منع نہیں کر سکتا ۔ فقط واللام

تنقیح سوال اس عبارت یعنی خط کشیدہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا ۔

جوابِ تنقیح اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تالاب سے پانی نکالنے یا اندر لانے کیلئے جو راستہ رکھا جاتا ہے اس کو جب کھول دیتے ہیں تو باہر سے قسم بہ قسم کے مچھلی آجاتی ہیں اور کبھی تالاب کے بند رہتے ہوئے بھی بعض مچھلیاں کان سے چل کر اندر چلی جاتی ہیں جس کو کٹے مچھلے کہتے ہیں ۔

الجواب

اگر تالاب مچھلی ہی کے جمع کرنے اور پرورش کرنے کے لئے بنایا گیا ہے تو اس میں جس قدر مچھلیاں ہوں خواہ خرید کر چھوڑی ہوں یا خود آگئی ہوں سب مالکِ تالاب کی مملوک ہیں ۔ دوسروں کو ان کا شکار جائز نہیں ہے ۔ اس لیے دوسروں کے روکنے کا بھی حق ہے اور اگر اس غرض کے لئے نہیں بنایا گیا تو جو مچھلیاں خرید کر یا پکڑ کر اس میں چھوڑی جائیں وہ اور ان کی نسل مملوک ہیں ، خواہ مدخل کو بند کرے یا نہ کرے اور جو از خود داخل ہوں وہ مملوک نہیں ہیں مگر جبکہ داخل ہونے کے بعد مدخل کو بند کر دیا جائے

www.ahlehaq.org

تو وہ بھی مملوک ہو جائیں گی۔ اور شکار سے روکنے کا حق مملوک میں ہے نہ کہ غیر مملوک میں فافهم هذا ما فهمته من عبارة الشامية ج ۴ ص۱۶۴ و ص۱۶۵

اور یہ مسئلہ تتمہ جلد ثالث فتاوی امدادیہ میں بھی ہے (ص۱۵۴) مگر اس میں اعداد للسمک کی صرف ایک ہی صورت مذکور ہے سدّ مدخل ونحوہ۔ اس سے یہ بھی مفہوم نہیں ہوتا کہ پورا تالاب بھی معدّ للسمک ہو سکتا ہے مگر حضرت مولانا نے مشافہۃً مجھ سے فرمایا کہ تالاب پورا بھی معد للسمک ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از خانقاہ سراجیہ امدادیہ
۵ ر ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

گونگے آدمی کے ذبیحہ کا حکم

السؤال: صُمٌّ بُكْمٌ آدمی جانور کو ذبح کرے تو وہ حلال ہوگا یا حرام اور اس کو تکبیر پڑھنا کس طرح سکھایا جاوے اور اس کے نکاح خوانی میں قبول کس طرح کر دیا جاوے۔

الجواب

قال فی العالمگیریه: وتؤكل ذبيحة الأخرس مسلماً كان او كتابيًا كذا فی قاضيخان اھ ج ۶ ص ۱۹۲

اس سے معلوم ہوا کہ گونگے مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اشارہ سے اس کو تکبیر سکھا دی جاوے اور نکاح میں اس کا اشارہ سر وغیرہ سے قبول کر لینا کافی ہے واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۱۶ ر ذی الحجہ ۴۲ھ

قربانی کے جانور کو تبدیل کرنے کا حکم

السؤال: زید نے قربانی کے لئے ایک گائے ۲۷ روپے میں خریدی اور عمر نے ایک گائے ساڑھے ستائیس ۲۷½ روپیہ میں خریدی اور عمر نے کاشتکاری کی غرض سے خریدی۔ مگر عمر کی گائے دیکھنے

www.ahlehaq.org

میں زید کی گائے سے زیادہ موٹی تازہ نظر آتی ہے اور کچھ بڑی بھی ہے مگر ہل جوتنے میں بالکل ناکارہ ہے اور زید کی گائے ہل جوتنے میں خوب چست وچالاک ہے اس لئے عمر سے کہتا ہے کہ تم اپنی گائے مجھے دیدو اور میری گائے لے لو اور قربانی کرلو۔ اس حالت میں اس کو تبدیل کرکے قربانی کرنا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ صورت جائز نہ ہو پھر یہ کس طرح جائز ہوگی۔

الجواب جائز ہے۔ اگر زید صاحبِ نصاب ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
المقیم بالخانقاہ الامدادیہ، تھانہ بھون
۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

جو جانور قربانی کے واسطے متعین کردیا ہو اس کا گوشت کھانے کا حکم اور اس صورت میں نذر ہونے کا اشکال اور اس کا جواب

السؤال: معروض بحضور فیض گنجور این کہ از قدیم الایام رسم این دیار چنیں افتادہ است کہ بیع وشراء جانورانِ اضحیہ بہ دو چہار روز پیشتر از ایام النحر کردہ می شود و مردمان جانور آن خریدہ برای اضحیہ نام زد کردہ متعین می سازند و ہمچنین اگر جانورے بملکِ کسے باشد آنرا قبل ایام النحر برای قربانی معین کردہ میدارند و بروزِ نحر آنرا ذبح کردہ غنی و فقیر بری الذمہ می شود، فی الحال مارا دران باب شکے افتادہ است برائے ازالہ آن شبہ کتابہا دیدہ ایم، جوابِ شافی میسر نیامد۔ امید است کہ آنجناب جوابِ شافی دادہ ممنون ومشکور فرمایند۔ فتوائے کہ دراں باب نوشتہ شدہ است بعینہ نقل کردہ میشود اگر آنرا صحیح پندارند بہ مہر ودستخط مزین نمایند واگر روایتے قابلِ تردید باشد آنرا رد کنند۔

نقل مطابقِ اصل

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں کہ اضحیہ کدام وقت واجب میگردد واگر کسے حیوانے جہتِ اضحیہ قبل ایام النحر خریدہ بہ زبان ہم بگوید کہ این برای اضحیہ خریدہ ام یا بدین قربانی خواہم کرد۔ وہمچنین اگر جانورے بملکِ کسے باشد وآن رادران ایام برای قربانی نام زد کردہ متعین سازد آیا دراین ہر دو صورت آن حیوان منذور باشد یا نہ وبر تقدیرِ اول غنی راذبحِ آن از ادائی واجب کافی یاشد یا نہ و

www.ahlehaq.org

خوردنِ آن نادار وغنی را روا باشد یا نه ؟ بینوا توجروا۔

الجواب وباللہ التوفیق

وقت وجوبِ اضحیہ فجر یوم النحر است تا آخر آن ایام لما فی الدر المختار۔ فتجب التضحیة علی حُرّ مسلم مقیم موسر عن نفسه لاعن طفله، شاة اوسبع بدنة فجر یوم النحر الی آخر أیامه اھ

پس اگر کسے جانورے را بجہتِ آن قبل آن خریدہ نام نزد کند آن منذور باشد لما فی الدر المختار۔

(قوله لوجوبها علیه بذلك) أی بالشراء وهٰذا ظاهر الروایة لأن شرائه لها یجری مجری الایجاب وهو النذر بالتضحیة عرفاً کما فی البدائع انتهٰی۔

وفی فتاوٰی قاضی خان: رجل اشتریٰ شاة للاضحیة واوجبها بلسانه ثم اشتری اخریٰ جاز له بیع الاولیٰ فی قول ابی حنیفة ومحمّد رحمهما الله فان کانت الثانیة شرًا من الاولی وذبح الثانیة فانه یتصدق بفضل ما بین القیمتین لانه لما أوجب الاولی بلسانه فقد جعل مقدار ما لیته لله تعالٰی فلا یکون له ان یستفضل لنفسه شیئا فلهٰذا یلزمه التصدق بالفضل انتهٰی

می گوئیم کہ اگر آن منذور نبودے تصدق لازم نشدے۔

وفی الصورة الثانیة: فالایجاب باللسان ومایوجب باللسان یکون واجبًا کما علم ممّا سبق ویعلم مما فی الهدایة۔ وشرحها۔ ففی الهدایة: ولولم یضح حتی مضت ایام النحر ان کان اوجب علی نفسه القول وفی الکفایة قوله: ان کان اوجب علی نفسه ای شاة بقیمتها بان یکون فی ملکه شاة فیقول اضحی بهذه او

لہ الکلام علیه: قلت هٰذا راجع الی الفقیر فقط دون الغنی کما سیأتی فی حاشیة الصفحة الآتیة وهو محمول علی ما اذا نوی به الانشاء اما لو نوی به الاخبار فلا نذر اصلاً ۱۲ ظ

لہ الکلام علیه: اقول جواز البیع یدل علی عدم کون شراءه نذرًا فان المنذور لا یجوز بیعه کما سیأتی ان الفقیر اذا اشتری شاة للاضحیة تعینت لها ویمتنع علیه بیعها واما ←

www.ahlehaq.org

يقول لله علىّ أن أضحّى بهٰذه اويقول على ان أضحّى بهٰذه۔ انتهى وفى العناية سواء كان الموجب غنيًا او فقيرًا انتهى .

وفى رد المحتار : (قوله ناذر لمعينة) قال فى البدائع اما الذى يجب على الغنى والفقير فالمنذور به بان قال : لله علىّ أن أضحّى شاة اوبدنة اوهٰذه الشاة اوالبدنة اوقال جعلت هٰذه الشاة اضحية لأنها قرينة من جنسها ايجاب وهو هدى المتعة والقران والاحصار فتلزم بالقدر كسائر القرب والوجوب بالنذر يستوى فيه الغنى والفقير اهـ

وجوب التصدق بالفضل فليس لكونه نذرًا بل لكونه شبه الرجوع عن الصدقة ولا يجوز الرجوع فيها و لكونه اعدّها للقربة فيمنع عن التمول بها ولو سُلّما كونه نذرًا فلا نسلم عموم هٰذا الجواب للغنى والفقير كليهما بل لخصه بالفقير كما فى العالمگيرية بعد ذكر المسئلة . قال بعض مشائخنا هذا اذا كان الرجل فقيرًا فان كان غنياً فليس عليه أن يتصدّق بالفضل انتهى .

وسلّمنا عمومه للغنى والفقير كما سيأتى عن السرخسى فلزوم التصدق على الفقير لكونه نذرًا۔ ولزومه للغنى لتعيينه للقربة. قال الامام السرخسى: الصحيح ان الجواب فيهما على السواء يلزمه التصدق بالفضل غنيًا كان او فقيرًا لان الاضحية وان كانت واجبة على الغنى فى الذمة وانما يتعين المحل بتعيينه فتعين هٰذا المحل بقدر المالية لأن التعيين يقدر فى ذلك اهـ عالمگيريه ص١٩٥ ج ٦ يعنى فلا ينبغى التمول بالفضل بعدما عيّن الاولىٰ للقربة هٰذا ولو كان التعيين نذرًا فى حق الغنى لوجب عليه أن يضحى بشاتين كما ادعاه المجيب فيما بعد وشاة للنذر وشاة للاضحية ولم يذكر قاضيخان وجوب الاثنين فى هٰذه المسئلة بل اكتفى بذكر جواز بيع الاولىٰ ولا يخفى ان جواز بيع الاولى يتفرع على عدم وجوبه نعم يشكل عليه ان الفقير اذا اشترى اثنين بنيّة الاضحية وجب عليه كلاهما لا يجوز له بيع واحد منهما فكيف يكون الجواب فى الفقير والغنى على السواء فالظاهر تخصيصه بالغنى اوهو معين على الرواية الاخرىٰ وهى رواية النوادر ان الفقير لا تجب عليه الاضحية بشراء الشاة لها كما سيأتى فافهم ١٢ ظ

سه قوله اوقال جعلت : قلت انما يكون الجعل المذكور نذرًا فى حق الغنى اذا نوى به الايجاب ابتداء وأما اذا قال جعلت هٰذه الشاة اضحيةً ونوى بها الأضحية الواجبة عليه فلا يكون نذرًا كما صرّح به الشامى فيما بعد وهٰذا إذا جعلنا قوله جعلت هٰذه الشاة ←

www.ahlehaq.org

وقد استفيد منه ان الجعل المذكور نذر وان النذر بالواجب صحيح انتهى۔ فلو لم يوجب باللسان لم يجب بمجرّد النيّة لما فى ردالمحتار نقلاً عن البدائع فلوكانت فى ملكه فنوى ان يضحّى بها لا يجب ۔ا نتهى ملخّصًا

ہم گاہ این منذور باشد غنی را ذبحش از ادای واجبہ کفایت نکند لما فیہ ایضًا

واعلم لانه قال فى البدائع ولو نذر أن يضحّى شاة وذلك فى ايام النحر وهو موسرٌ فعليه أن يضحّى بشاتين عندنا شاة بالنذر وشاة بايجاب الشرع ابتداءً إلا اذا عنى به الاخبار عن الواجب عليه فلا يلزمه إلا واحدة ولو قبل ايام النحر لزمه شاتان بلاخلاف لأن الصيغة لا تحتمل الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت وكذا لو كان معسرًا ثم ايسر فى أيام النحر لزمه شاتان ۔ انتهى

ومقتضى هذا ان الموسر إذا نذر فى أيام النحر وقصد الاخبار عن الواجب لم يكن ذلك منه نذرًا حقيقة وان لزوم الشاة عليه بايجاب الشرع اما اذا لحق ولم يقصد الاخبار اوكان قبل أيام النحر أوكان معسرًا فأيسر فيها فانه وان لزمه شاة أخرى بالنذر لكنها لم تكن واجبة قبل بل واجبة غيرها فهو نذر حقيقة ۔ انتهى ۔

وخوردن منذور نا دار و غنی را روا نباشد لما فيه أيضًا (قوله ويأكل من لحم

اضحية راجعًا إلى الغنى والفقير كليهما والظاهر انه راجع إلى الفقير فقط دون الغنى لان الجعل المذكور ليس أقوى من الشراء بنية الاضحية ولم يكن الشراء كذلك نذرًا فى حق الغنى كما صرّحوا فلذلك جعله نعم ! هو نذر فى حق الفقير مثل الشراء فى حقه ؏ فلا حاجة إلى الجواب الذى ذكرناه ۔ والله أعلم

١٢ ۔ ظ

ولا يذهب عليك ان قوله جعلت هذه الشاة اضحية أو قوله أضحّى بها ليس من صيغ النذر حقيقة وانما هو محتمل للانشاء والاخبار معًا فلو اراد به الانشاء ابتداءً صار نذرًا والغنى والفقير فيه سواء ولو أراد الاخبار عن الحال او المستقبل لم يكن نذرًا فى حق الغنى اصلاً سواء كان قبل ايام النحر او فيها لان الاخبار عن المستقبل متعارف أيضًا كالاخبار عن الحال والماضى وبالجملة فالتعيين والجعل المتعارفان فى بلادنا لا يدخلان فى النذر لكونهما صادرين على طريقة الاخبار خبرمّا دون الانشاء ولا نذر بنية الاخبار كما صرّحوا ۔ فافهم حق الفهم ۔ كذا قاله سيّدى حكيم الامة دامت بركاتهم ١٢ ظ

www.ahlehaq.org

الاضحية الخ) هٰذا فى الاضحية الواجبة والسنة سواء اذا لم تكن واجبة بالنذر وإن وجبت به فلا يأكل منها شيئا ولا يطعم غنيًا سواء كان الناذر غنيًا أو فقيرًا لأن سببها التصدق وليس للمتصدق ذلك. ولو أكل فعليه قيمة ما أكل. زيلعى. انتهى. والله أعلم

كتبه محمد عبد الحميد الفتحى عفى عنه

الكلام على الجواب المذكور

اقول هٰذا الجواب كله بناء الفاسد على الفاسد ومنشأه اتحاد حكم الفقير والغنى فى وجوب تصدق شاة اشتريا ها للاضحية أو عيّناها لها من دون الشراء وفات وقت الاضحية بمضى ايام النحر وعدم جواز اكلهما منها لو ذبحاها بعد الوقت ففهم المجيب باتحادهما فى هٰذا الحكم كون شراء كل منهما نذرًا وكذا تعيينهما لها والحال ان وجوب تصدّق الشاة المشتراة أو المعينة للاضحية على الغنى بعد مضى الوقت انما هو لسبب آخر لا لكون شراء او تعينه لها فى حكم النذر. وما ذكره فى الشامية تحت قول الدر: ويكره الانتفاع بلبنها قبله كما فى الصوف ومنهم من اجازها للغنى لوجوبها فى الذمة فلا تتعين اه بمانصه. والجواب ان المشتراة للاضحية متعينه للقربة اى ان يقام غيرها مقامه فلا يحل له الانتفاع بها ما دامت متعيّنة ولهٰذا لا يحلّ

عه قلت ولما كان المشتراة للاضحية متعينة للقربة ثبت ان الشراء بنية الاضحية وقوله جعلت هٰذه اضحية وقوله أضحّى بهٰذه كلها سواء فان الاخيرين ايضًا لا يفيدان الزياده على معنى التعيين فمن كان الشراء نذرا فى حقه وهو الفقير كان الاخيران ايضًا نذرًا فى حقه ومن لا فلا والايجاب باللسان فى حق الغنى لا يتحقق الا بصيغة تفيد الالزام الا بما يفيد التعيين فقط ١٢ ظ

واما فى ايام النحر فشراء الغنى شاة للاضحية او تعينه لها من دون الايجاب ابتداءً ليس بنذر ما لم يأت بصيغة النذر صريحًا كقوله "لله علىّ أن أضحّى بهٰذه الشاة" ونحوها وهٰذا ايضًا اذا لم يقصد الاخبار من الوجوب الشرعى عليه فلو —

www.ahlehaq.org

له لحمها اذا ذبحها قبل وقتها۔ بدائع على انه يأتى قريبًا انه يكره ان يبدل بها غيرها فيفيد التعيين ايضًا۔ اه ج ٥ ص ٣٢١ ، ٣٢٢

قلت : فلما مضى ايام النحر ولم يستبدل بها غيرها تعينت للقربة من كل وجه لفوات وقت الاستبدال فيجب عليه التصدق بها ميتة كما فى الشامية نقلاً عن البدائع ان الصحيح ان الشاة المشتراة للاضحية اذا لم يضح بها حتى مضى الوقت يتصدق الموسر بعينها حية كالفقير بلاخلاف بين اصحابنا ، فان محمدًا قال وهٰذا قول ابى حنيفة وابى يوسف وقولنا اه وعلى كل فالظاهر انه لايحل له الاكل منها (لو ذبحها بعد مضى الوقت) كما لايجوز له حبس شئ من قيمتها۔ تأمل (ج ٥ ص ٣١٤)

اتى بصيغة النذر واراد بها الاخبار عن الايجاب الشرعى لم يكن نذرًا اولى لان الاصل فى النذر هو القول بصيغته دون فعل الشراء وشراء الفقير لها بنية الاضحية او تعيينه فى أيام النحر نذر فى ظاهر الرواية واما شراءه لها بنيتها قبل أيام النحر۔ وظاهر عبارة التتارخانية انه ليس بنذر فى حقه أيضًا وظاهر اطلاق المتون انه نذر كشراءه فى ايام النحر۔

قال فى الهداية : ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع ان كان غنياً عليه غيرها وان كان فقيرًا تجزئه هٰذه لان الوجوب على الغنى بالشرع ابتداءً لا بالشراء فلم يتعين به (اى بالشراء وهٰذا صريح فى عدم كون شراءه بنية الاضحية نذرًا ١٢) وعلى الفقير بشراءه بنية الاضحية فتعينت ولايجب عليه ضمان نقصانه وعن هذا الاصل (يعنى كون الوجوب على الغنى بالشرع لا بالشراء وعلى الفقير بالعكس ١٢ عناية)

قالوا اذا مانت المشتراة للتضحية على الموسر مكانها اخرى ولاشئ على الفقير ولو ضلت اوسرقت فاشترى اخرى ثم ظهرت الاولى فى ايام النحر على الموسر ذبح احدهما وعلى الفقير ذبحهما الخ ۔

قال فى العناية : لان الوجوب عليه بالشراء وقد تعدد وهٰذا الذى ذكره من الاصل يوافق ما ذكره شيخ الاسلام ان المشترى اذا كان موسرًا لا تصير واجبة

www.ahlehaq.org

حاشيه :

بالشراء بنية الاضحية باتفاق الروايات۔ وان كان معسرًا ففى ظاهر الرواية عن اصحابنا رحمهم الله تجب۔ وروى الزعفرانى عن اصحابنا لا تجب عه وهو رواية النوادر، اهـ

(هدايه مع فتح القدير ج ٨ ص ٤٣٥)

قلت فلو كان شراء الغنى نذرًا كشراء الفقير لزم اتحادهما فى جواب المسئلة ووجوب الاثنين عليهما۔ وقد نص فى الهداية على خلافه وصرح فى العناية عن شيخ الاسلام بعدم الوجوب على الغنى بالشراء بنية الاضحية وهذا صريح فى نفى كون شراءه نذرًا وهذا باتفاق الروايات فافهم - وفى الدر: وفقير شراها لها لوجوبها عليه بذلك۔ حتى يمتنع عليه بيعها۔ قال الشامى: وهذا ظاهر الرواية لان شراءه لها يجرى مجرى الايجاب وهو النذر بالتضحية عرفا كما فى البدائع

ووقع فى التتارخانية: التعبير بقوله شراها لها أيام النحر وظاهره انه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم اره صريحًا فليراجع اهـ (ج ٥ ص ٣١٣) قلت: وقد اختلف المشائخ فى جواز اكل الفقير من شاة شراها للاضحية وعدم جوازه۔ قال الشامى: ثم ظاهر كلامه ان الواجبة على الفقير الشراء له الاكل منها وذكر ابو السعود ان شراءه لها بمنزلة النذر فعليه التصدق بها اهـ

اقول: التعليل بانها بمنزلة النذر مصرح به فى كلامهم ومفاده ما ذكر۔ وفى التتارخانية: سئل القاضى بديع الدين عن الفقير اذا اشترى شاة لها هل يحل له الأكل قال نعم وقال القاضى برهان الدين: لا يحل اهـ

ثم اعلم ان هذا كله فيما اذا ذبحها فى ايام النحر بدليل ما قدمناه عن الخانية انه اذا اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحى بها فمضت أيام النحر تصدق بها حية ولا ياكل منها لانتقال الواجب من الاراقة الى التصدق وان لم يوجب ولم يشتر وهو موسر تصدق بالقيمة اهـ وقدمنا ان مفاد كلامهم ان الغنى له الاكل من المنذورة ←

عه قال الشيخ العلامة سيدى حكيم الامة ان الراجح فى شراء الفقير بنية الاضحية رواية النوادر عندى لأنهم عللوا ظاهر الرواية لما سيأتى ان شراءه لها يجرى مجرى الايجاب وهو النذر بالتضحية عرفًا فظهر أن بناءه على العرف فيمكن ان يكون الايجاب متعارفا فى عصرهم واما فى زماننا فليس الايجاب متعارفا فى شراء الفقير اصلاً بل المتعارف نية التطوع ولا يخطر معنى النذر بشراءه فى بال أحدٍ هذا والله اعلم - قلت ومقتضى ذلك جواز اكل الفقير من اضحيته ١٢ ظ

www.ahlehaq.org

حاشية :

اذا قصد بنذره الإخبار عن الواجب - والمراد بالنذر فى كلام الزيلعى هنا النذر ابتداء اهـ (ج ٥ - ص ٣٢٠).

قلت : ولما جاز به ذلك فى المنذورة بقصد الاخبار عن الواجب عليه فلان يجوز به فى ذلك فى المشتراة بنيّة الأضحية الواجبة عليه اولى فالقول بعدم جواز الاكل للغنى من المشتراة بنيّة الواجب وهل ذلك نذرا و ايجاب الآخر عليه باطل لا اصل له .

قال الشامى : والحاصل ان التى لا يؤكل منها هى المنذورة ابتداءً والتى وجب التصدق بعينها بعد أيام النحر والتى ضحّى بها عن الميت بأمره على المختار كما قدمناه عن البزازية. والواجبة على الفقير بالشراء على احد القولين المارين والذى ولدته الاضحية كما قدمناه عن الخانية - المشتركة بين سبعة نوى بعضهم بحصة القضاء عن الماضى كما قدمناه آنفا عن الخانية[عه] أيضًا . فهذه كلها سبيلها التصدق على الفقير، فاغتنم هذا التحرير ج ٥ - ص ٣٢٠

قلتُ : فهذه كما ترى لم يذكر فيها ما اشتراه الغنى لاضحية او عيّنه لها بل صرح بقيد الفقير فى الواجبة بالشراء و بقيد الابتداء فى المنذوره فاتضح الحق بلا امتراء وانجلى الفرق طلوع ذكاء فى كبد السماء - هذا والله سبحانه وتعالى اعلم .

حرّره العبد الفقير الى لطف ربه الصمد عبده
المذنب ظفر احمد المقيم بالخانقاه الامداديه
بتهانه بهون - ٢٣ ذى الحجة سنة ١٣٤٢ هـ

عه قلت : ذكره تحت الدر ولو كان شريك الستة نصرانياً او مريد اللحم لم يجز عن واحد اهـ بما نصه وشمل ما لو كان احدهم مريد الاضحية عن عامه واصحابه عن الماضى تجوز الاضحية عنه و نية اصحابه باطلة وصاروا متطوّعين وعليهم التصدق بلحمها وعلى الواحد أيضا لان نصيبه شائع كما فى الخانية وظاهره عدم جواز الاكل منها اهـ (ج ٥ - ص ٣١٩)

قلت و ظهر منه ان الاضحية اذا فاتت لا يمكن قضاءها بذبح شاة أو أخذ حصته من البدنة فى العام القابل وهذا وافقته الفتوى[1] . قد سئلت منه فاجبت بان قضاء الاضحية لا يمكن الا بتصدق القيمة دون اراقته الدم - ولله الحمد على ما علم و فهّم ١٢ ظ

www.ahlehaq.org

مرغی یا کسی بڑے جانور کا سر بندوق یا ریل وغیرہ سے کٹ جائے اور محلِ ذبح باقی ہو اور جانور میں آثارِ حیات بھی ہوں تو اس کو ذبح کر کے کھانا حلال ہے یا نہیں ؟

السوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی فقط سری بلی نے کاٹ لی تھی یا کسی تیتر وغیرہ پرندہ کی فقط سری بندوق یا تیر سے جدا ہوگئی یا کسی بڑے جانور مثلاً گائے، بکری وغیرہ کی سری ریل کے نیچے آکر کٹ کر جدا ہوگئی یا فقط ہر چار رگیں جو کہ ذبح میں کاٹنی ضروری ہیں، کٹ گئیں لیکن سری جدا نہیں ہوئی اور ان ہر صورتوں میں گردن بہت سی بچی ہوئی موجود ہے اور جانور تڑپ رہا ہے تو چونکہ ذبح کا محل عقدہ سے نحر تک لکھتے ہیں پس نحر پر سے ذبح کر کے کھایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں. بعض کتب میں یہ منقول ہے کہ چونکہ سری جدا ہوگئی اور رگیں کٹ گئیں تو اب محلِ ذبح نہیں رہا اس لئے ذبح کر کے کھانا جائز نہیں ہے اور یہ بھی محل ذبح کے نہ رہنے کی علت لکھتے ہیں کہ چونکہ اب ان رگوں کے کٹ جانے سے یقین ہے کہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے جائز نہیں ہے. فقط

الجواب

نصف راس یا اکثر رأس کے قطع ہو جانے کے بعد جانور محلِ ذبح نہیں رہا۔ اور کل رأس منقطع ہو جائے تو بدرجۂ اولیٰ محلِ ذبح نہیں رہے گا ۔

قال فی الدر المختار فی تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ابین من الحی فھو میت وبہ یعلم انہ لو ابان الرأس کلا لانہ لیس منفصلاً من حیّ حقیقۃ وحکمًا بل حقیقۃ فقط لانہ عند الانفصال میّتٌ حکمًا (ج ۵ ص ۳۰۲)

او قطع نصف وأسہ أو اکثرہ أو قدر نصفین اکل کلہ لأن فی ھٰذہ الصور لا یمکن حیاتہ فوق حیاۃ مذبوح اھ

قال الشامی : وھٰذا حیّ صورۃ لا حکمًا إذ لا یتوھم بقاء الحیاۃ بعد ھٰذا الجرح اھ

ان عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس جانور کا سر جدا ہو جائے وہ حکمًا میت ہے اسی لئے قابل ذبح نہیں رہا۔

نعم : یشکل علیہ قول الدر المختار وسیجئ انہ یکفی من الحیاۃ قدر ما

www.ahlehaq.org

یبقی فی المذبوح اھ (ج ۵ ص ۲۸۸)

وقولہ: والمعتبر فی المتردّیۃ واخواتھا کالنطیحۃ والموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیاۃ کما اشرنا الیہ۔ وعلیہ الفتوٰی اھ (ص ۴۶۶)

مع قولھما ان ذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ وذکاۃ الضرورۃ جرح فی ای موضع وقع کذا فی الدر۔ (ج ۵۔ص ۲۸۶)

ان عباراتِ اخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ المتردّیہ والنطیحہ وامثالھا میں مطلق حیات صحتِ ذبح کے لئے کافی ہے۔ اور صورتِ مسئولہ میں اضطراب اور تڑپنا مطلق حیات کی علامت ضرور ہے۔ اور محلِ ذبح مابین الحلق واللبہ ہے تو اس سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ اگر موضع مابین اللبہ والحلق میں سے دو تین انگل باقی ہو جو ذبح کے قابل ہو اور جانور تڑپ بھی رہا ہو تو اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں، گو سر علیحدہ ہو گیا ہو۔ اور عباراتِ سابقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انفصالِ سر کے بعد جانور بحکم میت ہے۔ اسی لیے مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حررہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ

التنقید علی الجواب المذکور من علماءِ مدرسۃ سہارنپور

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ پہلی روایت جو جوابِ اول میں نقل کی گئی ہے وہ مذبوح کے بارے میں ہے اس لیے کہ حدیث ما ابین من الحیّ فھو میّت میں اطلاق حی اس امر کو مقتضی ہے کہ منفصل من الحی الحقیقی والحکمی میت ہوتا ہے۔ پس جو منفصل من الحقیقی ہو اور منفصل من الحی الحکمی نہ ہوگا۔ جیسا کہ ذبح کرتے وقت اگر سر جدا ہو جائے تو جانور اس وقت اگرچہ حقیقۃً زندہ ہوتا ہے مگر ذبح کی وجہ سے حکماً وہ زندہ شمار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ میت بمعنی مذبوح شمار ہوتا ہے۔ اس لیے اس سر کا کھانا شرعاً جائز ہوتا ہے جیسا کہ روایت و بہ یعلم انہ لو ابان الرأس اکلاً لانہ لیس منفصلاً من حیّ حقیقۃ وحکماً الخ سے واضح ہوتا ہے۔

تحریر مندرجہ بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبارتِ مذکور خاص مذبوح کے بارہ میں

www.ahlehaq.org

ہے، عام نہیں۔ یعنی ہر جانور جس کا سر جدا ہو جائے خواہ وہ کسی وجہ سے اور اس جانور کو حکماً میت کہا جاوے کہ جس کی وجہ سے اس کا ذبح کرنا ناجائز ہو یہ صحیح نہ ہوگا۔ اور دوسری روایت یعنی اذا قطع نصف رأسه أو اکثرہ اور قدرہ نصفین اکل کله الخ یہ ذکوٰۃ اضطراری کے بیان میں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تیر پھینکنے والے نے تیر کے ذریعہ نصف سر یا اکثر سر کاٹ دیا تو اس کے بعد ان دونوں حصوں کا کھانا جائز ہوگا بغیر ذبح کے، اس لیے کہ تیر سے زخم کر دینا ہی صید کے لیے شرعاً ذکوٰۃ قرار دی گئی ہے۔ پس جیسا کہ ذبح میں سر کے الگ ہو جانے کے بعد وہ جانور حکماً میت ہو جاتا ہے ایسا ہی یہاں پر بھی قطع نصف رأس یا اکثر رأس کے بعد وہ جانور حکماً مت شمار ہوگا۔ تو یہاں پر سر منفصل من الحی الحکمی نہ ہوا۔ اگرچہ منفصل من الحی الحقیقی ہوگا۔ اور جب تک وہ منفصل من الحی الحقیقی والحکمی نہ ہو اس وقت تک بمقتضی حدیث ما ابین من الحی الخ حرام نہ ہوگا۔ بلکہ حلال ہی رہے گا۔ تو ان دونوں عبارتوں میں میت سے مراد مطلقاً حی کا مقابل نہیں بلکہ حی حکمی کا مقابل مراد ہے تو اس وقت صید میں ذبح کی ضرورت نہ رہے گی اور بغیر ذبح کے اس کا کھانا جائز ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ ذبح جائز ہی نہیں، کیونکہ ذبح کی تو ان دونوں صورتوں میں ضرورت ہی نہیں بلکہ ذبح متحقق ہوگئی اور وہ مردار ہوگیا اس کا کھانا اب جائز نہیں ہوگا۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگر محل کسی جانور کا باقی ہو خواہ سر اس کا بندوق کے ذریعہ الگ ہوگیا ہو یا ریل کے نیچے آکر یا بلی وغیرہ نے توڑ لیا ہو تو اس کو حلال کر کے کھانا جائز ہے۔ البتہ جو حصہ سر کا الگ ہوگیا ہے وہ حصہ حرام ہوگا کیونکہ منفصل من الحی الحقیقی ہے۔

فی الدر المختار: وان علمت حیاتها وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقاً لکل حال۔ انتهی۔

وفی الشامی: تحت قوله «وان کانت حیاتها خفیفة۔ عن البزازیة: شاة قطع الذئب او وهی حیّة لاتزکّی لفوات المحل ولو انتزع رأسها وهی حیّة تحل بالذبح بین اللب واللحیین انتهی۔

راقم ضیاء احمد عفی عنہ
۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۳ھ

الجواب صحیح۔ عبد اللطیف عفا اللہ عنہ۔
مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح۔ خلیل احمد عفی عنہ
مدرس مدرسہ مظاہر العلوم

www.ahlehaq.org

عقیقہ کے جانور میں چند بچوں کا عقیقہ ایک ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں

السؤال : عقیقہ میں بیل، بکری وغیرہ ما یکفی للواحد چند بچوں کے لیے بھی کافی ہو سکتا ہے ؟

الف : خواہ بچے ایک ہی دن میں سب پیدا ہوئے ہوں یا آگے پیچھے۔ مگر سنیچر یا اتوار مثلاً روز کے حساب سے سب برابر ہوں۔

ب : یہ بچے ایک ہی شخص کے ہوں یا دو، تین اشخاص کے

الجواب

بکری میں تو ایک بچہ سے زائد کا عقیقہ نہیں ہو سکتا اور گائے بیل میں سات بچوں تک کا ہو سکتا ہے خواہ سب ایک ہی شخص کے ہوں یا مختلف لوگوں کے اور ساتھ پیدا ہوئے ہوں یا آگے پیچھے۔ کیونکہ تاریخ کا لحاظ مستحب ہے ضروری نہیں۔

والدلیل ا مافی الحامدیة: ولایکون فیه دون الجذع من الضأن والثنی من المعز ولایکون فیه الا السلیمة من العیوب لانه اراقة دم شرعًا کالاضحیة الی أن قال واحکامها احکام الاضحیة اھ ج ۲ - ص ۲۱۲ - ۲۱۳

وقال الشامی: فی مسئلة الاشتراک فی الاضحیة عند اختلاف الجهة و شمل ما لو کانت القربة واجبة علی الکل او البعض اتفقت جهاتها اولا کالاضحیة و احصار وجزاء صید وحلق و متعة وقران لان المقصود من الکل القربة خلافا لزفر وکذا لو اراد بعضهم العقیقة عن ولده قد ولد له قبل ذلک لان جهة التقرب بالشکر علی نعمة الولد ذکره محمد - ج ۵ - ص ۳۱۹

قلت ولما جاز الاشتراک بالعقیقة فی بقرة الاضحیة فجواز اشتراک السبعة فی بقرة العقیقة أولی لاتحاد الجهة - واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون
۲۷ / صفر ۱۳۴۵ھ

تخفیفِ ایذا کے لئے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بے ہوش کرنا

السوال : کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر قوموں کو مسلمانوں پر ایک

www.ahlehaq.org

بڑا اعتراض گاؤکشی، نیز دیگر حلال جانوروں کے متعلق ہے کہ اس کے ذبح میں بلاوجہ ایک جاندار کی ایذاء اور تکلیف ہوتی ہے، جو انسانی اخلاق کے خلاف ہے تو کیا اگر اس کے دفعیہ کے لیے اگر کوئی صورت نکالیں اور جانوروں کو کسی دوا وغیرہ سے بیہوش کر کے ذبح کریں تو آیا جانور کو کسی بے ہوشی لانے والی دوا سے بیہوش کرنا اور بیہوشی کی حالت میں ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا نہیں، مدلّل جواب با صواب تحریر کریں فقط والسلام

احقر ابراہیم ابن یوسف سوجھ بکس ۱۷۳
رنگون

الجواب

غیر قوموں کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ تجربہ اور اقوال اطباء اس پر شاہد ہیں کہ ذبح میں جانور کو بنسبت جان کنی بدون ذبح کے بہت کم تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ غیر قوم ذرا ذرا سی بات پر انسان کے قتل سے تو روکتے نہیں اور جانور پر اتنا رحم! یہ کونسا قاعدہ ہے۔ پس مخالفین کے اعتراض سے متاثر ہونا اور اس سے متاثر ہو کر جانور کو ذبح سے پہلے بیہوش کرنا جائز نہیں۔ یہ جواب تو اس صورت میں ہے جبکہ جانور کو دوا سونگھا کر بیہوش کیا جائے اور اگر کھانے پینے کی دوا دے کر بیہوش کیا جاوے تو اس میں دو گناہ ہیں۔ ایک تأثر من اعتراض المخالفین کا گناہ، دوسرے جانور کو مسکر و مضر کے کھلانے پلانے کا گناہ۔

قال فی الدر: وحرم الانتفاع بها ولو سقی بها دواب الی ان قال ویحرم اکل البنج والحشیشة والافیون اھ ای القدر المسکر منها۔

(ج ۵۔ ص ۴۵۳)

اور اگر بیہوش کر کے کسی نے ذبح کر دیا تو ذبیحہ حلال ہوگا جبکہ شرائطِ ذبح بتمامہا موجود ہوں مگر کراہت سے خالی نہیں اور اس کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔ لیکن ایسے بیہوش کردہ گائے یا بکری وغیرہ ذبح کرنے سے قربانی کے ادا اور صحیح ہونے میں تامل ہے۔

قال فی الدر: ویضحّی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونة اذا لم یمنعها من السوم والرعی وان منعها لا اھ

قال الشامی: الثول بالتحریک استرخاء فی اعضاء الشاة خاصة أو کالجنون

www.ahlehaq.org

یصیبها فلا تبتع الغنم وتستدیر فی مرتعها اھ (ج ۵ - ص ۳۱۵)
ولاشك ان الحیوان اذاغشی علیه یمتنع من السوم والرعی وایضًا ینتقص ثمنه فی هٰذه الحالة حتمًا لایقال ان هٰذا العیب بمقدمات الذبح لانا نقول بل هو تعییب فکان کما اذا فقأ عینه اوکسر رجله قبل الذبح عمدًا۔

قال فی الدر: ولایضر تعیّبها من اضطرابها عند الذبح اھ

قال الشامی: وکذا لو تعیّبت فی هٰذه الحالة وانفلتت ثم اخذت من قورها وکذا بعد قورها عند محمّد خلافا لابی یوسف لانه حصل بمقدمات الذبح زیلعی (ج ۵ - ص ۳۱۸)

قلت: واما لو عیّبها احدٌ عمدًا من دون اضطرابها او انفلاتها فالظاهر عدم الاجزاء عندهما جمیعًا نعم بقی ان جعلها مغشیاً علیها عیب کالثول ام هو دونه اولیس بعیب اصلاً۔ فلیتأمل،

قلت: ولعل فی ذلك ایذاء للحیوان بازید مما یحتاج الیه فی الذبح فکان کجرّه برجله الی المذبح ونحوه فان التغشیة تورث انضغاطًا و انقباضًا فی الروح شبیهًا بالنزع کما شاهده کثیر من الناس وقد کره الشارع ایذاء الحیوان قبل الذبح بازید مما یحتاج الیه فیه۔ واللہ اعلم وعلمه اتمّ۔

حرّره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنه
از تھانه بھون، خانقاه امدادیه
۲۸ جمادی الاولی سنه ۱۳۴۵ھ

قربانی کی نیت سے بکری چھوڑ رکھی تھی وہ حاملہ ہوگئی تو اس کی قربانی میں کوئی قباحت نہیں

السوال: عرض یہ ہے کہ ایک بکری اپنی خوشی سے اس نیت سے چھوڑ رکھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام قربان کردوں گا وہ گابھن ہوگئی اور غالبًا بقرعید سے ایک دو روز پہلے یا اسی روز بیائیگی اس کی قربانی میں بوجہ بچہ کے قباحت تو نہیں اور بچہ بھی قربانی کردیا جائے یا نہیں۔ جو شرعًا حکم ہو جلد جواب سے مشرف فرماویں چونکہ بقرعید آگئی ہے۔ فقط

www.ahlehaq.org

الجواب

اگر یہ شخص غنی صاحبِ نصاب ہے تو اس بکری کی جگہ دوسری کرسکتا ہے۔ اگر صاحبِ نصاب نہیں تو اس کی قربانی واجب نہیں اور حاملہ کی قربانی میں کچھ حرج نہیں۔ اگر ساتھ بچہ زندہ نکل آئے تو اس کو بھی ساتھ میں قربانی کردینا چاہیئے غنی اور فقیر میں یہ فرق جب ہے کہ بکری اِسی نیت سے خرید کر چھوڑی ہو اور اگر خریدی نہیں بلکہ گھر میں پیدا ہوتی تھی یا کسی اور طرح مِل گئی تھی، یا خریدی ہے مگر نیت بعد میں ہوئی ہے تو پھر فقیر کا بھی وہی حکم ہے جو غنی کا مذکور ہوا ہے۔

قال الشامی تحت قوله (شراها لها) فلو كانت فی ملكه فنوى ان يضحى بها او اشتراها ولم ينو الاضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك لا يجب لأن النيّة لم تقارن الشراء فلا تعتبر (بدائع)

وقال الشامی: تحت قوله (قبل الذبح) فان خرج من بطنها حيًّا فالعامة على انه يفعل به ما يفعل بالام الخ (ج ۵ ص۳۱۳ و ص۳۱۵) واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

دوسرے کی طرف سے بغیر اجازت قربانی کرنے کا حکم

السوال: قربانی میری طرف سے ہمیشہ بھتیجے ہی کردیتے ہیں اور بعد دریافت کرنے کے معلوم ہوتا ہے کہ میری طرف سے بھی کردی ہے۔ مگر قربانی کرنے سے پہلے مجھے نہیں کہتے کہ میں تمہاری طرف سے قربانی کروں گا اور مجھ سے عیدگاہ سے واپس آنے میں ذرا دیر ہوجاتی ہے، میں اگر موجود ہوں تو شاید وہ مجھ سے دریافت بھی کرلیں۔ تو آیا یہ قربانی میری طرف سے ان کا کردینا درست ہوجاتا ہے یا نہیں اور شبہ کی وجہ سے کبھی کبھی میں از خود بھی کردیتا ہوں۔ اگر ان کا کرنا میری طرف سے کفایت نہ کرے گا تو میں خود ہی اپنی طرف سے قربانی کروں گا۔ اس میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ مگر اب میں اس شبہ کو رفع کرنا چاہتا ہوں کہ صاف طور پر معلوم ہوجاوے تاکہ اس کے موافق عمل کروں اور اگر ادا نہیں ہوا تو پھر کس طرح ادا کیا جائے کیا صورت ادائیگی کی اب ممکن ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ درصورت عدم ادائیگی

www.ahlehaq.org

کُل سالوں کا حساب لگا کر اکٹھے ادا کردوں تاکہ مؤاخذۂ اخروی سے سبکدوش ہوجاؤں اَللّٰھُمَّ سَہِّل عَلَینَا۔ میری اہلیہ کیطرف سے بھی کبھی کبھی میرے بھتیجے ہی قربانی کردیتے ہیں تو ان کی جانب سے میرے بھتیجے کا قربانی کرنا درست ہوجاتا ہے یا نہیں ؟

خادم عبدالرحمٰن

الجواب

فی العالمگیریہ : ج ۶ - ص ۲۰۲ - اذا ضحّی بشاۃ من غیرہ بامر ذٰلک الغیر او بغیر امرہ لا تجوز لانہ لا یمکن تجویز التضحیۃ عن الغیر الا باثبات الملک لذٰلک الغیر فی الشاۃ ولن یثبت الملک لہ فی الشاۃ الا بالقبض ولم یوجد قبض الامر ھٰھنا الا بنفسہ ولا بنائبہ کذا فی الذخیرۃ وفیہ أیضًا بعد أسطر ولو ضحّی بدنۃ عن نفسہ وعرسہ واولادہ لیس ھذا فی ظاھر الروایۃ۔ وقال الحسن بن زیاد فی کتاب الاضحیۃ ان کان اولادہ صغارًا جاز عنہ وعنھم جمیعًا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی وان کانوا کبارًا ان فعل بامرھم جاز عن الکل فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی۔ وان فعل بغیر امرھم وبغیر امر بعضھم لا تجوز عنہ ولا عنھم فی قولھم جمیعًا لان نصیب من لم یأمر صار لحمًا۔

ان روایات سے معلوم ہوگیا کہ بھتیجوں نے چچا کی طرف سے جو قربانی کی ہے وہ اکثر ائمہ کے نزدیک درست نہیں ہوئی ان کو چچا سے اجازت لینا ضروری تھا۔ پس اگر چچا کی طرف سے بکری وغیرہ کی قربانی کی گئی تھی تو وہ ادا نہیں ہوئی اور چچا کے ذمہ قضاء ہے۔ اور اگر گائے وغیرہ میں چچا کا حصہ شامل کر کے قربانی کی تھی تو اس پوری گائے وغیرہ کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ چچا کے ذمہ قربانی کی قضاء واجب ہے۔ جو اس گائے وغیرہ میں شریک تھے ان پر بھی قضاء واجب ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے استحساناً مروی ہے کہ اہل قرابت کی طرف سے بدونِ امر کے بھی قربانی درست ہے چونکہ صورتِ مذکورہ میں اکثر ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے میں حرجِ شدید ہے کہ چچا کے ساتھ دوسروں کی قربانی بھی باطل ہوجاتی ہے اس لئے ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت پر فتویٰ دیا جاتا ہے کہ گذشتہ قربانی تو سب کی طرف سے ادا ہوگئی مگر آئندہ ایسا نہ کرنا چاہیئے،

www.ahlehaq.org

بلکہ چچا کو وقتِ اضحیہ سے پہلے ان کو اجازت دینا یا ان کو اجازت حاصل کرلینا چاہیئے۔

اور قضاء کی صورت یہ ہے کہ ایک ایسی بکری کی قیمت خیرات کردی جاوے جس کی قربانی جائز ہو۔

کما فی الدر: (و) تصدق (بقیمتها غنی شراها اولا) لتعلقها بذمته شراها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجری فیها اھ (ج ۵۔ ص ۳۱۴)

ھ احقر عبد الکریم عفی عنہ

۱۳۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ

میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ

السوال: پانچ آدمی بقیدِ حیات ایک گائے کی قربانی میں شریک ہوتے ہیں اور دو شخص اپنے باپ، دادا کی طرف سے شرکت حاصل کرتے ہیں تو کیا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں یعنی زندہ مردہ میں شریک ہوکر قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قربانی میں کوئی حصہ دار اپنا حصّہ مردہ کی طرف سے کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نیت تو اپنی طرف سے قربانی کی کرے اور ثواب مردہ کو بخش دے، اس صورت کے سوا دوسری صورتوں کی رعایت عوام سے دشوار ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ

عقیقہ میں بکروں کی بجائے گائے میں حصہ لے لینے سے سنّتِ عقیقہ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

السوال: عقیقہ میں دو بکریوں کے بدلہ میں اگر گائے دیدی جاوے تو عقیقہ سنت طریقہ پر ادا ہوجاویگا یا نہیں؟

الجواب

عقیقہ میں بجائے بکریوں یا بکروں کے گائے کرنے یا گائے میں حصّہ لینے سے بھی

www.ahlehaq.org

سنتِ عقیقہ ادا ہو جاوے گی واللہ اعلم

حرّرہ الاحقر طفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ

عقیقہ سے متعلق چند سوالات

السوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے دو لڑکے، چار لڑکیاں قضا کر گئیں اور وہ عورت عقیقہ کے مسئلہ سے واقف نہ تھی ناواقفیت کی وجہ سے آج تک عقیقہ نہیں کیا اور اب وہ چاہتی ہے کہ ان سب مُردوں کے نام ایک ایک گائے عقیقہ کرے کیا اس طرح عقیقہ ادا ہو جاویگا یا نہیں اگر نہیں تو وہ کس طرح کرے ؟

الجواب

مُردوں کی طرف سے عقیقہ کی دلیل نہیں ملی ہاں ہر ایک کی طرف سے بہ نیتِ قربانی اگر ایک بکری یا گائے کا ایک حصہ کر دے تو جائز ہے اور جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی طرف سے اضحیہ قائم مقام عقیقہ کے ہو جاتا ہے

السؤال ۲ : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے چار پانچ لڑکے لڑکیاں زندہ ہیں اور سب کا عقیقہ باقی ہے وہ بھی ایک ہی گائے کر سکتا ہے یا نہیں یا کس طرح کرے ؟

الجواب : ایک گائے میں سات بچوں تک کا عقیقہ ہو سکتا ہے ۔

السؤال ۳ : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے چند لڑکے اور لڑکیاں زندہ بھی اور مُردہ بھی ہیں ۔ ایک ہی ساتھ سب کا اگر عقیقہ کرنا چاہے ۔ یا ایک گائے میں سب کا عقیقہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ فقط

الجواب : زندہ کا ہو سکتا ہے مگر مردہ کی طرف سے اضحیہ کی نیت سے کرے

قال فی رد المحتار فی باب الاضحیۃ قد علم ان الشرط قصد القربۃ من الکل وشمل مالو کان احدھم مریداً اللاضحیۃ عن عامہ واصحابہ عن الماضی تجوز الاضحیۃ عنہ ونیۃ اصحابہ باطلۃ وصاروا متطوعین وعلیھم

www.ahlehaq.org

التصدق بلحمها وعلى الواحد أيضًا لأن نصيبه شائع كما فى الخانية وشمل ما لو كانت القربة واجبة على الكل او البعض اتفقت جهاتها أولاً وكذا لو اراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد من قبل لان ذلك جهة التقرب بالشكر كان كالاضحية وقد جازت الاضحية عن الميت فكذا العقيقة لان الفقهاء قاسوها عليها فى اكثر الاحكام۔ قال الحافظ[عه] فى الفتح واستدل باطلاق الشاة والشاتين على انه لا يشترط فى العقيقة ما يشترط فى الاضحية وفيه وجهان للشافعية واصحهما يشترط وهو بالقياس لا بالخبر ع٢٢ اهـ

ثم اختلفوا فى أنه هل يجوز فى العقيقة البقر والابل ام لا فذهب ابو الشيخ إلى تعيين الشاة لها وقال البندنيجى من الشافعية لا نص للشافعى فى ذلك وعندى انه لا يجزى غيرها۔

قال الحافظ: والجمهور على اجزاء الابل والبقر أيضًا وفيه حديث عند الطبرانى وابى الشيخ عن انس رفعه، يعق عنه من الابل والبقر والغنم ونص احمد على اشتراط كاملة وذكر الرافعى بحثا انها تتادى بالسبع كما فى الاضحية والله اعلم اهـ من الفتح (ج-٩-ص ٥١٢)

قلتُ: وبه قال اصحابنا كما ترى فى كلام الشامى من جواز اشتراك ذ العقيقة مع اصحاب الاضحية فى بقرة واحدة فقاسوها على الاضحية وقد صحت الاضحية عن الميت فكذا العقيقة ولكن الاحوط ان ينوى عن الصغير الميت الاضحية فانها تقوم مقام العقيقة ايضًا۔ قال الحافظ فى الفتح وعند عبد الرزاق عن معمر عن قتادة من لم يعق عنه اجزأته اضحيته وعند ابن ابى شيبة عن محمد بن سيرين والحسن يجزى عن الغلام الاضحية من العقيقة اهـ (ح ٩-ص ٥١٤)

وقال فى رد المحتار: تحت قول الدر وان مات احد السبعة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل ما نصه لان الموت لا يمنع التقرب

عه اى الحافظ ابن حجر فى فتح البارى ١٢ منه

www.ahlehaq.org

عن المیت بدلیل انہ یجوز أن یتصدق عنہ ویحج عنہ وعلی ھٰذا اذا کان احدھم ام ولد ضحی عنھا مولاھا او صغیرًا ضحی عنہ أبوہ اھ

(ج ۵ - ص ۳۱۸)

قلت : جواز الاضحیۃ عن الصغیر المیت یستدعی جواز العقیقۃ عنہ بالاولی لعدم ورود الامر بالاضحیۃ عنہ وقد ورد بالعقیقۃ وانہ مرتھن بعقیقتہ واخرج ابن حزم عن بریدۃ الاسلمی (الصحابی) قال ان الناس یعرضون یوم القیامۃ علی العقیقۃ کما یعرضون علی الصلوات الخمس ذکرہ الحافظ فی الفتح اھ (ج ۹ - ص ۵۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۳۰ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

میّت کی طرف سے قربانی کرنا

السوال : وقت قربانی گائے ایک حصّہ رسولِ خدا، ایک حصہ کسی عزیز متوفی، بقیہ حصہ اشخاصِ موجودہ کے ہوں تو یہ سب گوشت ہر حصہ کا مثل قربانی تقسیم ہوگا یا کیا۔

الجواب

اگر متوفی نے وصیت کی تھی تو قربانی میں اس کا حصہ فقراء کو دیا جائے۔ اس میں سے خود کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر متوفی نے وصیت نہیں کی تھی تو اپنی قربانی کی طرح اختیار ہے کما فی الشامی (ج ۵ ص ۳۲۸) لو ضحّی عن المیّت وارثہ بامرہ الزمہ بالتصدق بھا وعدم الاکل وان تبرّع بھا عنہ لہ الاکل لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت اھ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ

امنیۃ الھالک فی أضحیۃ مالک

السوال : قربانی گاؤ پر ہندوستان میں جو فسادات ہوتے ہیں ان پر نظر کر کے ایک ندوی مولوی نے اخبارات میں

www.ahlehaq.org

ایک مضمون شائع کیا ہے جو ارسالِ خدمت ہے اس کو ملاحظہ فرما کر مطلع فرمایا جائے کہ آیا یہ مضمون صحیح ہے یا غلط اور اس پر مسلمانوں کو عمل جائز ہے یا نہیں۔

وھو ھٰذا:

قربانی کے متعلق ایک ضروری مسئلہ

کس درجہ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ ایک پاکیزہ تر رسم جس کی بنیاد محبت واخلاص پر رکھی گئی ہو (خدا تعالیٰ کی محبت پر یا باہمی کفار کی محبت پر) ہمارے دیس میں اب اس کی آمد کا انتظار جنگ وفساد اور قتل وخونریزی کے تخیل کے ساتھ کیا جاتا ہے جن مبارک دنوں میں ہم سب کو ابراھیم خلیل اللہ کی سنت کے مطابق ہمہ تن اپنے آپ کو عاجزی اور بیچارگی کی تصویر بننا چاہیئے خالق کے سامنے یا مخلوق کے سامنے خود ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باپ کے ساتھ اور قوم کے ساتھ توحید کے باب میں جو مخالفت کی ہے منصوصِ قرآنی ہے کہ نوبت القاء فی النار تک پہنچی۔ جن دنوں ہمارے دلوں میں صرف اس بے نیاز مالک کی بارگاہ پر مٹ جانے کی تڑپ ہونی چاہیئے جن دنوں ہمارے دلوں کی توجہ کو اُن جانے والوں کی سمت مصروف ہونی چاہیئے جو نیکی اور محبت کا احرام باندھ کر خدا کے گھر کا طواف کرنے گئے ہیں افسوس ہے کہ ٹھیک اُن ہی دنوں میں کچھ زمانہ سے ہم سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں، امن مفقود ہو جاتا ہے، محبت کی جگہ دشمنی آجاتی ہے، حکمت و محبت یا سر بکف جذبات مٹ کر عداوت اور انتقام کے ملت کُش جذبات اُبھرتے ہیں۔ اس کے ذمہ دار مسلمان ہیں یا کفّار؟

اور صحیح ہے کہ اس معاملہ میں تنہا ہماری نادانیاں شامل نہیں ہیں بلکہ ہمارے پڑوسی اور ہمسایہ بھی اپنی غلط اندیشیوں سے کچھ فضا کو خراب کر دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا

حصہ اور اس وصف کا بنسبت قربانی کے خود اسلام زیادہ مستحق ہے۔ پھر اگر کسی کا اسلام لانا کسی کو ناگوار ہو اور وہ محتمل ہو فتنہ وفساد کو چنانچہ اب بھی اس کا وقوع ہوتا ہے۔ اس میں جاری کیا جاوے گا۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام کا تو کوئی بدل نہیں تو جواب یہ ہے کہ اسلام کا تو بدل ہے، اخفاء اسلام تو کیا اس کا مشورہ دیا جائے گا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ایک اسلامی فرقہ مرجیہ بھی ہے جو اعمال کو چنداں ضروری بھی نہیں کہتے اور اظہارِ اسلام صرف ایک عمل ہے ۱۲

www.ahlehaq.org

فرض دوسروں کی نادانیاں اور غلط راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے یہ نہیں ہو جاتا کہ ہم بھی ان کی طرح نادانیوں کا ایک ڈھیر جمع کر دیں۔ کم سے کم ہمیں اپنی نادانیاں کم ضرور کرنی چاہئیں گو دین بھی کم ہو جائے۔

ہماری ذمہ داری جس قدر کم ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ قربانی کے بارے میں یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ اسلامی شریعت میں گائے کی قربانی روا رکھی ہے کوئی شخص اس کے خلاف حکم شرعی صادر نہیں کر سکتا اور نہ اس اجازت کو باطل ٹھہرا سکتا ہے لیکن شرعی اختیار کی رُو سے ہم گائے، بکری، اونٹ میں سے کسی ایک کا اپنے مناسب حال انتخاب کر سکتے ہیں فقہ کی تمام کتابوں میں تصریح کے ساتھ بکری کی قربانی کو گائے اور بیل کی قربانی پر افضل بتایا گیا ہے۔ سو اگر ہمیں استطاعت ہے تو پھر ہم افضل کو کیوں چھوڑیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ اقتصادی حیثیت سے گائے کی قربانی میں زیادہ آسانیاں ہیں تو اس کے متعلق کم از کم ایک سہولت کو جو حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بیان میں پائی جاتی ہے اُسے کیوں نہ اختیار کیا جائے کہ عموماً ایک ہی گھر میں کئی زندہ اور مردہ اشخاص کی طرف سے قربانیاں کی جاتی ہیں اور اس کے لئے ایک ہی گائے میں مختلف شرکاء کا حصہ لگاتے ہیں یہ صورت بکری میں بھی ممکن ہے اور اس شرکت کے لئے سات کی کوئی قید نہیں بلکہ ایک گھر کے تمام آدمیوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی ممکن ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی پیروی کرنے والے بھی اگر اقتصادی اسباب کی بنیاد پر اس شکل کو اختیار کریں تو ان پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ بیسیوں مسائل میں حالات کی نزاکت اور موقع کی ضرورت کے لحاظ سے دوسرے ائمہ کے اقوال پر بھی عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کے قول کے علاوہ متعدد صحابہ کے فعل سے بھی ایسا کرنا ثابت ہے۔

مزید تصریح یہ وہ تحریر تھی جو مولوی عبدالرحمٰن ندوی مرحوم نے پچھلے سال بقرعید کے موقع پر شائع کی تھی۔ آج اس مسئلہ کے سمجھانے اور بتلانے کی ضرورت پچھلے سال سے کچھ زیادہ ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے جو لکھا ہے وہ بالکل درست ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ سارے گھر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی جائز ہونے کا فتویٰ صرف امام مالک ہی کا نہیں بلکہ احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحیحہ کی بناء پر عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عام طرزِ عمل بھی یہی تھا کہ ایک بکری میں پورا گھر شریک ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوایوب

www.ahlehaq.org

انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت خفیف لفظی تغیر کے ساتھ سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، مؤطا وغیرہ متعدد کتبِ احادیث میں آتی ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے:

كان الرجل يضحّى بالشاة عنه وعن اهل بيته فيا كلون ويطعمون حتى تباهى الناس فصارت كما ترىٰ - الحديث، ترمذى ابواب الاضحية و سنن ابن ماجه ابواب الضحايا-

كنا نضحّى بالشاة الواحدة، يذبحها الرجل عنه وعن اهل بيته ثم تباهى الناس بعد ذلك فصارت مباهات مؤطا امام محمد قال محمد كان الرجل يكون محتاجًا فيذبح الشاة الواحدة يضحّى بها عن نفسه فيا كل ويطعم اهله فامّا شاة واحدة يذبح عن اثنين او ثلاثة اضحية فهذه لا يجزى ولا يجوز شاة الا عن الواحد وهو قول ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى والعامة من فقهائنا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص ایک بکری خود اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کرتا تھا۔ اس میں سے لوگ کھاتے اور کھلاتے رفتہ رفتہ قربانی بھی فخر اور نمائش کی چیز بن گئی۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے اس کو حسن اور صحیح لکھا ہے۔ عام فقہاء حنفیہ جو بکری کی قربانی میں شرکت کے قائل نہیں ہیں وہ بھی اس حدیث کی صحت کا انکار نہیں کرتے۔ چنانچہ خود امام محمدؒ اس حدیث کو اپنی کتاب مؤطا میں نقل فرماتے ہیں۔ البتہ ان کا فرمانا یہ ہے کہ اس وقت لوگ محتاج تھے اس لیے ایک شخص ایک بکری اپنی طرف سے ذبح کرتا تھا اور اس کو خود کھاتا اور گھر والوں کو کھلاتا تھا لیکن کسی شخص کا ایک بکری، دو یا تین شخصوں کی طرف سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایک بکری صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء حنفیہ کا ہے۔ لیکن جیسا کہ خود مؤطا کے ہی بعض شارحین نے لکھ دیا ہے کہ حدیث میں فقراء اور محتاجی کا کہیں ذکر نہیں اور حافظ ابن قیمؒ نے "زاد المعاد" میں حدیث ترمذی کی بناء پر ایک بکری میں گھر بھر کی شرکت کو جائز رکھا ہے

المستفتی: شیخ عبدالعزیز زمیندار
ضلع بارہ بنکی۔

www.ahlehaq.org

الجواب من جامع امداد الاحكام

اقول وبالله التوفيق : قال فی رحمة الامة : والابل افضل فی الاضحية ثم البقر ثم الغنم وقال مالك الافضل الغنم ثم الابل ثم البقر والبدنة تجزی عن السبعة وكذلك البقرة والشاة عن واحدة بالاتفاق

وقال اسحٰق بن راهويه : والبقرة عن العشرة اه (ص ۵۹)

وقال ابن رشد المالكی فی مقدمات المدوّنة : والضحية واجبة على المقيم والمسافر والذكر والانثٰى والصغير والكبير۔ وقد قال مالك يضحّی الوصی عن اليتيم من ماله ويلزم الاب أن يضحی عن بنيه الذكور والاناث ما كانت نفقتهم له لازمة ۔ الذكور حتی يحتلموا والاناث حتی يتزوّجن ويدخل بهن ازواجهن والاختيار عند مالك ان يضحی عن كل نفس بشاة واحدة من جميع اهل بيته اجزاهم اه (ج ۲ ۔ ص ۸)

ان عبارات سے چند امور معلوم ہوئے (۱) رحمۃ الامۃ کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاۃ بالاتفاق ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہے زائد کی طرف سے کافی نہیں ۔ (۲) اور مقدمہ مدوّنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک جمیع اہل بیت کی طرف سے ایک ہی شاۃ کافی ہوسکتی ہے۔ مگر افضل ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ہر شخص کی طرف سے بکری الگ الگ ذبح کی جاوے ۔ (۳) پس امام مالک کے نزدیک بکری کا جملہ اہل بیت کی طرف سے کافی ہونا صحیح طور پر جزماً ثابت نہ ہوا بلکہ ان سے دو روایتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ ایک روایت میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ متفق ہیں کہ ایک شاۃ ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہوسکتی ہے ۔ اور دوسری روایت میں وہ ان سے الگ ہیں پس ایسی صورت میں امام مالکؒ کے اس قول پر کیونکر عمل ہوسکتا ہے ۔ (۴) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جمہور امت کے نزدیک اضحیہ میں افضل ابل ہے پھر بقر پھر غنم اور اس میں صرف امام مالک اختلاف کرتے ہیں کہ غنم کو افضل کہتے ہیں مگر حدیث صحیح جو صحیحین میں مذکور ہے : من راح الی الجمعة فی الساعة الاولٰی فكانما قرّب بدنة ومن راح فی الساعة الثانية فكانما قرّب بقرة و من راح فی الساعة الثالثة فكانما قرّب شاة الخ جمہور کی مؤید ہے ۔ اور امام مالکؒ کے

www.ahlehaq.org

پاس افضلیتِ غنم کی دلیل صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبشِ اقرن کی قربانی کی ہے اور یہ کہ ابراھیم علیہ السلام کے لئے فدیہ میں جنت سے کبش آیا تھا۔ مگر طحاوی نے بطریقِ عبداللہ بن نافع عن ابیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یضحی بالجزور وبالکبش اذا لم یجد جزورًا اھ

(ج - ۲ ص-۳۰۳)

وھو سند حسن وعبد اللہ بن نافع فیہ مقال وقال ابن عدی ھو ممن یکتب حدیثہ وقال ابن ابی مریم عن ابن معین یکتب حدیثہ وقال ابن المدینی کان عندی أحفظھم یعنی ولد نافع - کذا فی التھذیب (ج ۶-ص ۵۳)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبش کو اضحیہ میں اس وقت اختیار فرماتے تھے جب جزور نہ ملتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزور افضل ہے اور بقرہ مثل جزور کے ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ بقرہ مثل جزور کے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ نیز بُدنہ کا اطلاق مثل ابل کے بقرہ پر بھی ہوتا ہے۔ شاۃ وکبش پر بدنہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔

قال الشوکانی فی النیل عن النھایۃ لابن الاثیر : البدنۃ تقع علی الجمل والناقۃ والبقرۃ وھی بالابل أشبہ۔ وفی القاموس : البدنۃ محرکۃ من الابل والبقر وفی الفتح ان اصل البدن من الابل والحقت بھا البقر شرعًا وحکی فی البحر عن ابی حنیفۃ واصحابہ والناصر انھا تطلق علی البقر۔ وعن بعض اصحاب الشافعی انھا تطلق علی الشاۃ (أیضًا) قال ولا وجہ لہ وحکی فیہ ایضًا ان البقرۃ عن سبعۃ والشاۃ عن واحد اجماعا اھ (ج ۴- ص ۳۳۲)

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ بدنہ کا اطلاق ابل وبقر پر ہوتا ہے نہ کہ شاۃ پر تو اس سے بقرہ کی فضیلت شاۃ پر دوسری طرح بھی ثابت ہوگئی وہ یہ کہ نصِ قرآنی میں ارشاد ہے وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ تو اس سے اولاً وبالذات اضحیہ ابل وبقر کا شعائر اللہ سے ہونا مستفاد ہوتا ہے نہ کہ اضحیہ شاۃ کا۔ اضحیہ شاۃ اگر شعائر اللہ میں سے ہوگا تو الحاقاً و تبعًا ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضحیہ کبش کرنا دلیلِ فضیلت جب ہو سکتا تھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسی پر اکتفا کیا ہو اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اضحیہ

www.ahlehaq.org

ابل اور بقر بھی ثابت ہے تو گلہے اضحیۂ کبش کرنے سے اس کی فضیلت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے اور اگر کبش ابل اور بقر سے افضل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اضحیہ حجۃ الوداع میں جو کہ آخری اضحیہ تھی ضرور اسی کو اختیار فرماتے حالانکہ اس وقت آپ نے بکری یا دنبہ کی قربانی نہیں کی بلکہ صحیحین سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع میں سو اونٹ اپنی طرف سے اور ایک گائے یا چند گائیں اپنی ازواج کی طرف سے ذبح فرمایا۔

والشك فی وحدة البقرة وتعددها لاختلاف الروايات ففی رواية ضحى عن ازواجه بقرة وفی بعضها عن ازواجه بقرة بقرة ذكره الحافظ فی الفتح فی باب الاضاحی)

رہی امام مالک کی دوسری دلیل کہ جنت سے فدیۂ اسماعیل میں کبش آیا تھا معلوم ہوا کہ وہی افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم مسلمانوں پر اس وقت حجت ہوسکتا ہے جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کے خلاف حکم نہ ہو اور یہاں ہم نے بتلا دیا ہے کہ احادیث سے ابل و بقر کا افضل صراحۃً ثابت ہے پس شریعتِ سابقہ کا حکم ہم پر حجت نہیں ہوگا دوسرے وہاں کبش جنت کا ذکر ہے اور ہم ابل و بقر دنیا کو کبشِ جنت سے افضل نہیں کہتے بلکہ کبش و غنم دنیا سے افضل کہتے ہیں ممکن ہے کہ کبشِ جنت جثہ اور جسامت میں ابل و بقرِ دنیا سے زیادہ ہو اس لئے افضل ہوا اور اس کا جنت سے آنا ہی خود فضیلت کے لئے کافی ہے اور اس میں بحث نہیں۔ گفتگو دنیا کے ابل و بقر و غنم میں ہے جن میں دلائل سے یہی ثابت ہے کہ غنم کا درجہ سب کے بعد ہے۔ بہرحال اس مدعا پر متعدد دلائلِ قویہ قائم ہیں کہ بقرہ کبش و غنم سے افضل ہے۔ پس اگر امام مالک سے یہ روایت ثابت ہے کہ ایک بکری گھر بھر کی طرف سے اضحیہ میں کافی ہے تو ان کے قول پر بقرہ کا سب گھر والوں کی طرف سے کافی نہ ہونا بہت عجیب ہوگا۔ اس کو ہرگز قیاس تسلیم نہیں کرسکتا کہ بکری تو گھر کے سو آدمیوں کی طرف سے کافی ہو اور گائے جو قیمت و جسامت میں اور فضیلت میں اس سے زیادہ ہے، وہ سب گھر والوں کی طرف سے کافی نہ ہو۔ (هذا هو الذی الزم به الطحاوی القائلين باجزاء الشاة عن اهل بيت واحد جميعًا) بلکہ قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر بکری ایک گھر کے سب آدمیوں کی طرف سے کافی ہو تو گائے سات گھروں کے آدمیوں کی طرف سے کافی ہوگی کیونکہ بالاجماع ایک گائے سات بکریوں کے برابر ہے۔

www.ahlehaq.org

قال الشوکانی فی النیل تحت حدیث ابن مسعود مرفوعاً ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إن علیّ بدنۃ وانا موسر ولا اجدھا فاشتریھا فامرہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبتاع سبع شیاہ فیذبحن رواہ احمد وغیرہ - مانصہ : قولہ سبع شیاہ استدل بہ من قال عدل البدنۃ سبع شیاہ ، وھو قول الجمھور وادعی الطحاوی وابن رشد انہ اجماع اھ

(ج ۴ - ص ۳۳۱)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اول تو ایک بکری کا سب گھر والوں کی طرف سے کافی ہونا امام مالکؒ کے مذہب میں متفق علیہ نہیں بلکہ اُن سے دو روایتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ایک جمہور امت کے موافق ہے جیسا کہ رحمۃ الامۃ اور نیل الاوطار کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بقرہ کا سات کی طرف سے کافی ہونا اور بکری کا ایک شخص کی طرف سے کافی ہونا اجماعی قول ہے دوسری روایت میں امام مالکؒ جمہور امت سے الگ ہیں اور اس حالت میں امام مالک کے ایک ایسے قول پر فتویٰ دینا جو دلائل سے ضعیف ہے یقیناً خلافِ احتیاط ہے جو عبادات میں کسی طرح جائز نہیں۔ دوسرے اگر امام مالکؒ کے اس قول کو مان لیا جاوے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایک گائے سات گھر والوں کی طرف سے کافی ہو تو پھر وہ مصلحت فوت ہو جائے گی جو امام مالک رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرنے میں ظاہر کی گئی ہے ، کیونکہ اب بھی اقتصادی مصالح گائے میں زیادہ ہوں گی ۔

تیسری یہ کہ حنفی کو اپنے امام کا قول چھوڑ کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کرنا صرف دو حالتوں میں جائز ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اپنے امام کا قول دلائل سے ضعیف ہو دوسرے کا قوی ہو اور یہاں یہ صورت نہیں ہے۔ بلکہ اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کا قول قوی اور امام مالکؒ کا قول ضعیف ہے اور جن آثار سے امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے جمہور امت کے نزدیک اُن کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہ ہوتی وہ ایک بکری اپنے گھر بھر کے لئے ذبح کر لیتا تھا کما ذکرہ فی المؤطا (۲۷۸) اور قولِ قوی کو چھوڑ کر قولِ ضعیف کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے مضطر ہو کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کیا جاوے اور ضرورتِ شدیدہ وہ ہے جس کو شریعت ضرورت تسلیم کرے

www.ahlehaq.org

اور صورتِ موجود میں شرعًا کوئی ضرورت نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ قربانی کی پاکیزہ رسم کی بنیاد محبت و اخلاص پر رکھی گئی ہے اور ہمارے دیس میں اس کا انتظار جنگ و قتل و خونریزی کے تخیّل کے ساتھ کیا جاتا ہے اھ میں پوچھتا ہوں کہ قربانی کی بنیاد خدا تعالیٰ کی محبت کی بنیاد پر ہے یا باہمی کفار کی محبّت پر۔ یقیناً کفار کی محبت پر شریعت کی کسی چیز کی بنیاد نہیں۔ بلکہ اگر قرآن کریم اور احادیث کا مطالعہ ایمان و اسلام کی آنکھ سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شریعت میں اعداء اللہ کی بغض و اغاظت کا جابجا امر ہے۔ بالخصوص قربانی میں تو اس کا بہت زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔

چنانچہ ابن القیمؒ زاد المعاد میں واقعہ حدیبیہ سے احکامِ شرعیہ مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و منها استحباب مغايظة اعداء الله فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهدى فی جملة هديه جملاً لابی جهل فی انفه برة من فضة ليغيظ به المشركين (اى لكونه جمل سيدهم) وقد قال تعالىٰ فی صفة النبی صلى الله عليه وسلم واصحابه وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وقال عزوجل: ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (ص ۳۸۵ - ج ۱)

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر قربانی کی بنیاد نعوذ باللہ کفار کی محبت پر ہے تو خود اسلام کی بنیاد بھی اسی پر ہونا چاہیئے پھر اگر کسی کا مسلمان ہونا ہندوؤں کو ناگوار ہو چنانچہ واقعہ ہے کہ ان کو یہ امر ناگوار ہے تو پس آج سے کسی کافر کو بھی مسلمان نہ کیا جائے تاکہ برادرانِ وطن ناخوش نہ ہوں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اسلام کا تو کوئی بدل نہیں اور قربانی کا بدل موجود ہے تو میں کہتا ہوں کہ اعلانِ اسلام کا بدل اخفاء اسلام ہے تو کیا آج سے نومسلموں کو یہ مشورہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے اسلام کو ظاہر نہ کریں مخفی رکھیں خصوصًا جبکہ ایک اسلامی فرقہ مرجیہ بھی ہے جو عمل کو چنداں ضروری نہیں کہتا صرف ایمانِ قلبی کو ضروری سمجھتا ہے اور یقیناً اظہارِ اسلام بھی صرف ایک عمل ہی ہے۔ پھر ہم

www.ahlehaq.org

پوچھتے ہیں کہ اگر آج تم نے ہندوؤں کی ایک جماعت کی خاطر اضحیۂ گاؤ کو ترک کیا تو کیا کل دوسری جماعت کی خاطر سے جو مطلقاً جیو شاہی کو جرم سمجھتے ہیں بکری کی قربانی بھی ترک کر دو گے اور اس وقت ان علماء کا قول لے لوگے جو اضحیہ کو واجب نہیں کہتے بلکہ محض سنت کہتے ہیں اور کیا مسجدوں میں آذانیں بھی بند کر دو گے جو کفارِ ھند کے دلوں پر تلوار سے زیادہ کاری زخم لگاتی ہے ۔ چنانچہ جس جگہ ان کا بس چلتا ہے اذان کو فوراً روک دیتے ہیں تو بس پھر نعوذ باللہ اسلام کو یہ کہکر چھوڑ بیٹھنا کہ ہمارے مسلمان رہنے سے ہندوؤں کو ناگواری ہے ۔ کیونکہ وہ ہندوستان میں صرف ہندوؤں ہی کا رہنا پسند کرتے ہیں کسی دوسری قوم کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتے ۔ اور یہ بھی واقعہ ہے چھپی ہوئی بات نہیں ۔ اور اگر معاذ اللہ اسلام اور اضحیہ کی بنیاد کفار کی محبت پر ہے تو شاید فاضل مضمون نگار کے نزدیک تو وہ خلفاء اسلام تو بہت بڑے مجرم ہوں گے جنہوں نے بلادِ کفر کو فتح کر کے بتخانوں اور بتوں کو توڑ کر مسمار کیا تھا ۔ کیونکہ اس فعل سے یقیناً کفار کی آتشِ غضب تیز ہوئی ہے ۔ پس قربانی گاؤ کو ترک کر کے امام مالکؒ کے قول پر گھر بھر کی طرف سے ایک بکری پر اکتفاء کرنا محض ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے ہرگز جائز نہیں ۔ کیونکہ یہ شرعی ضرورت نہیں بلکہ مقصودِ شرع کے منافی ہے اور کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ قربانی کی بنیاد کفار کے ساتھ محبت و اخلاص کرنے اور ان کے ساتھ عاجزی و بیچارگی کی تصویر بننے پر ہے بلکہ اس کی بنیاد محبتِ الٰہی و فدائے نفس فی سبیل اللہ پر ہے ۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو کسی عبادت کے وقت امنِ عامہ کو مفقود نہ کرنا چاہیئے مگر دیکھنا یہ چاہیئے کہ قربانی کی وجہ سے جو فسادات ہوتے اور امنِ عام مختل ہوتا ہے ، اس کی ذمہ داری کس پر ہے ۔ یقیناً مسلمان شرعاً و قانوناً اضحیۂ گاؤ کے مختار ہیں اور یہ ان کا اسلامی حق ہے جس کو گورنمنٹ نے بھی ہمیشہ تسلیم کیا ہے ۔ پس اگر مسلمان اپنے اس جائز حق کو استعمال کریں تو بتلائیے اس میں مسلمانوں کا قصور ہے یا ہندوؤں کا ؟ جو خواہ مخواہ مسلمانوں سے اس جائز حق میں مزاحمت کرتے ہیں : رہا یہ کہ وہ تو اپنی نادانی کی وجہ سے مزاحمت سے باز نہیں آتے تو آخر اس فساد کا کچھ تو انسداد ہونا چاہیئے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان واقعات کے انسداد کی یہ صورت نہیں جو ندوی فاضل نے اختیار کی ہے کہ ہندوؤں کی مزاحمت کو دیکھ کر اپنے مذہب کو بدلنے لگے اور ضعیف اقوال کا انتخاب کرنے لگے

www.ahlehaq.org

کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ اول تو شرعاً جائز نہیں دوسرا اقتصادی اور تمدنی مصلحتیں بھی اس طرح حاصل نہیں ہوسکتیں بلکہ اس سے ہندوؤں کے حوصلے بڑھیں گے۔ اور کل کو وہ کسی اور بات سے تم کو روکنے لگیں گے پھر کہاں تک تم اپنے مذہب کو بدلو گے بلکہ اس کی دو صورتیں ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب ہندو مزاحمت کریں اس وقت مسلمان مقابلہ نہ کریں بلکہ حکّام کو اطلاع کر کے ان کی مدد سے قربانی کریں۔ دوسرے یہ کہ حکّام کی امداد کے بعد بھی اگر وہ مزاحمت سے باز نہ آئیں تو گورنمنٹ سے اجازت لے کر مزاحمت کا جواب مدافعت سے دیدیں۔ اس صورت میں فساد نہ ہوگا۔ بلکہ یہ مزاحمت اعلاء کلمۃ اللہ میں داخل ہو کر باعثِ اجرِ عظیم ہوگی جس میں شہادتِ عظمیٰ کا ثواب ملے گا۔ ہاں بدون گورنمنٹ کی اجازت و اطلاع کے مدافعت و مقابلہ کرنا ہمارے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں کو ہرگز مناسب نہیں۔ یہ گفتگو تو اس تقریر پر تھی کہ اضحیہ گاؤ اور اضحیہ غنم کو مساوی طور پر شعائرِ اسلام تسلیم کر لیا جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اضحیہ گاؤ اعظم شعائرِ اسلام ہے جس کو ہم نے رسالہ "الخیر النامی لدفع شرّ النظامی" میں مفصل طور پر ثابت کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جب تک مسلمانوں کو اضحیہ گاؤ پر قدرت ہو اس وقت تک ہندوؤں کی خاطر اس کو ترک کرنا ہندوستان میں ہرگز جائز نہیں۔

اب میں آخر میں فاضل مضمون نگار کو اس کی چند غلطیوں پر اور بھی متنبہ کرتا ہوں، وہ یہ کہ اس نے امام مالکؒ کے اس قول کو ظاہر کر کے بزعم خود قتل و خونریزی کو کم کرنا چاہا ہے حالانکہ اس سے اور زیادہ قتل و خونریزی بڑھے گی کیونکہ حنفی علماء ہرگز اس قول کو نہیں مان سکتے، جو آثار اور قیاس سے ہر طرح ضعیف ہے پھر اب تک تو ہندو یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے لئے اقتصادی طور پر اضحیہ گاؤ ضروری ہے اور یہ سمجھ کر کسی وقت روبراہ بھی ہو جاتے تھے اور جب یہ سمجھیں گے کہ یہ اقتصادی مصالح امام مالکؒ کا قول لیکر بکری میں بھی حاصل ہو سکتی ہیں اور مسلمان پھر بھی امام مالکؒ کے قول پر عمل نہیں کرتے تو اس سے ان کی آتشِ غضب اور زیادہ بھڑکے گی۔

دوسری غلطی مضمون نگار نے یہ کی کہ گائے کے ذبح میں جو اقتصادی مصالح ہیں اس نے بکری میں ان کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیکر بھی وہ

www.ahlehaq.org

اقتصادی مصالح بکری سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔کیونکہ امام مالکؒ کے قولِ مذکور پر ایک بکری صرف ایک گھر کے آدمیوں کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ گھروں کی طرف سے نہیں ہوسکتی ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بوجہ افلاس کے ایسے گھر بہت کم ہیں کہ جن میں ایک گھر کے سب آدمیوں پر قربانی واجب ہوتی ہو بلکہ عام طور پر ایک گھر میں ایک دو آدمیوں پر قربانی واجب ہوتی ہے اور زیادہ تر یہ ہے کہ گائے کے شرکاء مختلف گھروں کے آدمی ہوتے ہیں ۔ ان سب کی طرف سے ایک بکری تو کافی ہوگی نہیں کیونکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ۔ تو ہر شخص جدا جدا بکری ذبح کریگا تو اس صورت میں وہ اقتصادی مصلحت کہاں حاصل ہوئی جو گائے میں سات آدمیوں کے شریک ہونے سے حاصل ہوتی ہے ۔ والسّلام

ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

ذبح کرنے کے بعد جان نکلنے سے پہلے جانور کی چھاتی کھولنا مکروہ ہے

السّؤال : قصائی لوگ گائے کو ذبح کرنے کے بعد فوراً، جان نکلنے سے پہلے اس کی گردن کی نرم نرم لٹکتی ہوئی کھال سینہ تک چاک کر دیتے ہیں پھر سینہ میں چھری مار کر اس کا خون نکال دیتے ہیں۔ اور قصائی اپنی اصطلاح میں اس کو چھاتی کھولنا کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ گائے اس طرح (حوالی قلب کا) خون نکلنے سے جلد ٹھنڈی ہوجاتی ہے ۔صورۃً جان نکلنے سے پہلے کھال ادھیڑنا اور اس طرح سینہ میں چھری مارنا تأذی بلا ضرورت معلوم ہوتا ہے۔ آیا ذبح کرنے (یعنی نرخرہ و مری) کاٹنے کے بعد اس طرح کھال سینے تک کاٹنا اور دوبارہ چھری مار کر خون بہانا جانور کو جلدی ٹھنڈا کرنے کے عذر سے شرعًا جائز ہے یا تأذی بلا ضرورت کے تحت میں آتا ہے اور ممنوع ہے۔ رسالہ "ارشاد الہایم فی حقوق البہائم" میں صرف دو جگہ اس کا ذکر ہے جس کا اس سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ص۸ حدیث چہارم ، تحت فائدہ .... رگوں کے کٹنے کے بعد کھال حلق کی کاٹنے لگے یا اور کسی طرح تکلیف پہنچائے .... ص۱۱ حدیث دہم کے تحت فائدہ ... قصابوں کا وہ فعل کہ محض کھال کی بہت قلیل مقدار بڑھانے کے لئے اوپر سے ذبح کر کے رگوں تک لاتے ہیں تو رگوں کے کٹنے

www.ahlehaq.org

سے قبل جتنی دور سے کھال قطع کی ہے تاذی بلاضرورت ہے لیکن ان عبارتوں سے مسئلہ میں تشفی نہیں ہوتی۔

الجواب

قال فی الدرالمختار : کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن عن اضطراب وھو تفسیر باللازم کما لا یخفی لانہ یلزم من برودتہا سکونہا بلا عکس (ج ۵-ص ۲۸۹)

و فی العالمگیریۃ والحاصل ان مافیہ زیادۃ الم لا یحتاج الیہ فی الزکاۃ مکروہ، کذا فی الکافی اھ (ج ۶-ص ۱۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ قصابوں کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں زیادہ الم ہے۔ جس کی ذبح میں ضرورت نہیں اور گو اس فعل کے بعد جان جلدی نکل جائے مگر خود اس فعل کی تکلیف اشد ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

ایسا شکار ذبح کرنے کا حکم جس کے گلے کا اکثر حصہ باقی نہ رہا ہو

السوال : ایک خرگوش پر بندوق چلائی اور اس کے منہ کا نیچے کا جبڑا جاتا رہا اور اوپر کا جبڑا سالم تھا بلکہ اس کی تمام ناک تک کی نشانیاں باقی رہیں لیکن دانت نہ رہے اور دانت کے بیچ میں سے گولی نکلنے سے گردن میں بھی صرف اگلے حصّہ میں شہ رگ وغیرہ نہ رہی بلکہ کھال اور کچھ گوشت رہا اور پیچھے بھی اسی شکل میں گوشت اور کھال رہی۔ خرگوش کی کھال اور گوشت جو سامنے رہ گیا تھا ذبح کر دیا اور اس کا گوشت کھا لیا گیا اس کے واسطے شرعًا کیا حکم ہے۔

الجواب

قال فی الدرالمختار : و ذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ وعروقہ الحلقوم والمری والودجان وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منہا اذ للاکثر حکم الکل وصح البزازی اذ اقطع کل حلقوم المری والاکثر من ودجین

www.ahlehaq.org

یوکل وإلا فلا اھ (ج ۵ - ص ۲۸۸) اگر خرگوش کا گلا اور نرخرہ اور شہ رگوں کا زیادہ حصہ باقی نہیں رہا تھا تو یہ ذبح درست نہیں ہوا اور اس کا کھانا حرام ہوا۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ یوم الجمعۃ

کسی ایک شریک قربانی کا اپنے حصہ کی زیادہ قیمت دینے کا حکم

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سات آدمی شریک ہوکر سولہ روپے سے ایک گائے خرید کر کے قربانی کرتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ ۴/ ادا کر کے کل پندرہ روپے اور ساڑھے پندرہ آنے ہوتے ہیں اور دو پیسہ کی کمی رہتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ وہ دو پیسہ میں اپنی خوشی سے زیادہ دیتا ہوں تم اطمینان رکھو۔ آیا اس صورت میں قربانی میں اس گائے مذکورہ کے کچھ حرج تو نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس شخص کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنا حصہ دو پیسہ زائد میں خریدتا ہوں۔ یا یہ مطلب ہے کہ میں سب شرکاء کا دین بخوشی اپنی طرف سے ادا کرتا ہوں تو جائز ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس شخص کا حصہ بقدر دو پیسہ کے قربانی میں دوسروں سے زیادہ ہوگا تو درست نہیں لکون الستۃ لا یملک سبعًا کاملاً احد منھم

مسجد یا رباط میں چرم قربانی کی قیمت صرف کرنے کا حکم

السوال: اگر وقف ہو تو اس میں چرم قربانی کی قیمت صرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

مسجد یا رباطِ موقوف میں چرم قربانی کی قیمت لگانے سے اس قیمت میں یا وقف میں

www.ahlehaq.org

کوئی خبث لازم نہیں آتا بلکہ صرف یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کے ذمہ چرم کی قیمت بمالہ واجب التصدق رہتی ہے۔ اس طریق سے واجب ادا نہیں ہوا۔ پس اگر کسی نے مسجد یا مسافر خانہ میں چرم قربانی کی قیمت دی ہو اور وہ ان کی عمارت میں لگ چکی ہو تو جو سامان اس سے خرید اگیا ہو سب مسجد و مسافر خانہ پر وقف ہو گیا اور اس کو مسجدِ منہدمہ اور مسافر خانہ میں لگانا درست نہیں۔ البتہ اگر وہ قیمتِ چرم ہنوز صرف نہ ہوئی ہو تو مسئلہ بتلا کر مالک سے دریافت کر لیا جاوے کہ وہ اب بھی مسجد میں یا مسافر خانہ میں یہ رقم دینا چاہتا ہے اور صدقہ واجبہ کو اس سے الگ ادا کرے گا یا واپس لینا چاہتا ہے اگر واپس لینا چاہے تو واپس کر دی جائے

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

قربانی کے جانور کے کسی عضو میں زخم ہو کر کیڑے پڑ جائیں تو اس جانور کو قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو گائے یا بچھڑا وغیرہ قربانی کے واسطے خریدا جائے اور اس کے کسی عضو میں زخم ہو کر کیڑے پڑ جائیں مگر ویسے تندرست ہو تو وہ قربانی ہو سکتا ہے یا نہیں اور موضع کھاری قصبہ جہالو سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ہم ہمیشہ جہالو جا کر قربانی کرتے ہیں مگر شام ہو جاتی ہے اور کھاری میں ہوتی نہیں، بہت ہندو لوگ رہتے ہیں اگر ہم لوگ صبح کے وقت جہالو جا کر قربانی کر لیا کریں تو درست ہے یا نہیں ؟ جواب عنایت فرما کر جلدی روانہ کریں۔

الجواب

اگر کیڑوں کی وجہ سے اس قدر دُبلی ہو جائے کہ اس کی ہڈی میں مغز نہ رہے جب تو اس کی قربانی جائز نہیں ورنہ جائز ہے قیاسًا علی الجرباء وقال فیہ صاحب الدر المختار (والجرباء السمینۃ) فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرباء فی اللحم نقص وقال الشامی قال فی الخانیۃ و تجوز بالثولاء والجرباء السمینتین فلو مہزولتین لا تنقی لا یجوز اذا ذہب مخّ عظمہا فان کانت مہزولۃ

www.ahlehaq.org

فيها بعض الشحم جاز يُروى ذلك عن محمّد اه وقوله لاتنقى ماخوذ من النقى بكسر النون واسكان القاف هوالمخ اى لامخ لها وهٰذايكون من شدة الهزال فتنبّه قال القهستانى : واعلم ان الكل لايخلو عن عيب والمستحب ان يكون سليمًا عن العيوب الظاهرة فما جوز هٰهنا جوز مع الكراهة كمافى المضمرات ۔

البتہ اگر کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہوگیا مثلاً پاؤں میں کیڑے ہوگئے اور وہ چل نہیں سکتی تو قربانی جائز نہ ہونا ظاہر ہے ۔

اگر گاؤں کا باشندہ قصبہ میں قربانی کرے تو اس کو بھی نماز کے قبل قربانی جائز نہیں ہے (والمعتبر مكان الاضحية الخ) فلو كانت فى السواد والمضحى فى المصر جازت قبل الصلوٰة وفى العكس لم تجز ۔ قهستانى (شامى ج ۵ ۔ ص ۳۱۱) واللہ اعلم

عبد الكريم عفى عنه

قبضہ کے بعد چرم قربانی کی قیمت مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنے کا حکم

السوال : رجال اعطوا قيم جلود اضحيتهم لمهتم المدرسة ليملكها بين المستحقين من طلبة العلم والمهتم ملكها رجلاً فقيرًا ثم استوهبها منه وصرفها فى تعمير المدرسة بغير اذن من المعطين ولا رضائهم فهل يجوز للمهتم ذلك الملا و يسقط وجوب تصدق قيم الجلود عن المعطين ام لا۔

الجواب

فى الشامى ج ۲ ۔ ص ۱۷ تحت قول الدر : وللوكيل ان يدفع لولده الفقير و هذا حيث لم يأمره بالدفع الى معين اذ لو خالف ففيه قولان حكاهما فى القنية و ذكر فى البحر ان القواعد تشهد للقول بانه لا يضمن لقولهم لو نذر التصدق على فلان له ان يتصدق على غيره ۔ اه

اقول وفيه نظر لان تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير غير معتبر فى النذر لان الداخل تحته ماهو قربة وهو اصل التصدق دون

www.ahlehaq.org

التعیین فیبطل وتلزم القربۃ کما صرّحوا بہ وھنا الوکیل انما یستفید التصرف من الموکل وقد امرہ بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ کما لو اوحی لزید بکذا لیس لوصیہ الدفع الی غیرہ فتأمل انتھی عبارۃ الشامی وقلت ھذا فی تعیین الشخص ففی تعیین النوع (ای الطلبۃ) لا یضمن فی قول البحر بالاولی فلا یضمن المھتم وان کان ما فعلہ خلاف الاحتیاط لکون قول البحر منظورًا فیہ فالواجب ان یستفید مثل ھذہ الاختیارات من المعطین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۳ محرم ۱۳۴۴ھ

گابھن اور شیر دار گائے کی قربانی جائز ہے

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گابھن اور شیر دار گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ کما یعلم ضمنا معنی قول الدر: ولدت الاضحیۃ ولدًا قبل الذبح یذبح الولد معھا۔ وقال الشامی تحت قولہ قبل الذبح فان خرج من بطنھا حیًّا فالعامۃ انہ یفعل بہ ما یفعل بالام (ج ۵ ص ۳۱۵)

وفیہ ایضًا ویکرہ الانتفاع بلبنھا قبلہ ای قبل الذبح (ج ۵۔ ص ۳۲۱)

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر ۱۳۴۴ھ

مذبوح فوق العقدہ حلال ہے یا حرام؟

السؤال: مذبوح فوق العقدہ حلال ہے یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔

الجواب

اگر تین رگیں کٹ جاویں تو جائز ہے ورنہ حرام ہے۔ کما فی الشامی (ج ۵ ص ۲۸۷)

www.ahlehaq.org

بعد نقل الاختلاف اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلاثۃ من العروق فالحق ما قالہ شراح الھدایۃ تبعًا للراستفقی والافالحق خلافہ اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب و یظھر ذلک بالمشاھدۃ اوسوال الخبرۃ فاغتنم ھذا المقال ودع عنک الجلال ۔
واللہ اعلم ۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

ختنہ کرنے سے اگر حشفہ کی کھال پوری نہ اترے تو دوبارہ ختنہ ضروری ہے یا نہیں

السوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا لیکن پوری سپاری تک چمڑا نہیں کاٹا گیا، نصف تک تخمیناً حشفہ ظاہر ہوتا ہے تو اس میں دوبارہ ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب

قال فی العالمگیریۃ : غلام ختن فلم تقطع الجلدۃ کلھا فان قطع اکثر من النصف یکون ختانا وان کان نصفًا او دونہ فلا ۔ کذا فی خزانۃ المفتین اختتن الصبی ثم طال جلدتہ ان صار بحال یستر حشفتہ یقطع والافلا ۔ کذا فی المحیط (ج ۶ - ۲۳۷)

صورت مسئولہ میں یہ دیکھا جاوے کہ جتنی کھال ختنہ میں قطع کی جاتی ہے وہ نصف سے زائد قطع ہو چکی ہے یا نہیں اگر نصف سے زائد قطع ہو چکی ہے تو دوبارہ ختنہ کی ضرورت نہیں لان الحشفۃ غیر مستورۃ بل الظاھرۃ کما فی السؤال ۔ اور اگر نصف سے کم یا نصف کھال قطع ہوئی ہے تو دوبارہ ختنہ کی ضرورت ہے بشرطیکہ بچہ کو زیادہ تکلیف ناقابلِ برداشت نہ ہو۔ اگر اس تھوڑی سی کھال کے کھینچنے اور دراز کرنے میں تکلیف زائد ہو جو ناقابلِ برداشت ہو تو بچہ کو ایسی تکلیف دینے کی ضرورت نہیں بلکہ معتبر دیندار حجاموں کو دکھایا جائے ۔ اگر وہ یہ کہیں کہ اس کی ختنہ دوبارہ دشوار ہے اور تکلیف سخت ہوگی تو اس کی دوبارہ ختنہ نہ کی جاوے ۔

قال فی العالمگیریۃ : وفی صلاۃ النوازل الصبی اذا لم یختن ولا یمکن ان

www.ahlehaq.org

یمد جلدته لیقطع الا بشدید وحشفته ظاهرة اذا راٰه انسان یراه کانه اختتن ینظر الیه الثقات واهل البصر من المجامین فان قالوا هو علی خلاف مایمکن الاختتان فانه لا یشدّد علیه ویترک ۔کذا فی الذخیرة (ج ۶ - ص ۲۳۷)

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۴ ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

صبی مجنون کا ختنہ سنت ہے یا نہیں

السوال : ختان صبی مجنون سنت است یا نہ ، این مسئلہ واقع شدہ ۔ اگر بجلدی جواب ارسال شود نہایت عنایت باشد ، باید کہ حوالۂ کتاب وعبارتِ کتاب نوشتہ کنید کہ تسلی خاطر ما خوب تر گردد

رسول شاہ قریہ ڈھودہ ضلع کوہاٹ

الجواب

فی الھندیة : وللاب ان یختن ولده الصغیر ویحجمه ویداویه وکذا وصی الاب ولیس لولی الخال والعم ان یفعل ذلك الا ان یکون فی عیاله فان مات فلا ضمان علیه استحسانا وکذلك ان فعلت الام ذلك کذا فی السراج الوهاج (ج ۶ - ص ۳۷)

وذکر الاصولیون ان المجنون کالصبی فی احکامه

باپ دادا اور ماں کو صغیر کی ختنہ کرنے کا حق ہے اور جنون عذر مسقطِ ختان نہیں ہے ۔ اگر ختنہ کرنا اور مختون کی حفاظت کرنا دشوار نہ ہو۔ اور اگر جنون کی وجہ سے ختنہ کرنا ہی دشوار ہو یا اس کی حفاظت کرنا دشوار ہو تو اس عذر سے ختان ساقط ہو جائے گا اور جواب قواعد سے لکھا گیا ہے ، جزئیہ نہیں ملا ۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم ۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲ ر محرم الحرام ۱۳۴۶ھ ۔
از تھانہ بھون

www.ahlehaq.org

قربانی میں ایک حصہ تمام امتِ محمدیہ کی طرف سے کرنے کا حکم اور شرکتِ اضحیہ کے چند احکام

السوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک گائے خرید کی اور اس میں ایک اپنا حصہ، ایک لڑکے کا اور ایک اپنی زوجہ کا اور ایک حصہ اپنے والد مرحوم کا اور ایک والدہ مرحومہ کی طرف سے متعین کیا باقی ایک حصہ میں تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کیا مگر اس شرکت میں یہ نیت نہ کی کہ یہ حصہ لیکر اس امتِ مرحومہ کو ثواب پہنچانا ہے۔ محض شرکت کی نیت کی تو یہ قربانی درست ہوئی یا نہیں۔

نیز ایک شخص نے ایک گائے میں اپنا اور اپنے لڑکے کا جو کہ بالغ ہے اور علیحدہ ہے آدھا، آدھا حصہ متعین کر کے ذبح کی اور گوشت باپ بیٹے نے ثلث فقراء کو تقسیم کر دیا قبل اس کے کہ وہ اپنا اپنا حصہ لیکر بانٹیں اور رشتہ داروں کو بھی تقسیم کر دیا اور باقی ایک جگہ کھالیا۔

و نیز ایک گائے میں تین، چار یا پانچ یا چھ آدمی برابر حصہ متعین کریں تو یہ قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

رحیم بخش، بانڈہ بادلی، ضلع مرادآباد
مدرسہ عربیہ اسلامیہ
۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

الجواب

قال فی البدائع : واما قدره فلا یجوز الشاة والمعز الا عن واحد وان کانت عظیمة سمینة تساوی شاتین، فان قیل ألیس انه صلی اللہ علیه وسلم ضحّی بکبشین املحین احدهما عن نفسه والآخر عمن لا یذبح من امّته فکیف ضحّی بشاة واحدة عن امته علیه الصلاة والسلام فالجواب انه علیه السّلام فعل ذلك لأجل الثواب وهو انه جعل ثواب تضحیته بشاة واحدة لامته لا للاجزاء[1] وسقوط التعبیر عنهم ولا یجوز بعیر واحد ولا البقرة عن اکثر من السبعة ویجوز ذلك عن السبعة او

[1] قلت وسبع البقرة لا الشاة کما لا یخفی ۱۲ منه

www.ahlehaq.org

ذلك وهذا قول عامة العلماء الخ (ج ۵- ص ۷۰)

وفی الدر المختار تجب شاة او سبع بدنة وللواحد هم اقل من السبع لم یجز عن احد وتجزئ عما دون السبعة بالاولی اه

قال الشامی تحت هذا: اطلقه فشمل ما اذا اتفقت الانصباء قدرًا اولا لکن بعدان لا ینقص عن السبع اه (ج ۵- ص ۳۰۸)

صورتِ مسئولہ میں جس شخص نے ایک حصہ بقرہ میں سب امتِ محمدیہ کو شریک کیا ہے اگر اس کی نیت محض ثواب پہنچانے کی نہ تھی بلکہ سب کو اس حصہ میں شریک کرنا اور سب کی طرف سے قربانی کرنا تبرعًا مقصود تھا تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی کیونکہ بعض شرکاء کے لئے ساتویں حصہ سے کم ہوا پس قربانی صحیح نہ ہوئی نہ اس حصہ میں اور نہ باقی حصوں میں بلکہ اس کے ذمہ باقی رہا۔

اور دوسری صورت میں باپ، بیٹے دونوں کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی۔

اور تیسری صورت میں بھی قربانی درست ہے۔ جبکہ سب کے حصے برابر ہوں۔ یا متفاوت ہوں مگر کسی حصے کا ساتویں حصہ سے حصہ کم نہ ہو۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امداد
۹ر محرم ۱۳۴۶ھ

چرم اضحیہ کی قیمت میں تملیکِ فقیر ضروری ہے یا نہیں؟

السؤال: ما قولکم ایها العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ: زید میگوید کہ تصدق چرم جانورانِ قربانی گرچہ واجب نیست اما بعد فروختنش بروپیہ مثل آن بحکم شرع شریف چون تصدق قیمتش بروے واجب گشت پس بہمہ وجوہ حکم آن حکم صدقۂ واجبہ گردد و ہمچون صدقاتِ واجبۂ دیگر مشروط بشرط تملیک باشد بناءً علیہ در کفن میت وساختن راہ ومساجد ومدارس ومجالسِ وعظ وغیرہ صرفِ آن جائز نباشد۔ اما عمرو می گوید کہ آن چرم قبل فروختنش واجب التصدق نبود امّا بعد فروخت حکم وجوب التصدق بآن عارض گشت بناء بر آن بہمہ وجوہ حکم آن حکم صدقۂ واجبہ نگردد۔ لہٰذا باعتبار اصل در امور مسطورہ صرف کردنش ہم جائز باشد۔

www.ahlehaq.org

الجواب

قولِ زید صحیح است لان معنی التملیك ماخوذ فی مفهوم الصدقة قال فی الدر: والصدقة کالهبة بجامع التبرع وحینئذ لاتصح غیر مقبوضة ولافی مشاع یقسم ولارجوع فیها اهـ (ج-۴ ص- ۷۹۶)

فحیث امر الفقهاء بالصدقة المطلقة یعنون بها تملیك الفقیر۔

مخفی نیست که حکم جلد اضحیه ومنافع اضحیه در وجوبِ تصدق مساوی است ودر منافع اضحیه تصریح بتصدق علی الفقیر وارد شده است۔

قال الشامی: والحاصل ان التی لایوکل منها هی المنذورة ابتداءً والتی وجب التصدق بها بعد ایام النحر والتی ضحی بها عن المیت بامره علی المختار والواجبة علی الفقیر بالشراء علی احد القولین والذی ولدته الاضحیة کما قدمناه عن الخانیة، والمشترکة بین سبعة نوی بعضهم القضاء عن الماضی کما قدمنا آنفًا۔ فهذه کلها سبیلها التصدق علی الفقیر فاغتنم هذا التحریر (ج ۴-ص ۳۳)

قلت والذی ولدته الاضحیة من المنافع الزائدة کالجلد، فلما وجب تصدقه علی الفقیر فکذا ثمن الجلد - والله اعلم۔

وایضًا قیمة الجلد لها شبهة بقیمة الاضحیة التی لم تذبح فی ایام النحر وسبیل الثانیة التصدق علی الفقیر فکذا الاولی۔ وقال فی البحر فی باب الزکوٰة تحت قول الکنز لا الی ذمی وبناء مسجد وتکفین میت و قضاء دینه واصله وان علا وفرعه وان سفل مانصه وفیه اشارة الی هذا الحکم لایخص الزکوٰة بل یعم کل صدقة واجبة فلا یجوز دفعها لهم کالکفارات وصدقة الفطر والنذور الی ان قال: وقید بالصدقة الواجبة لان صدقة التطوع الاولی دفعها الی الاصول والفروع۔ کذا فی البدائع (ج ۲- ص ۲۴۴)

ملخصًا واین عبارتِ فقهاء۔ صدقهٔ واجبه عام است هر صدقهٔ واجبه راکه واجب

www.ahlehaq.org

از اصل باشد یا نه پس تخصیص حکم تملیک باحدهما دون الآخر بلا دلیل است و مخفی نیست که صدقهٔ دراهم جلد اضحیه در حکم صدقه جلد اضحیه هرگز نیست زیرا که جلد اضحیه مثل لحم اضحیه است انتفاع بنفسه ازان جائز است و دراهم جلدِ اضحیه غیر جائز الانتفاع درحق بائع است پس دراهم جلد اضحیه مثل دراهم لحم اضحیه است در وجوب تصدق بالتملیک ۔

وقال فی غنیة الناسك فی باب الهدایا: والهدایا یسقط وجوبها بالذبح فان کان مما یجوز له اکله لا یجب علیه التصدق بشئ حتی لو استهلکه بنفسه بعد الذبح بان اتلفه او ضیّعه او وهبه لغنی او نحو ذلك لا یضمن شیئا و ان کان مما لا یجوز له اکله یجب علیه التصدق بکله بالتملیك او الاباحة ولو بالتخلیة حتی لو استهلکه بنفسه بعد الذبح یضمن قیمته للفقراء ولو هلك او استهلکه غیره لا ضمان علیه فی النوعین لانه لا صنع له فیه ولو باع اللحم جاز بیعه فی النوعین (المراد بالجواز الصحة لا الحل کما صرح به بعد) الا انه فیما لا یجوز له اکله یتصدق بثمنه لانه ثمن مبیع واجب التصدق. کذا فی الجزار اجره منه فعلیه ان یتصدق بقیمته ای بقیمته ان کان اکثر و بالثمن ان کان اکثر علی ما فی البدائع ۔ و هذا یرجح قولهم والهدایا کالضحایا فان الاضحیة لا یجب التصدق بشی منها مع انه لو استهلکها بان باع لحمها او جلدها بمستهلك او بالدراهم او اعطی الجزار اجره منها او اتلفها او ضیعها یجب التصدق بالثمن فی صورة البیع و بالقیمة فی غیرها فکذا هٰذا۔

(ص ۱۹۲)

قلت و قد صرح بمعنی التصدق فی الاولیٰ فهو المراد به فی الثانیة ۔ لعدم القرینة علی الفرق .

وفیه ایضاً ولا یبیعه ای الجلد بالدراهم لینتفع به او ینفقها علی نفسه او عیاله فان باعه لذلك او باعه بما یستهلك تصدق بثمنه وصح بیعه مع الکراهة عند ابی حنیفة ومحمد وعن ابی یوسف باطل

www.ahlehaq.org

لانہ کالوقف وکذا لو عمل منہ جرابا وآجرہ لم یجز وعلیہ التصدق بالاجرۃ وله ان یبیعہ بالدراھم لیتصدق بھا الی ان قال فلو باعہ بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ (ص۱۹۳)

قلت فیہ دلالۃ علی ان تصدق ثمن الجلد لیس کالصدقۃ النافلۃ من غیرھم فثبت ان حکمہ حکم الصدقۃ الواجبۃ الا ان الزکوٰۃ والفطرۃ لایکفی فیھما الاباحۃ وتکفی فی غیرھما -

قال فی غنیۃ الناسک فی باب الھدایا ولو اطعم لغیر اصولہ و فروعہ من الاقارب جاز وان کان نفقتہ واجبۃ علیہ اذا لم یحبسھا من النفقۃ اذ لا فرق بین الزکوٰۃ وبین بقیۃ الھدایا بل بین کل صدقۃ واجبۃ کالفطر والنذور والکفارات فی المصارف واموال الصرف الا ان الزکوٰۃ لایجوز صرفھا الی الذمی بالاتفاق بخلاف غیرھا فانہ یجوز صرفھا الی الذمی عند ابی حنیفۃ ومحمد لکن المفتی بہ قول الثانی وھو انہ لایصح دفع الواجبات الیہ فی المختار والا ان الزکوٰۃ والفطرۃ یشترط فی صرفھما التملیک وفی ماسواھما یکفی الاباحۃ. ایضاً ملخصاً (ص۱۹۲)

قلتُ : وفی تکفین المیت وبناء المسجد لاتوجد الاباحۃ ایضاً فلا یجوز صرف ثمن جلد الاضحیۃ الیھما کما لا یجوز صرف الکفارات الیھا فافھم۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸، محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ھ

مکہ میں یوم النحر ہندوستان سے ایک دن پہلے ہوا تو ہندوستان میں بارہ تاریخ کی قربانیاں صحیح ہوئیں یا کہ نہیں ؟

السؤال : اس سال مکہ میں حج جمعرات کو ہوا ہے جس کے حساب سے یہ جمعہ کو دس ذی الحجہ واقع ہوتی ہے اور ہندوستان میں دس ذی الحجہ شنبہ کو ہوئی ہے اور مکہ کی خبر متواتر ذرائع سے ثابت ہو چکی ہے تو جن لوگوں نے ہندوستان کے حساب سے بارہ تاریخ تک یعنی دوشنبہ تک قربانیاں کی ہیں ان کی قربانیاں درست ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا -

www.ahlehaq.org

الجواب

قال فى الدر : كما لو شهدوا انه يوم العيد عند الامام فصلّوا ثم ضحوا ثم بان انه يوم عرفة اجزاهم الصلوٰة والتضحية لانه لايمكن التحرز عن مثل هٰذا الخطأ فيحكم بالجواز صيانة لجميع المسلمين زيلعى اه (ج ٥ - ص ٣١٢)

وفى ردالمختار : (ج ٢ - ص ١٥) تحت قول الدرالمختار لا لو شهدوا برؤية غيرهم (اى غيرالشاهدين عندالقاضى) لانه حكاية. نعم لو استفاض الخبر فى البلدة الأخرى لذمّهم على الصحيح من المذهب اه ما نقله قوله لانه حكاية فانهم لم يشهدوا بالرؤية ولاعلى شهادة غيرهم انما حكوا رؤية غيرهم كذا فى الفتح .

قلتُ وقضى لو شهدوا برؤية غيرهم وان قاضى تلك المصرامر الناس بصوم رمضان لانه حكاية بفعل القاضى أيضًا وليس بحجّة بخلاف قضائه الخ

وفيه قوله نعم الخ قلت : وجه الاستدراك ان هٰذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولاعلى شهادة لكن لما كانت بمنزله الخبرالمتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لاتخلوا عن حاكم شرعى عادة فلا بدّ ان يكون صومهم مبنيًا على حكم حاكمهم الشرعى فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهى اقوىٰ من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لاتفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا كانت على الحكم اوعلى شهادة غيرهم اه

وفيه ايضًا : واذا ثبت دخول رمضان ضمنًا وجب صومه كما سنذكره فيما لو تمّ عدد رمضان ولم يرهلال الفطر للعلة يحل الفطر وان ثبت رمضان بشهادة واحد لثبوت الفطر تبعًا وان كان لايثبت

www.ahlehaq.org

قصدًا الا بالعدد والعدالة اھ (ج ۲- ص ۱۵۰)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے۔

ع۱ اگر خبر مستفیض سے معلوم ہو جائے کہ مکہ میں حج ہندوستان کی نویں تاریخ سے ایک دن پہلے ہوا ہے اور خبر مستفیض ایام تشریق کے بعد پہنچی تو ہندوستان میں جن لوگوں نے یہاں کے حساب سے بارہ تاریخ تک قربانیاں کی ہیں ان کی قربانیاں درست ہوگئیں بحکم جزئیہ اولیٰ۔

ع۲ جب خبر مستفیض سے حج کا ہندوستان کی نویں ذی الحجہ سے ایک دن پہلے ہونا ثابت ہو جائے تو ہندوستان میں بھی تاریخ کو بدل دیا جاوے گا اور مکہ کے حساب سے تیس دن پورے ہو جانے کے بعد یکم محرم قرار دی جائے گی۔ گو یہاں انتیس تاریخ علت کی وجہ سے چاند نظر نہ آوے ملاحظہ ہو جزئیہ ثانیہ وثالثہ جس میں تصریح ہے کہ خبر مستفیض میں شہادت علی الحکم اور شہادت علی رؤیۃ اور شہادت علی الشہادۃ شرط نہیں

نیز یہ بھی تصریح ہے کہ ثبوتِ رمضان سے تبعًا ثبوتِ فطر بھی ہو جاتا ہے فکذا ھٰذا۔ فان بقی الشھور فی حکم الفطر والاضحی۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ہندوستان میں خبر مستفیض سے یکم رمضان کا مکہ مکرمہ میں ہندوستان سے ایک دن پہلے ہونا ثابت ہو جائے تو اگر وسطِ رمضان میں خبرِ مستفیض موصول ہو جائے تو رمضان کی تاریخ بدل دی جاوے گی۔ اور بعد میں ایک روزہ قضاء کرنا ہوگا۔ اور خبرِ مستفیض کے موافق تیس ۳۰ دن پورے کر کے فطر لازم ہوگا۔ اور بعد رمضان کے خبر موصول ہو تو صرف ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔ اور تاریخ شوال بھی بدل دی جاوے گی۔ ولا یأثمون بصومھم یوم الفطر علی ھٰذا الخبر۔ واللہ اعلم۔

لایقال یلزم منہ فی بعض الصور زیادۃ عدد الصوم علی ثلثین لانا نقول انھا زیادۃ فی الظاھر وفی الحقیقۃ صومھم الاوّل لم یکن لرمضان بل کان من شعبان و نظیرہ ما فی ردالمختار: لو صام رائی ھلال رمضان واکمل العدۃ لم یفطر الّا مع الامام لقولہ علیہ السّلام فطرکم یوم تفطرون رواہ الترمذی وغیرہ والناس لم یفطروا فی

www.ahlehaq.org

مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر بهذا (ج ٢ - ص ١٤٤)
فقد لزم هذا الرأى زيادة الصوم على ثلثين
قال الشامى : يفهم من كلامهم فى كتاب الحج ان اختلاف المطالع فيه معتبر فلا يلزمهم شئ لو ظهر انه اوى فى بلدة أخرى قبلهم بيوم وهل يقال كذلك فى حق الاضحية لغير الحجّاج لم أره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر فى الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية وهذا بخلاف الأضحية فالظاهر انه كاوقات الصلوٰة يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحية فى اليوم الثالث وان كان على رؤيا غيرهم وهو الرابع - والله اعلم (ص ١٠٤ ج ٢)

قلت ومقتضاه ان يعتبر اختلاف المطالع فى بقية الشهور غير رمضان كلها فان العلة اى تعلق الصوم والفطر منتفية فى بقية الشهور وعلى هذا فلا يثبت هلال المحرّم بالخبر المستفيض من مكة - والله اعلم.

قلت : ولكن ما فهمه العلامة من كتاب الحج غير ظاهر فان الذى ذكره هناك هو عدم قبول الشهادة لو شهدوا بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته للحرج الشديد والوقوف صحيح حتى فى حق الشهود أيضا ولو شهدوا بان الوقوف كان قبل وقته قبلت ان امكن التدارك والا لا اه وحاصله ما قاله الشيخ انه اذا لزم من الشهادة فساد عبادة وقعت لا تقبل وان لزم منها وجوب تدارك ما امكن تداركه قبلت فليس مبنى ما ذكروه فى الحج على اختلاف المطالع بل على الحرج كما صرحوا به -

قال الشيخ : وعلة عدم اعتبار اختلاف المطالع فى الصوم استلزامه الاحتياج الى الحساب وقول الموقتين وهو باطل لقوله عليه الصلاة والسلام نحن امّة امّية فهذه علّة مشتركة

www.ahlehaq.org

فی رمضان و بقیة الشهور . و اما ما ذکروه فی علة عدم اعتباره فی الصوم من تعلقه بمطلق الرؤیة فلا یصح لکون اطلاقها ممنوعا

واللہ أعلم

حرّرہ الاحقر طفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶ محرم الحرام سنہ ۳۴۶ھ

قربانی کی کھال ذبح کی اجرت میں دیدی تو اس کی واپسی ضروری ہے یا شرکاء کو اطلاع دینا کافی ہے کہ وہ اس قدر تصدق کریں

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے یہاں بعض گاؤں میں دستور ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے واسطے کسی ایک شخص کو مقرر کرتے ہیں اور وہی شخص سب جانوروں کو ذبح کرتا ہے اور جانوروں کی کھال دوسرے کے ہاتھ بیچ کر اس کی قیمت میں سے ہر ایک کے حساب سے ایک ایک روپیہ متعین کر کے ذبح کرنے والے کو دیتے . مثلاً پانچ روپیہ کے حساب سے کھال بیچی ، چار روپیہ فقیروں کو خیرات کرتے ہیں اور ایک روپیہ ذبح کرنے والے کو دیتے ہیں اور یہ ایک روپیہ خیرات میں شمار جانتے ہیں . مگر ذبح کرنے والا خود کسی سے یہ نہیں کہتا ہے کہ ہم کو جب کھال ایک روپیہ دوگے تو ذبح کروں گا ورنہ نہیں یہاں تک کہ کسی نے اتفاق سے کچھ نہ دیا تو اصرار بھی نہیں کرتے تو آیا اس صورت میں وہ روپیہ جو ذبح کرنے والے کو دیتے ہیں وہ خیرات میں شمار ہو جائے گا یا اجرت ہو جائے گی . اگر اجرت ہوگی تو آیا واپس لینا پڑے گی یا اجرت دینے والوں کو صرف اطلاع دینا کافی ہے کہ وہ اس اجرت کے بقدر تصدق کریں فقط بیّنوا توجروا .

عرض گذار :

فدوی عبد الوهاب ڈھاکوی عفی عنہ

الجواب

قال فی الدر المختار : فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلك او بدراهم تصدق به و مفاده صحة البیع مع الکراهة وهو قول ابی حنیفة و محمد بدائع ، لقیام الملك و القدرة علی التسلیم ، هدایه . و الکراهة

www.ahlehaq.org

للحديث الآتی ۱۲ شامی

قلت : وهوماذكره بعد من قوله عليه الصلوٰة والسلام من باع جلدا صحيته فلا اضحية له - هدايه. وعن الثانی باطل لانه كالوقف - مجتبی. (ج ٥ - ص ۳۲۱)

قلت ومفاد صحة البيع مع علة الكراهة التی ذكروها حل المشتری للمشتری وكذا حل الاجر للآجر لوجود اركان البيع باسرها مع شرائط الصحة ولا يجب عليه رده و انما الكراهة فی جانب البائع وهی كراهة الفعل تصرفه بالتمول فيما جعله قربة. و اما ما ذكره فی ردّ المحتار عن القهستانی عن الزاهدی فی باب الزكوٰة ولا يسترد منه لو ظهر انه عبد او حربی - وفی الهاشمی روايتان : ولا يسترد فی الولد والغنی - و هل يطيب له فيه خلاف واذا لم يطب له قيل يتصدق وقيل يرد على المعطی اه (ج ۲ - ص ۱۰۹)

فلا يفيد وجوب الرد على المشتری فيما نحن فيه لقوله لا يسترد من الولد والغنی والعبد والحربی و انما الخلاف فی الهاشمی فقط - وهذا يفيد اختصاص علة الاسترداد به فقط دون غيره نعم إقوله فی الولد والغنی هل يطيب له فيه خلاف الخ يوهم عدم الطيب فيما نحن فيه ولكن عدم الطيب فی الولد والغنی ليس بمتفق عليه ولم يذكروا ترجيح احد الطرفين على الآخر وايضاً فان الولد والغنی فی باب الزكوٰة يأخذان مالا يستحقانها والمشتری فی هذه الصورة التی نحن فيها يأخذ اللحم والجلد عوضاً عن ثمنه وكذا الاجير عوضا عن عمله فلا وجه فی ايجاب الرد او التصدق عليهما وانما يجب التصدق على صاحب الاضحية فقط على قدر ما بذل له فی الآجر كما صرّحوا بانه اذا باع اللحم او الجلد بدراهم تصدق بها ولم يقل احد بوجوب التصدق على المشتری وكذا الاجير.

واللہ اعلم

صورتِ مسئولہ میں جو روپیہ ہر حصہ ڈالے کی طرف سے ذابح کو دیا جاتا ہے

www.ahlehaq.org

وہ اجرت ہے خیرات نہیں ہے جو اس ذابح کے لئے تو قول طرفین پر جو مفتی بہ ہے حلال ہے البتہ قربانی کرنے والوں کے لئے یہ فعل مکروہ تھا کہ قربانی کی جلد کی قیمت سے اجرتِ ذابح ادا کی۔ ان کو لازم ہے کہ بقدر اس اجرت کے کسی فقیر پر تصدق کردیں۔ پس ذابح کو اس رقم کا ادا کرنا واجب نہیں جو اس نے ذبح کی اجرت میں لی ہے۔ البتہ گاؤں والوں کو اس مسئلہ میں مطلع کرنا ضروری ہے کہ ان کا اجرتِ ذابح کو صدقہ سمجھنا غلط ہے۔ اس لیے وہ بقدرِ اس اجرت کے دوبارہ تصدق کریں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۷ رصفر سنہ ۱۳۴۶ھ

اماطة الستور عن حکم إطارة الطیور
کیا شکار پر قبضۂ یدی ملک کے لئے کافی ہے یا نیتِ تملک بھی شرط ہے؟

السوال: صید پر قبضۂ یدی ملک کے لئے کافی ہے یا نیتِ تملک بھی شرط ہے؟

جواب

قال السرخسی رحمہ اللہ فی شرح السیر الکبیر: ان فی کل موضع یختص المصیب بالمصاب علی وجه لایشارکه فیه غیره فتلك الاصابة فی معنی الاصطیاد فکما ان الملك فی الصید یثبت بنفس الاصابة للواحد کان او للجماعة فکذلك الملك یثبت للسریة بمثل هٰذه الاصابة و فی موضع لایختص المصیب بالمصاب ولکن یشارکه فیه اصحابه فتلك الاصابة فی معنی اصابة الغنیمة ومجرّد الاخذ فی الغنیمة لایوجب الملك قبل القسمة فکذلك ما یکون معناه اھ (ج ۱ - ص ۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ صید میں اصابتِ ید تملک کے لئے کافی ہے کما یدل علیه قوله یثبت بنفس الاصابة۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۳ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ

www.ahlehaq.org

گائے کا عقیقہ جائز ہے یا نہیں

السوال : گائے کا عقیقہ جائز ہے یا نہیں لڑکے اور لڑکی کا فرق ہوگا یا نہیں ؟

جواب

گائے کا عقیقہ جائز ہے۔ گائے کے سات حصوں میں سے ایک حصہ بکری کے برابر ہے پس لڑکی کے واسطے ایک حصہ کافی ہے اور لڑکے کے لئے دو حصے دیئے جائیں فقط واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۷ رشعبان ۱۳۴۶ھ

کیا وقت اضحیہ گزر جانے کے بعد آئندہ سال قربانی کرنے سے سال گزشتہ کی قربانی ادا ہوگی ؟

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی قربانی میں خرابی آگئی تو اگلے سال میں قربانی میں وہ شخص پچھلے سال کی قربانی کا حصہ لے سکتا ہے ۔ تو اس کی قربانی واجب ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

جواب

بعد وقتِ اضحیہ گزر جانے کے تصدّق قیمت واجب ہوتا ہے ہر آئندہ سال قربانی میں حصہ لینے یا مستقل جانور کی قربانی کرنے سے گزشتہ سال کی قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ اس کی ادا کی صورت صرف تصدّق قیمتِ شاۃ ہے ۔

صرح بہ فی الدر وغیرہ۔ قال فی الدر : وان کان شریک الستۃ نصرانیًا اومرید اللحم لم یجز عن واحد منہم اھ

قال الشامی : قد علم ان الشرط قصد القربۃ من الکل وکل ما لو کان احدھم مرید اللاضحیۃ عن عامہ واصحابہ عن الماضی تجوز الاضحیۃ عنہ و نیۃ اصحابہ باطلۃ وصاروا متطوّعین وعلیہم التصدق بلحمہا وعلی الواحد ایضًا لان نصیبہ شائع کما فی الخانیۃ وظاہرہ

www.ahlehaq.org

عدم جواز الاکل منہا۔ (ج ۵ - ص ۳۱۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔
وفیہ تصریح بان نیۃ الاُضحیۃ عن العام الماضی لیس بقربۃ۔

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۸ رشوال ۱۳۴۶ھ

کیا حرم میں اضحیہ کا بھی اور عبادتوں کی طرح ثواب مضاعف ہے ؟

السؤال : لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح حرم میں اور عبادات کا ثواب مضاعف ہے اسی طرح اضحیہ کا بھی۔ حالانکہ ان کے اس کلیے سے زکوٰۃ ہی مستثنیٰ ہے جس کا منتقل کرنا مکروہ ہے اور پھر قربانی بھی اراقۂ دم کے بعد انفاقِ مال ہی ہے اس لئے یہ بھی زکوٰۃ کے مشابہ ہے اور بقاعدۂ زکوٰۃ اس کا منتقل کرنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ نیز منیٰ میں سوائے اراقۂ دم کے انفاقِ مالی کا حصول عادۃً ناممکن ہے اس لئے اس میں بلا ضرورت اضاعتِ مال و اتلافِ حق مساکین بھی ہے اور بظاہر غیر محتاج کے لئے قربانیٔ منیٰ یا قربانیٔ حرم کی کوئی فضیلت کی روایت نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ خود یہاں موجود ہوتے ہیں اور قربانی نیابۃً یا وکالۃً وہاں کراتے ہیں یا میت کی طرف سے کرتے ہیں۔

الجواب

قال الشامی : فی بحث مضاعفۃ الصلوٰۃ بمکۃ ثم ذکر ان للعلماء خلافًا فی ھٰذا الفضل ھل یعم الفرض والنفل او یختص بالفرض وھو مقتضی مشھور مذھبنا ای المالکیۃ ومذھب الحنفیۃ۔ والتعمیم مذھب الشافعیۃ وجاءت احادیث تدل علی ان تفضیل ثواب الصوم وغیرہ من القربات بمکۃ الا انہا لیست فی الثبوت کاحادیث الصلوٰۃ فیہا اھ

وذکر البیری فی شرح الاشباہ فی احکام المسجد ان المشہور عند اصحابنا ان التضعیف یعمّ جمیع مکۃ بل جمیع حرم مکۃ الذی یحرم صیدہ کما صحّحہ النووی اھ (ج ۱- ص ۳۰۵)

www.ahlehaq.org

قلت ومدار التصحیح فیہ علی النقل فالظاہر ان الآثار قد صحت فی کون المراد بہ حرم مکۃ کلہ واما کراھۃ النقل فمرتفعۃ بما قالہ فقہاءنا کما فی الدر و کرہ نقلھا ای الزکوٰۃ (وفی حکمھا القربات المالیۃ کلھا) الا الی قرابۃ اواحوج اواصلح اواورع اوانفع للمسلمین اومن دار الحرب الی دار الاسلام او الی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزھّاد اوکانت معجلۃ قبل تمام الحول فلایکرہ خلاصہ اھ

قال الشامی: لان الفقراء المسلمین الذین فی دار الاسلام افضل من فقراء دار الحرب - بحر. قلت ینبغی استثناء اساری المسلمین اذا کان فی دفعھا اعانۃ علی فک رقابھم من الاسر - تامّل اھ (ج ۲- ص ۱۱)

پس قربانی کا منتقل کرنا جائز ہے - اس لئے کہ وہ دار الاسلام ہے، دوسرے اس لئے کہ ان صور جزئیہ میں نقل کی اجازت کا مدار زیادتِ ثواب ہی پر ہے اور مکہ میں تضاعفِ ثواب ظاہر ہے اس لئے نقل الی مکہ مکروہ نہیں - واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون - سفر ۱۳۴۶ھ

قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں

السوال: معروض جناب مستطاب یہ ہے - بہشتی زیور تیسرا حصہ ص۴۵ میں جناب نے تحریر فرمایا:

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے اور یا بیچ کر اس کی قیمت خیرات کردے، وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے الخ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی کی کھال بیچنا بلا کراہت جائز ہے مگر اس کی قیمت کا تصرف اپنے لئے جائز نہیں جس نے قربانی کیا - خیرات کرنا چاہیئے وبس.

نور الاسلام نامی ایک کتاب ہے اس میں ذیل کی عبارت کو اس کے مصنف نے درج کرکے ایک فتویٰ شائع کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اس کی قربانی نہ ہوئی -

www.ahlehaq.org

قوله ويتصدق بجلدها او يعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او يبدله بما ينتفع به باقيًا كما مرّ لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم فان بيع اللحم او جلده به اى بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة - وعن الثانى باطل لانه كالوقف مجتبىٰ - ولا يعطى اجر الجزار منها لانه كبيع واستفيد من قوله عليه الصلوٰة والسلام من باع جلد اضحيته فلا اضحية له (هدايه) وفى جامع الرموز ايضًا انه قول الطرفين واما على قول ابى يوسف فالبيع باطل لانه كالوقف .

ملاذ من دى زمن یہ مسئلہ لیکر یہاں جھگڑا ہے حضور سے فیصلہ مطلوب ہے، والسلام

خاکسار سمت اللہ

ساکن اتن کیری ڈاکخانہ کاپریور ضلع سلہٹ

الجواب

قال فى غنية الناسك فى باب الهدايا وله ان يبيعه بالدراهم ليتصدق بها والصحيح ان اللحم بمنزلة الجلد حتى جاز بيعه بما ينتفع بعينه لا بما يستهلك ولو باعه بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق اهـ

وفيه ايضًا قبله باسطر : ولا يشترى به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه نحو اللحم والطعام ولا يبيعه بالدراهم لينتفع بها او ينفقها على نفسه او عياله فان باعه بالدراهم لذلك او باعه بما يستهلك تصدّق بثمنه وصحّ بيعه مع الكراهة عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله وعن ابى يوسف باطل اهـ

(ص ١٩٣)

اس عبارت میں تصریح ہے کہ جلد اضحیہ ولحم اضحیہ کی بیع مکروہ یا باطل ہے جبکہ اس کی قیمت سے خود انتفاع کا قصد ہو اور اگر بیع سے تصدقِ قیمت کا قصد ہو تو مکروہ نہیں پس جو عبارت مشتہر مذکور نے شائع کی ہے وہ مجمل ہے اس سے احتجاج درست نہیں . واللہ اعلم .

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

٢٩ ذی الحجہ ١٣٤٦ھ

www.ahlehaq.org

حکم ذبیحۂ اہل کتاب | السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگریز کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ وہ نصاریٰ ہیں اور نصرانی کتابی ہے اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرام ہے کیونکہ اگرچہ نصرانی ہیں لیکن از حدِ کفر زیادہ تجاوز کناں ہیں ۔ جناب والا کیا فرماتے ہیں

احقر فدوی عبدالقادر، جماعت اول مدرسہ اسلامیہ
نواکھالی ڈاکخانہ سونا پور ۲۰ رمحرم سنہ ۱۳۴۷ھ

الجواب

انگریز آجکل اکثر دہریہ ہیں اس لئے ہر انگریز کا ذبیحہ حلال نہیں ہے بلکہ جس کا معتقدِ انجیل ومعتقد عیسیٰ علیہ السلام ومعتقدِ آخرت ہونا ثابت ہو جائے اور یہ کہ وہ مذہب کو محض سیاستہً نہیں مانتا بلکہ مذہب کو ذریعۂ نجاتِ آخرت سمجھتا ہے اس کا ذبیحہ حلال ہے اور ایسے انگریز بہت کم ہیں ۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۸ رمحرم سنہ ۱۳۴۷ھ

خنثیٰ جانور کی قربانی جائز نہیں ہے | السؤال : خنثیٰ کی قربانی جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ اگر مذکر یا مؤنث کی علامت غالب ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں ۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

بندہ سید عبدالرحیم غفرلہٗ

الجواب

زید کا قول صحیح ہے کہ خنثیٰ کی قربانی جائز نہیں ہے ۔ ولا بالخنثیٰ لان لحمہا لا تنضج شرح وہبانیۃ .

قال الشامی : و بھذا التعلیل اندفع ما اوردہ ابن وہبان من انہا لا تخلو إمّا ان تکون ذکرًا او انثیٰ وعلی کل تجوز اھ (ج ۵ ۔ ص ۳۱۷)

اور اگر علامتِ ذکر یا انثیٰ غالب ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ خنثیٰ نہیں

www.ahlehaq.org

ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

ثمن جلدِ اضحیہ کا بعینہٖ تصدّق واجب ہے یا دوسری رقم بھی اس کے بدلہ میں دی جاسکتی ہے

السؤال : اگر کوئی شخص چرم جانور قربانی یا چرم جانور عقیقہ کو بارادۂ تصدّق بیع کردے اور ثمن کو اپنے پاس رکھے کہ کسی موقع پر تصدق کردوں گا پھر اس کو موقعۂ تصدّق دستیاب ہوگیا لیکن اس وقت ثمن بعینہ اس کے پاس موجود نہیں بلکہ مکان پر ہے جو بوجہ سفر ہونے کے بعید ہے تو کیا یہ شخص بجائے اس ثمن کے دوسری رقم کو تصدق کرسکتا ہے یا بعینہ اسی ثمن کا تصدق واجب ہے کہ بدون اس کے بَری عن وجوب التصدق نہ ہوگا۔

السّائل :

الحاج نظام الدین کانپوری

الجواب

قال فی غنیۃ الناسك فی بیع لحوم الھدایا وجلودھا مانصّہ: ولو باع اللحم جاز بیعہ لأن ملکہ قائمٌ الا انہ فیما لا یجوز اکلہ یتصدّق بثمنہ لانہ ثمن بیع واجب التصدق کذا فی الفتح عن البدائع وان کان مما یجوز لہ الاکل منہ فان باع شیئا او أعطی الجزّار اجرہ منہ فعلیہ ان یتصدّق بقیمتہ اھ ای بقیمتہ ان کان اکثر وبالثمن ان کان اکثر علی ما فی البدائع اھ (ص ۱۹۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تصدق ثمن اس صورت میں واجب ہے جبکہ بیع جائز الاکل نہ ہو اور جائز الاکل میں تصدقِ قیمت واجب ہے نہ تصدقِ ثمن۔ پس یہ واجب فی الذمہ ہوا واجب فی العین نہ ہوا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بجائے ثمن کے دوسری رقم کو تصدق کرسکتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ثمن اگر قیمت سے کم ہو تو قیمت کا ملہ تصدق کی جائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

www.ahlehaq.org

کسرِ عظام در عقیقہ اور دایہ کو ران دینے کا حکم

السؤال : بہشتی زیور میں عقیقہ کے باب میں جو نیچے حاشیہ ہے اس میں لکھا ہے کہ ہڈیاں اگر نہ توڑی جائیں تو بہتر ہے اور پھر کچھ تقسیم سری پائے اور اوجھڑی کا ذکر ہے۔ یہ حاشیہ اس وقت پہلے بہشتی زیور میں موجود نہیں تھا۔ جبکہ میں نے اس کے مسائل کی تخریج کی تھی، اس لئے اس کا ماخذ مجھے نہیں ملتا۔ شامی میں اس کی افضلیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ توڑنے نہ توڑنے کو برابر لکھا ہے۔ اور تقسیمِ اعضاء یا عقیقہ کا بھی وہاں کچھ ذکر نہیں ہے براہ کرم اس کے حوالہ سے مطلع فرماویں۔

الجواب

یہ حاشیہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے، غالباً احمد حسن سنبھلی کا ہے اور اس میں جن امور کا ذکر ہے اُن کو علامہ شامی نے تنقیح فتاوٰی حامدیہ میں ذکر کیا ہے۔ صرف اس جزو کا حوالہ نہیں ملا کہ سری حجّام (بال مونڈنے والے) کو دلوائیں اھ

ونصه وحكمها كاحكام الاضحية الا انه يسنّ طبخها و يحلو تفاؤلاً بحلاوة اخلاق المولود وحمل لحمها مطبوخًا للفقراء ولا بأس بندبهم اليها وتعطى القابلة رجلها لامره عليه الصلوٰة والسلام فاطمة رضى الله عنها باعطائها اياها واليمنى اولى ولا يكسر عظمها وان كسر لا يكره اھ

وفيه ايضًا قبله والمستحب ان يفصل لحمها ولا يكسر عظمها تفاؤلاً بسلامة اعضاء الولد ويأكل ويطعم ويتصدق ويعطى القابلة فخذها ويطبخ جميعها ثم يتصدق بها اھ ملخصًا ص ۲۱۲ وص ۲۱۳ ج ۲

واعطاء الرجل القابلة ذكره الحافظ فى التلخيص الكبير فقال وروى الحاكم من حديث على قال امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فقال زِنى شعر الحسين وتصدقى بوزنه فضة واعطى القابلة رجل العقيقة - رواه حفص بن غياث عن جعفر بن محمد عن ابيه مرسلاً اھ (ج ۲ - ص ۳۸۸)

واحاديث الحاكم صحاح الا ما تعقب منها وهذا لم يتعقبه الحافظ بشئ فليعلم واما ترك كسر العظام واعطاء الجزار من العقيقة شيئا فقد ينفيه

www.ahlehaq.org

کلام ابن رشد وھذا نصّہ وحکم العقیقۃ حکم الضحایا لانہ نسک فلا یباع جلدھا ولا لحمھا (روی ان بیع فیتصدق بثمنہ) ولا یعطی الجزار علی جزارتہ بشئ من لحمھا ویتقی فیھا من العیوب ما یتقی فی الضحایا ویوکل منھا ویتصدق وتکسر عظامھا ولا یمس الصبی بشئ من دمھا لان ترک کسر عظامھا وان یلطخ الصبی بشئ من دمھا من افعال الجاھلیۃ اھ من المقدمات المطبوعۃ مع المدونۃ لمالک (ج ۲ ص ۱۹) واللہ تعالیٰ اعلم

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

اگر چودہ آدمی دو گایوں میں بلا تعیین کے شریک ہوں تو ان کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔

السؤال : اگر چودہ آدمی دو گایوں میں شریک ہو کر قربانی کریں کہ ہر ایک کا حصہ کسی خاص گائے میں متعین نہ کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ گائے سات شخصوں کی ہے اور دوسری گائے دوسرے سات شخصوں کی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں گائیں مشترک طور پر چودہ شخصوں کی طرف سے ہیں تو اس طرح قربانی درست ہوگی یا نہیں۔ امر حضرۃ الشیخ دام مجدہ وعلاہ بتحقیقہ۔

الجواب

یہ صورت قیاساً تو جائز نہیں ہے۔ ہاں استحساناً جائز ہے۔ ولو اشترک سبعۃ فی سبع شیاہٍ لا یجزیھم قیاسًا لان کل شاۃ بینھم علی سبعۃ اسھم وفی الاستحسان یجزیھم وکذا اثنان فی شاتین اھ (ج ۵ - ص ۳۰۸) واللہ تعالیٰ اعلم

حرّرہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۵ر ذی الحجۃ سنہ ۱۳۴۷ھ

قربانی ترک ہونے کی صورت میں بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے یا گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت دینا؟

السؤال : مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعتِ مقدسہ کا جو حکم ہو اس کو تحریر فرمایا جاوے۔ کہ ایک شخص صاحبِ نصاب ہے اور ایک سال میں اس سے کسی وجہ سے قربانی ترک ہوگئی تو اس صورت میں اس کو بکری کی قیمت خیرات کرنی چاہیئے یا

www.ahlehaq.org

گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت خیرات کرے۔ السائل :
سید احمد خان

الجواب

متوسط درجہ کی بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے۔ گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں۔

قال فی الدر : و تصدق بقیمتها غنی شراها اولا لتعلقها بذمته شراها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها اھ

قال الشامی : فبیّن ان المراد (بقیمتها) اذ الم یشترها قیمة شاة تجزئ فی الاضحیة کما فی الخلاصة وغیرها۔

وقال القهستانی : او قیمة شاة وسط۔ کما فی الزاهدی و النظم وغیرهما اھ

(ج ۵ - ص ۳۱٤)

قلت وقیود الفقه احترازیة فالتقیید بقیمة الشاة یقید بعدم اجزاء قیمة سبع البقرة۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸، ذی الحجة سنہ ۱۳٤۷ھ

ذبح فوق العقدہ میں موضع ذبح کے چار چیزوں میں سے تین کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ حرام

السؤال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

ع۱ زید نے چند گائے ذبح کیں جن میں سے بعض گایوں کو حلق کے اوپر جبڑوں کے نیچے سے بسبب نادانستگی ذبح کیا اور ان ذبیحوں کا نرخرہ نہیں کٹا۔ اس موقع پر ایک اہل علم نے آکر معائنہ کیا اور کہا کہ ذبیحہ حرام ہے بلکہ اس کا استعمال مثلِ خنزیر کے ہے۔ باوجود اس کے بعض لوگوں نے اس کا ذبیحہ کھایا اور بعض نے کفار کے حوالہ کر دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ ذبیحہ مذکورہ حلال ہے یا نہیں قربانی ادا ہوگی یا نہیں ؟

ع۲ کتبِ فقہ کی اکثر عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اکثر رگوں کا کٹ

www.ahlehaq.org

جانا کفایت کرتا ہے اور مؤطا امام محمد اردو کے مضمون سے بھی یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں۔

ع۳ اگر مذکورہ بالا ذبیحہ حلال ہے تو اسے حرام قرار دینے والے اہل علم پر کوئی الزام تو نہیں۔

ع۴ اگر مذکورہ بالا ذبیحہ حرام ہے تو ذبح کرنے والے پر کیا الزام عائد ہوگا۔ اس کو کیا کرنا چاہئے۔

المستفتی

حاجی احمد داد بھائی۔ سواتی بازار

الجواب

موضع ذبح چار چیزیں ہیں: حلقوم[1]، مری[2]، ودجین[3]۔ پس اگر ذبح فوق العقدہ میں سے ان چار میں سے تین کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ حرام۔ (شامی ج ۵ ص ۲۸۷)

ع۲ ہاں صحیح ہے۔ پس چار میں سے تین قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے

ع۳ ان پر کوئی الزام نہیں کیونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

ع۴ ذبح کرنے والے پر الزام اس وقت ہے جبکہ بلا اذنِ مالک کے ذبح کیا ہو۔ اور اگر اذن سے ذبح کیا ہے تو ذابح پر ضمان نہیں۔ ہاں اس کو اس بات کا گناہ ہے کہ جس کام کو وہ جانتا نہ تھا اس پر پیش قدمی کیوں کی۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگر تین رگوں سے کم کٹی ہوں تو یہ لوگ جن کی قربانی تھی ہر ایک شخص ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کر دے اور اگر تین رگیں کٹ گئی تھیں تو ذبیحہ حلال ہے اور قربانی درست ہے۔

واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ

غیر مسلم کی بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور کو اگر مسلمان ذبح کر دے تو وہ حلال ہے یا نہیں؟

السؤال: ایک غیر مسلم نے ہرن کو بندوق کی گولی سے شکار کیا۔ ہرن گولی کھا کر جاں بلب ہوا یعنی بقدر رمق باقی رہا بعدہ ایک مسلم نے بالتسمیہ ذبح کیا تو

www.ahlehaq.org

وہ ہرن حلال ہے یا حرام ۔

الجواب

بندوق کے شکار میں بندوق چلانے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے ۔ بلکہ مسلمان یا اہل کتاب کا ذبح شرط ہے ۔ پس صورتِ مسئولہ میں جب مسلمان نے اس کو ذبح کیا تو حلال ہے کیونکہ بندوق کا شکار بدون ذبح حلال نہیں ہوتا اور تیر اندازی میں مسلم یا کتابی کی شرط اس بناء پر ہے کہ خود تیر کا لگ جانا ہی قائم مقام ذبح کے ہے۔

قال قاضیخان : لایحل صید البندوقة وما اشبه ذلك وان جرح لانه لایخرق الا أن یکون بشئ من ذلك قد حدده وطوله کاسهم وامکن ان یرمی به الخ شامی ج ۵ ۔ ص ۴۶۷

و فی الشامی بعد بیان شرائط حل الصید من کون الصائد اهلاً للذکوٰة وغیره ومجموع هٰذه الشروط لما یحل اکله ولم یدرکه حیاً اه ص ۴۵۷

الجواب صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنه
۲۷ ر جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ

کتبه الاحقر عبد الکریم عفی عنه
از خانقاه امدادیه تھانه بھون

بدون اذن واطلاع کے شوہر نے بیوی کی طرف سے قربانی کی تو بیوی اور سب شرکاء کی قربانی ہوگی یا نہیں

السؤال : احقر نے امسال عید الضحیٰ میں قربانی میں شرکت کی اور تین حصہ ایک گائے میں لئے اور باقی اور لوگوں نے لیے ۔ احقر پر تو قربانی واجب نہ تھی میری شادی حال ہی میں ہوئی اور بیوی اکثر آئی اور اپنے میکہ میں گئی ۔ چنانچہ عید الضحیٰ میں وہ اپنے مکان یعنی میکہ ہی میں تھی ۔ احقر نے اپنے خسر کو ایک ماہ قبل اطلاع دی تھی کہ میری بیوی کی طرف سے آپ قربانی کر دیں کیونکہ اُسی پر واجب ہے ۔ اگر وہاں آئے گی تو آپ ہی کو قربانی کرنی ہوگی مگر کسی وجہ سے انہیں یہ خط ملا نہیں ۔ اب جبکہ قربانی کا وقت آیا تو احقر نے بدوں اطلاع بیوی خود اس کی طرف سے بھی ایک حصہ لیکر کر دیا اور ایک اپنے والد مرحوم و مغفور کی طرف سے کر دیا ۔ اب حال ہی میں دعواتِ عبدیت حصہ ششم کو پڑھ رہا تھا تو اس کے ص۱۶ مسئلہ ۲ میں لکھا ہوا تھا دیکھا کہ اکثر لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے

www.ahlehaq.org

عزیز کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اور اس کو اطلاع نہیں ہوتی اس صورت میں قربانی ادا نہیں ہوتی اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسی صورت پیش آجائے گی کہ جس سے ایک قربانی صحیح نہ ہو تو باقی کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔

۱ کیا احقر کی قربانی، صورتِ مذکورہ میں ادا ہوتی ہے یا نہ

۲ اگر ادا نہیں ہوئی تو پھر زندوں کی طرف سے اب بھی واجب رہی یا مُردوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔ اور اسی طرح میرے اوپر بھی واجب رہی یا نہیں۔ کیونکہ پہلے مجھ پر واجب نہ تھی بلکہ مستحب تھی۔ مگر نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح بیوی پر بھی واجب تھی۔ کیونکہ وہ میکہ میں تھی اس لئے مجھ پر ان کی طرف سے واجب نہ تھی مگر میں نے اُن کا حصہ بھی لے لیا اور انہیں اطلاع نہیں کی جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔

۳ اگر سب پر واجب ہے تو کُل یعنی چار اور حصہ داروں کو تاوان احقر پر ہی ہے یا ان لوگوں پر واجب رہی کیونکہ قربانی میں جو فساد لازم آیا ہے وہ صرف میری ہی وجہ سے ہے۔

۴ : اس کے ادا کی صرف یہی صورت ہے کہ قیمت کل کی کل جتنی کی وہ گائے ہے احقر صدقہ کر دے یا اور کوئی صورت بھی ہے۔

۵ : بیوی کی طرف سے میکہ میں جیسا کہ میں نے ہدایت کی تھی بوجہ خط نہ ملنے کے قربانی نہیں کی گئی تو کیا حکم ہے۔ المستفتی

محمد احمد کتب خانہ احیاء الدین
محلہ شاہ گنج الہ آباد

الجواب

قال فی الخانیۃ: ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولادہ الکبار وامرأتہ إلا باذنھم وعن ابی یوسف انہ یجوز بغیر امرھم استحسانًا اھ (ج ۴، ص ۳۲۹)

وفی العالمگیریۃ: ولو ضحی بدنۃ عن نفسہ وعرسہ وأولادہ لیس ھذا فی ظاھر الروایۃ۔ وقال الحسن بن زیاد فی قول أبی حنیفۃ وأبی

www.ahlehaq.org

یوسف وان فعل بغیر امرهم او بغیر امر بعضهم لا تجوز عنه ولا عنهم فی قولهم جمیعا الا ان نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحماً الی ان قال: بعد ذکر صورة مثله قال ابو القاسم تجوز عن نفسه کذا فی قاضیخان (ج ۶، ص ۲۰۲)

صورت مسئولہ میں قیاس کا مقتضاء تو وہی ہے جو دعواتِ عبدیت میں مذکور ہے کہ سب شرکاء کی قربانی باطل ہو جاوے اور اس صورت میں ہر شخص کے ذمہ بشرطیکہ غنی ہو ایک متوسط بکری کی قیمت خیرات کرنا واجب ہے اور جو غنی نہ ہو اس کے ذمہ تصدق واجب نہیں نہ اپنے حصے کا اور نہ میت کے حصے کا۔ لکون الاضحیة متعینة فی المذبوحة فاذا ضلت او بطلت فلا ضمان علیه لعدم الوجوب فی ذمته۔

اور جس شخص کی غلطی سے یہ فساد لازم آیا ہے اس کے ذمہ دوسرے شرکاء کے حصہ کا ضمان و تاوان بھی واجب نہیں (لعدم ضمانها علی المتسبب الا فی مسائل ولیس ذلك منها ۱۲) مگر استحسان یہ ہے کہ اولاد اور بیوی کی طرف سے بدون اجازت و اطلاع کے بھی قربانی درست ہے (ولعل وجه الاستحسان ثبوت الاذن دلالة فی مثل ذلك) اس روایت کے موافق یہ قربانی سب کی طرف سے صحیح ہوگی (وقد ذکروا فی رسم المفتی اذا کان فی المسئلة قیاس واستحسان یرجح الاستحسان ویوخذ به) پس صورتِ مسئولہ میں سائل کی اور اس کی بیوی کی اور سب شرکاء کی قربانی درست ہوگی۔ کسی کے ذمہ اس کی قضاء واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۹ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ

کیا گابھن گائے وغیرہ کی قربانی جائز ہے

السوال: - ازروئے مہربانی جواب مسائل عنایت فرمائیں۔ یہ کہ ایک گائے مادہ دو روز یا ایک روز کی حمل ہوتی ہے اسے جان بوجھکر قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

گابھن گائے وغیرہ کی قربانی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ جو گابھن نہ ہو اس کی قربانی کی جائے یعنی جبکہ گابھن ہونا ظاہر ہو جائے۔ ایک دو روز کا کوئی اعتبار نہیں۔

www.ahlehaq.org

اور اگر ایسی گابھن ہو کہ جس کے بچہ پیدا ہونے کا وقت قریب آگیا ہو تو اس کی قربانی کرنا مکروہ ہے۔

کما فی غنیة الناسك: ویجوز فیها الجماء الی ان قال والحامل مع الکراهة اذا کان مشرفة علی الولادة الخ ص۲۰۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

الجواب صحیح
ظفر احمد عفا اللہ عنہ

کیا پورے دنوں کی گابھن گائے وغیرہ کی قربانی جائز ہے

السوال: ایک گائے چند اشخاص نے قربانی کے واسطے خریدی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ گابھن تقریباً پورے دنوں کی ہے۔ اب اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور اگر اس کو بیچ کر دوسری خرید لیں تو کیا حکم ہے۔ نیز اگر اس کا بیچنا جائز ہے تو حصہ داروں میں سے کوئی شخص بقیہ حصہ داروں سے اُسے خرید لے تو کیا حکم ہے۔ فقط۔

الجواب

فی العالمگیریة: رجل اشتری شاة للاضحیة واوجبها بلسانه ثم اشتری اخری جاز له بیع الاولی فی قول ابی حنیفة ومحمد وان کانت الثانیة شریٰ من الاولی وذبح الثانیة فانه یتصدق بفضل ما بین القیمتین۔ (ج ۶، ص ۱۹۵)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اُسی گائے کو بیچ کر دوسری گائے خریدنا جائز ہے لیکن دوسری گائے اس کی قیمت سے کم میں آئے تو باقی دام مساکین کو دینا لازم ہے۔ اور گابھن کی بھی قربانی کر دی جائے تو قربانی درست ہو جاوے گی۔ مگر گابھن کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ قربانی میں بھی اور ویسے بھی۔

کما فی العالمگیریة ایضاً: شاة او بقرة اشرفت علی الولادة قالوا یکره ذبحها الخ (ج ۶، ص ۱۹۲)

اور جب فروخت کرنا جائز ہے تو حصہ داروں میں سے کوئی شخص بھی لے سکتا ہے۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ: ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

www.ahlehaq.org

چرم قربانی اور گوشت اجرت میں دینا | **السوال**:- چہ میفرمایند علمبرداران شریعت بیضائے مصطفوی ونکتہ دانان اندریں مسئلہ کہ خورانیدنِ گوشتِ قربانی ولحوم اضاحی مر مزدوران ونوکران را شرعاً چہ حکم دارد جائز یا ناجائز وبر تقدیر ثانی اگر خورانند چہ کنند دریں دیار خورانیدن گوشت قربانی مر مزدوران را بلا نکیر میان خواص وعوام جاری است با آنکہ طعام وآنقدر نان خورش کہ بداں طعام خوردہ شود در اجرت مزدوران داخل است کہ اگر طعام خورانند اجرت کم دہند واگر نہ خورانند بیشتر دہند بینوا توجروا

الجواب

باید دانست کہ چیزے از جانور قربانی گوشت باشد یا جلد کسے را بطور اجرت ہیچ عمل دادن شرعاً جائز نیست۔

فی الدر المختار: ولا یعطی اجر الجزار لانہ کبیع۔ وفی الھدایۃ: ولا یعطی اجر الجزار من الاضحیۃ لقولہ علیہ السلام لعلیؓ رضی اللہ عنہ تصدق بجلالھا وخطامھا ولا تعط الجزار منھا شیئا۔ والنھی عنہ نھی عن البیع أیضاً لانہ فی معنی البیع فی الحاشیۃ: قولہ لانہ فی معنی البیع لان کل واحد منھما معاوضۃ لانہ انما یعطی الجزار بمقابلۃ جزارہ والبیع مکروہ فکذا ما ھو بمعناہ۔ اھ

ازیں عبارت بخوبی روشن گردید کہ گوشت اضحیۃ را باجرت ہیچ عمل دادن جائز نیست ہمچون فروختنِ آن۔ وچوں طعام مزدوران وقدر کافی از نان خورش باجرت اوشان محسوب است کما مر فی السوال پس اگر گوشت قربانی مزدوران را بخوراند لامحالہ قدر کافی از نانخورش کہ باجرت داخل ومحسوب بود بگوشت قربانی ادا کردہ شد پس آن قدر گوشت کہ بمقابلہ قدر کافی نانخورش افتاد صریح باجرت مزدور دادن شد کہ منھی عنہ است پس ناجائز باشد ومن ادعی الجواز فعلیہ البیان بالبرھان واگر مزدور را لحم اضحیہ بخوراند قیمتِ آن مقدار گوشت کہ مقابلہ قدر کافی نانخورش افتاد تصدق کند۔

فی الھدایۃ: ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم او بما لا ینتفع بہ

www.ahlehaq.org

الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی بدله انتهی۔

یا این چنین کند کہ بقدرِ قیمت آن قدر گوشت فلوس در اجرتِ مزدور زیادہ دھد تا این فلوس باجرت محسوب شود و آن گوشت از اجرت خارج گشتہ در حق او محض ہدیہ ماند فقط۔ واللہ اعلم۔

المجیب

احقر الوریٰ بندہ فیض اللہ عفی عنہ

مدرس مدرسہ معین الاسلام چاٹگام

جواب از خانقاہ

بے شک اگر کھانا اجرت میں مشروط ہے تو گوشت قربانی اُن مزدوروں کو اجرت میں محسوب کرکے دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کھانے میں اور کوئی سالن بھی دیدیں اور تبرعاً دیگر مسلمانوں کی طرح یہ گوشت بھی ان کو دیدیں تو مضائقہ نہیں۔ وھذا کلہ مقتضی القواعد ولم نرہ صریحًا واللہ اعلم بالصواب۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ

از تھانہ بھون۔ مورخہ ۲ر محرم ۱۳۵۲ھ

اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے دانت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں۔

السوال:۔ جس گائے کے دانت بالکل نہ ہوں کہ خلقۃً پیدا ہی نہیں ہوئے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ از سائل

حکیم عبد الرحمٰن کاندھلوی از شاملی

الجواب

جائز نہیں۔ قال فی الدر المختار: ولا بالهتماء التی لا أسنان لها ویکفی بقاء الاکثر وقیل قدر ما یعتلف به اھ (ج ۵ عہ) واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ

عہ ص ۳۲۴ ج ۶/ ایچ ایم سعید کمپنی

www.ahlehaq.org

اختلاف جہات در اضحیہ وعقیقہ

السوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے بتاکید بیان کیا ہے کہ عقیقہ میں شتر وگائے کامل شرط ہے۔ اور امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ مثل قربانی کے سات شخص کی شرکت عقیقہ میں بھی جائز ہے۔ اور فتح الباری میں ہے: ونص احمد علی اشتراط کاملة وذکر الرافعی بحثا انها تتادی بالسبع کما فی الاضحیة اور نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ۔ ونص احمد علی انها تشترط بدنة أو بقرة کاملة وذکر الرافعی انه یجوز اشتراك سبعة کما فی الاضحیة اھ۔

ان عبارتوں میں فیصلہ اور محاکمہ فرمائیے اور کتب معتبرہ سے مع ادلہ و براھین۔ نیز حضرت مولانا تھانوی صاحب کے دستخط سے مزین فرماکر مطمئن کیجئے۔ ایک گائے یا اونٹ میں کچھ آدمی بنیت قربانی اور کچھ بنیت عقیقہ شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہوسکتے ہیں تو فقہ میں کون سی صورت ہے کہ جس میں تعدد نیت سے قربانی جائز نہیں۔

المستفتی : معین الدین چاٹگامی

الجواب

امام احمدؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر قربانی میں اونٹ یا گائے ذبح کی جائے تو اس کا حصہ کافی نہیں۔ بلکہ کامل جانور عقیقہ ہی کی طرف سے ہو کیونکہ اختلاف جہات جب مانع اضحیہ ہے اسی طرح مانع عقیقہ ہے اور بکرا بکری کردیا جائے تو چونکہ وہ ایک حصہ سے زیادہ کا متحمل نہیں اس سے عقیقہ بلاتردد درست ہے اور اس بات میں حنفیہ کی دو روایتیں ہیں۔

ایک یہ کہ صحت اضحیہ کیلئے شرط یہ ہے کہ سب شرکاء نے قربت کا قصد کیا ہو۔ کسی نے محض گوشت کھانے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ نیز کوئی شریک ایسا نہ ہو جو نیت قربت کا اہل نہیں ہے مثلاً کافر و مرتد اور اتحادِ جہات شرط نہیں۔ پس اگر ایک شریک نے قربانی کا حصہ لیا دوسرے نے عقیقہ کیلئے تو قربانی صحیح ہے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ اتحادِ جہت مستحب ہے اور شرکت باختلافِ جہت

www.ahlehaq.org

مکروہ ہے۔ اس روایت کی بناء پر بھی اضحیہ اور عقیقہ کی شرکت کے ساتھ گائے اونٹ کی قربانی درست ہے مگر مکروہ ہے۔

قال فی ردالمحتار: قد علم ان الشرط قصد القربۃ من الکل وشمل مالو کانت القربۃ واجبۃ علی الکل او البعض اتفقت اجہا تہا أولا کاضحیۃ واحصار وجزاء صید وحلق ومتعۃ وقرآن لان المقصود من الکل القربۃ خلافا للزفر۔ وکذا لو اراده بعضہم العقیقۃ عن ولد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد ولو يذكر الوليمة وينبغي ان تجوز لانها تقام شكراً لله تعالىٰ على نعمة النكاح ووردت بها السنة فاذا قصدا بها الشكر او اقامة السنة فقد اراد القربۃ وروی عن أبی حنیفۃ أنه کرہ الاشتراک عند اختلاف الجہۃ وانه قال لو کان من نوع واحد کان أحب إلیّ وہکذا قال ابو یوسف بدائع (ج ۵، ص ۳۱۹)

قلت وظاہر کلام الشامی ترجیح الروایۃ الاولیٰ۔ واللہ اعلم

حررہ الأحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۲۹ ر ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ

www.ahlehaq.org

ایضاً اختلاف جہات در اضحیہ وعقیقہ | السوال :- غنیۃ الناسک ص۱۹۹ فی جواز الاشتراک فی الھدی میں ہے وبشرط ارادۃ الکل القربۃ وان اختلفت اجناسھا من دم متعۃ وحصار وجزاء صید وغیر ذلک کتطوع وعقیقۃ لمن ولد ولدلہ من قبل ووليمة العرس وغیر ذلک مما یقصد بہ القربۃ إلی اللہ تعالیٰ الخ

یہاں یہ شبہ ہے کہ ولیمہ عرس میں ذبح مقصود نہیں بلکہ طعام مقصود ہے بخلاف اضحیہ تطوع وعقیقہ کے وہاں اراقۃ دم مقصود ہے پس ولیمہ کو ہدی اور اضحیہ میں شامل کرنا درست نہ ہونا چاہیئے۔

الجواب

فی الشامیۃ ؛ عن البدائع وکذا لو اراد بعضھم العقیقۃ عن الولد ولد لہ من قبل لأن ذلک جھۃ التقرب بالشکر علی نعمۃ الولد ذکرہ محمّد ولم یذکر الولیمۃ۔ وینبغی أن تجوز لانھا تقام شکرًا للہ تعالیٰ علی نعمۃ النکاح وقد وردت بھا السنۃ فاذا قصد بھا الشکر او اقامۃ السنۃ فقد اراد القربۃ اھ (ج،۵،ص۳۱۹)

اور گو ولیمہ بدون اراقۂ دم کے ادا ہو جاتا ہے مگر حدیث أولم ولو بشاۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراقۂ دم ولیمہ میں بھی مسنون ہے پس جو درجہ عقیقہ کا ہے وہی ولیمہ کا ہے۔

واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون، ۹ شعبان ۱۳۵۶ھ

مسئلہ ذبح | السوال: نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ؛ حکیم الأمّت مجدد ملت جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا سلمہ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

یہاں پر ایک قسم کے جانور ذبح ہونے کا مسئلہ درپیش ہے چونکہ وہ صورت صراحتًا بحر الرائق و درمختار وغیرہ فتاویٰ میں نہیں ملی، لہٰذا اہل علم کا اس میں اختلاف ہے بعض حلال کہتے ہیں اور بعض حرام۔ فریق اول کی دلیل یہ عبارت ہے۔

وعند أبی یوسف اذا کان بحال لا یعیش مثلہ لا یحل لانہ لم یکن موتہ بالذبح، وقال محمد ان کان مثلہ یعیش فوق ما یعیش المذبوح یحل الا فلا لانہ

www.ahlehaq.org

معتبر بھذہ الحیاۃ علی ما قررناہ الخ ھدایہ کتاب الصید۔

فریق ثانی کی دلیل یہ ہے کہ حضور نے بیان القرآن پارہ چھ کے تحت آیت وَالموقوذۃ و المتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ماذکیتم الآیۃ۔ میں صورت متنازعہ فیہ کو موقوذہ میں داخل فرما کر بعد از ذبح جانور مندرجہ حلال فرمایا ہے، کیا حضور نے بیان القرآن میں یوں ہی تحریر فرمایا ہے کیونکہ یہ صورت اکثر واقع ہوتی رہتی ہے اس لئے اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے۔ فریقین نے حضور کے فتوی کو بلا چوں وچرا تسلیم کرنے کا حتمی وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر جواب سے سرفراز فرمایا جاوے۔ فریقین میں سے کسی نے یہ عبارت بھی پیش کی ہے جو بے موقع معلوم ہوتی ہے۔ والاصل فی جنس ھٰذہ المسائل ان الموت اذا حصل بالجرح یتعین الحل وان حصل بالثقل اَوشك فیه فلا یحل حتما او احتیاطاً، البحر الرائق ج ۸، ص ۲۲۹

صورت مسئلہ بلا کم وکاست مندرج ہے جواب اگر بمعہ حوالہ عبارت ہو تو سبحان اللہ ورنہ جیسا مناسب ہو۔

میرے گاؤں کے قریب ایک سرکاری جگہ ہے۔ موناڈپو نام اس میں گھوڑے بیل خچر ہیں۔ جب کوئی گھوڑا بیل عمر کی خاص میعاد تک پہنچ جاتا ہے یا مرض کا شبہ ہوتا ہے تو انگریز افسر ایک نوکر کو خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو حکم دیتا ہے کہ بیل کو کھڑا کر کے پیشانی پر بندوق چلاو افسر مذکور کی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ جانور مرجائے۔ چنانچہ نوکر بندوق چلاتا ہے بندوق کی گولی دماغ کو پھاڑ کر بعض دفعہ پار بھی نکل جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ بیل فوراً گر پڑتا ہے اور حالت مذبوحی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ انگریز گولی لگتے ہی گھوڑا دوڑا کر چلا جاتا ہے۔ بعض مسلمان لوگ فوراً چھری لے کر افسر کی غیبوبیت میں اس بیل کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیتے ہیں۔ اس جانور کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

از سائل

مولوی حافظ کامل الدین از رنو کالاڈاکخانہ پہلوان

تحصیل بہرہ، ضلع سرگودھا پنجاب

www.ahlehaq.org

الجواب

ازدارالافتاء مجلس مستشار العلماء پنجاب لاہور، حلت وحرمت کا مدار مذبوح کی حیات وموت پر ہے۔ اگر عندالذبح جانور میں آثار تڑپنا وغیرہ موجود ہوں تو ذبح کا کھانا جائز ہے اور گولی لگنے سے جانور میں آثار حیات موجود نہ ہوں تو اس کا کھانا ناجائز ہے[1]

تائید الجواب از خانقاہ امدادیہ

مستشار علماء کا جواب صحیح ہے اور جو اہل علم قول امام ابو یوسف ومحمد کی بناء پر اس جواب سے اختلاف کرتے ہیں اور حالتِ مذکورہ میں مطلقاً حرمت کے قائل ہیں ان کا قول مفتی بہ نہیں۔ ہدایہ میں جہاں قول ابی یوسف ومحمد نقل کیا ہے اس سے پیشتر امام صاحب کا قول بھی موجود ہے، اور اس کے بعد وعلیہ الفتویٰ بھی موجود ہے۔ پس مفتی بہ قول کو ترک کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ فقط

واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ
از تھانہ بھون
مورخہ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

الجواب صحیح مع الحاشیہ
اشرف علی عفی عنہ
مورخہ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

[1] خادم شرع جلیل محمد خلیل عفی عنہ

www.ahlehaq.org

کتاب الحظر والاباحة

باب الرشوة والهدایا والضیافات

طلبار کے والدین کا استاد کو ہدیہ دینا اور اس کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال : کئی سال سے اس نالائق کا پیشہ معلمی رہا ہے چونکہ سرکاری مدارس میں بوجہ دیگر حقوق کے تنخواہیں قلیل ہیں۔ اس لئے بعض حقوق کی زبانی اور بعض کی تحریری اجازت ہے اور اہل دیہہ دینے کے عادی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات شرعًا بھی جائز ہیں یا نہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) جس وقت کوئی لڑکا داخل مدرسہ ہوتا ہے اس وقت اس کا وارث علاوہ فیس سرکاری کے کچھ نقد یا جنس کی قسم سے دیتا ہے۔ بعض کچھ نہیں دیے۔

(۲) اوقات معینہ پر جب عام طلبا ترقی پاتے ہیں تب روپیہ دو روپیہ حسب حیثیت استاد کو دیتے ہیں۔

(۳) بعض مدارس میں ہفتہ وار خشک خوراک یا کھانا کھلانے کا رواج ہے۔

(۴) فصل کی پیداوار سے لڑکا یا سرپرست کچھ گڑ روٹی مکئی وغیرہ لاتا ہے۔

(۵) کچھ لوگ بطور خود ماہانہ مقرر کر کے (جبکہ اس کا لڑکا درج رجسٹر سرکاری ہو چکا ہو) اپنے لڑکے کی زیادہ تربیت چاہتے ہیں اور وہ لڑکا اسی استاد کا شاگرد ہوتا ہے یا دیگر مدرسین کا طالب علم ایسی صورت میں مدرسین کا یہ طرز عمل رہتا ہے کہ سکول کے ٹائم میں اس کے ساتھ زیادہ توجہ سے پیش آتے ہیں یا غیر اوقات میں تعلیم دیتے ہیں۔

(۶) ہندوؤں میں ایک تہوار گنیشن چوتھ بھادو کے مہینے میں ہر سال ہوتا ہے۔ اس موقع پر استادوں کو کچھ دینے کا خیال مدنظر رکھ کر تقریبًا کل ہندو/مسلمان تمام لڑکوں اور مدرسین کو اپنے مکان پر بلا کر چوپائی (جس طرح بچے کی پیدائش یا شادی کے وقت لڑکے کو آمین پڑھا کرتے ہیں) پڑھواتے ہیں جن میں کسی بادشاہ کا ذکر یا نصیحت ہوتی ہے کچھ دیر بعد نقد یا کپڑا استادوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ پس اسی طرح تمام لڑکوں

www.ahlehaq.org

کے مکان پر یکے بعد دیگرے پہنچ کر دو چار یوم میں سو پچاس روپیہ مدرس لوگ وصول کر لیتے ہیں۔ سرکار کی طرف سے اس کی اجازت تحریری ہے اس لئے کوئی افسر مجاز بھی نکتہ چینی نہیں کر سکتا لیکن جوٹھ کا زیادہ تر رواج ضلع میرٹھ کی ہر تحصیل و دیہات میں موجود ہے۔ بعض مقامات پر اس کا رواج نہیں۔

(نوٹ) تنخواہ ہر صورت میں ملنی ہے۔

الجواب

(۱) وارث وغیرہ سے صاف کہہ دیا جائے کہ اس ہدیہ کی وجہ سے اس لڑکے کے ساتھ کچھ زیادہ توجہ نہ کی جائے گی جیسے اور سب ہیں ویسے ہی یہ بھی ہوگا پھر بھی دے تو قبول کرنا جائز ہے۔

(۲) ترقی کے وقت جو ہدیہ دیا جاتا ہے اس کا قبول کرنا جائز ہے۔

(۳) اس میں وہی تفصیل ہے جو نمبر اوّل میں لکھی گئی کہ اس سے صاف کہہ دیا جائے کہ اس کی وجہ سے کوئی زیادہ خصوصیت نہ ہوگی۔

(۴) اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر ۱ اور نمبر ۳ کا ہے۔

(۵) ایسے لڑکے کے ساتھ اسکول کے وقت میں زیادہ توجہ سے پیش آنا تو درست نہیں اگر کچھ وقت خارج میں اس کو زیادہ دیا جائے تو ماہانہ کا لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۶) ہندوؤں کے تہوار میں کسی قسم کی شرکت بھی جائز نہیں۔ چوپائی پڑھنا گویا تہوار پر مسرت کا اظہار کرنا ہے اس لئے حرام ہے اور اگر بدون چوپائی پڑھے اور بدون ان کے گھر پہنچانے کے وہ مدرس کے گھر پر ہی کوئی ہدیہ بھیج دیں لیکن اگر قبول نہ کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ یہ لوگ آئندہ بھی خدمت نہ کریں گے تو قبول کر لینے میں مضائقہ نہیں دل میں اس سے کراہت رکھی جائے اور قبول کر لیا جائے۔ فتاویٰ ذخیرہ میں ہے۔

لا ینبغی للمؤمن ان یقبل ھدیۃ الکافر یوم عیدھم ولو قبل لا یرسل الیھم شیئًا انتہی۔

اور خزانۃ الروایات میں ہے۔

فی الفصول والتتارخانیۃ فی المحیط ما یأتی المجوس فی یوم

www.ahlehaq.org

نیروزهم من الاطعمة إلی الاکابر والسادات من کانت بینه وبینهم معرفة وذهاب ومجئ فقد قیل من أخذ ذالك علی وجه الموافقه یضره ذالك بدینه انتہی.

باقی تقریبات شادی اور غمی میں اگر ہندو دعوت کرے تو اس کا قبول کرنا بعض فقہا کے نزدیک درست ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔

کما فی خزانة الروایات فی مفید المستفید من الموافقات لا بأس بالذهاب إلی الضیافة اهل الذمه هکذا ذکر محمد لکن المذکور فی النوازل یخالف هذا فانه کره فیه الاجابة انتہی.

(از فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۱۱۹ ج ۲)

پس سائل کو اگر ضرورت مجبور کرے تو قبول کرے کیونکہ اس میں گنجائش ہے۔

واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۳ محرم سنہ ۴۰ھ

نکاح سے قبل ولیمہ کا حکم سوال: دعوتِ ولیمہ شادی کے قبل درست ہے یا نہیں۔ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ جب تک لڑکے اور لڑکی میں مقاربت نہ ہو اس وقت تک دعوتِ ولیمہ ہو ہی نہیں سکتی۔

الجواب

قال فی مجمع البحار: الولیمة وهی طعام یصنع عنها العرس من اولمت اه وفیه ایضًا هی طعام العرس وهی مستحبة ووقتها بعد الدخول اووقت العقد او عندهما اقوال لمالك اه ص ۴۶۳ ج ۲

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کا وقت مقاربت کے بعد ہے یا نکاح کے وقت یا دونوں وقت باقی نکاح سے پہلے تو کسی طرح ولیمہ کا وقت نہیں۔

واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ

www.ahlehaq.org

جس شخص کی آمدنی حرام ہو اس کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال: بہت سے لوگ اس شہر میں ایسے ہیں کہ دین کا پاس کچھ نہیں کرتے ہیں اور کھلم کھلا کسب حرام سے مال جمع کرتے ہیں یعنی گانجہ افیون کی بیوپاری کرتے ہیں اور کوئی زن فاحشہ کے ذریعہ کچھ کماتے ہیں اور نماز و روزہ کی بالکل پاسداری نہیں کرتے۔ جب کوئی معاملہ یا مقدمہ میں پڑ جاتے ہیں تو ملّا مولویوں کو جمع کر کے دعوت پڑھاتے ہیں اور ملّا بلکہ مولوی لوگ بھی اکثر ایسی دعوت کے متلاشی رہتے ہیں۔ جب کوئی دعوت مل گئی بطیب خاطر دعا مانگتے ہیں مگر صاحب دعوت کو کچھ بھی لحاظ نہیں رہتا کہ میں بھی اللہ پاک سے دعا مانگوں وہ صرف ملا لوگوں کے دعا مانگنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ آیا ایسے لوگوں کی دعوت پڑھنا اور اس سے اجرت لینا اور اس کا کھانا کھانا درست ہے یا نہیں۔ صاف صاف حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب

جن لوگوں کی زیادہ آمدنی ذریعہ حرام سے ہے ان کے یہاں کی دعوت قبول کرنا اور کھانا عموماً حرام ہے اور خصوصاً مولویوں کو تو ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا سختی کے ساتھ ممنوع ہے کیونکہ اس میں علم کی تذلیل اور احکام شرعیہ کی توہین ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۹ جمادی الاخریٰ ۴۲ھ

اہل مقدمہ کی امداد کے صلے میں مہتمم مدرسہ کا ان سے مدرسہ کے لئے رقم وصول کرنا

سوال: ایک رئیس شخص مدرسہ اسلامیہ کے مہتمم ہیں اور آدمی کے مقدمہ وغیرہ میں بہت کام کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم لوگ ہم کو ایک پیسہ نہ دینا مگر ہمارے مدرسہ میں دو روپیہ امداد کرنا۔ یہ رشوت ہوگا یا نہیں؟ اور لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

یقیناً رشوت ہے یقیناً درست نہیں۔

(مجیب کا نام درج نہیں)

www.ahlehaq.org

ولیمہ کی تعریف اور اس کا مستحب وقت

سوال: ولیمہ بغیر وطئ کرنے کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ولیمہ کا کھانا فقط مکان والے کو کھلانا اور دوسروں نہ کھلانا یہ جائز ہے یا نہیں. اس کا جواب عنایت فرمائیں.

الجواب

قال فی الفتح: وقد اختلف السلف فی وقتها ای الولیمة هل هو عند العقد او عقبه او عند الدخول أو عقبه او موسع من ابتداء العقد إلی انتهاء الدخول اھ من حاشیة البخاری ص ۷۷۶ ج ۲)

وفی الشامیة الولیمة هی طعام العرس وقیل اسم لکل طعام (ص ۲۴۰ ج ۵) وفی العالمگیریة: وولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی اذا بنی الرجل بامرأته ینبغی أن یدعو الجیران والأقرباء والأصدقاء یذبح لهم ویضع لهم طعامًا الخ من خزانة المفتین ولا بأس بأن یدعو یومئذٍ و من الغد و بعد الغد ثم ینقطع العرس والولیمة کذا فی الظهریة (ص ۲۲۹ ج ۶) وفی حاشیة البخاری عن اللمعات واختلف فی تکرارها اکثر من یومین فکرهه طائفة واستحب مالك کونها اسبوعًا (ص مذکور)

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ مشہور قول میں تو اسی دعوت کا نام ہے جو شب زفاف و دخول کے بعد ہو اور بعض اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے وقت سے دخول کے بعد تک جو بھی دعوت ہو ولیمہ ہی ہے مگر راجح قول اوّل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ولیمہ بعد الدخول ہی ثابت ہے اور ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولیمہ پڑوسیوں اور دوستوں اور قرابت داروں کی دعوت کرنے کو کہتے ہیں تو اگر گھر والے ہی خود کھالیں تو وہ ولیمہ نہ ہوگا. نعم کونہ ضیافةً، باقی یہ ضروری نہیں کہ پڑوسیوں اور قرابت داروں اور دوستوں سب کو بلایا جائے بلکہ حسب توفیق و ہمت بلایا جائے دو چار کو بلا لینا بھی کافی ہے اور ہر حال میں رسوم سے اور نام و نمود

www.ahlehaq.org

سے بدعات سے بلاوجہ قرض سے بچنا واجب ہے۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۳۰ محرم ۴۵ھ از تھانہ بھون

حُقّہ پینے کا حکم سوال: حُقّہ پینے کے بارے میں اختلاف مکروہ وحرام کا ہو رہا ہے صحیح تحقیق عنایت فرمائیں۔

الجواب

قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ: (ج ۲/۳۳۱، ۳۳۲) فی مسئلۃ شرب الدخان بعد تفصیل ربط زائد ما نصّہٗ وبالجملہ ان ثبت فی ھذا الدخان اضرار صرف خال عن المنافع فیجوز الإفتاء بتحریمہ وان لم یثبت فالأصل حلہ مع ان فی الافتاء بحلہ ومع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناولہ مع ان تحلیلہ ایسر من تحریمہ وما خبر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بین امرین الا اختار ایسرھما واما کونہ بدعۃ فلا ضرر فانہ بدعۃ فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمۃ امر عسیر لا یکاد یوجد لہٗ نصیر نعم لو اضر ببعض الطبائع فھو علیہ حرام ولو نفع ببعض وقصد بہ التداوی فھو مرغوب ولو لم ینفع ولم یضر ھذا ما سنح فی الخاطر اظہار للصواب اھ

حاصل یہ ہے کہ جس شخص کو حُقّہ سے نقصان وضرر ہوتا ہو اس کے لئے حرام ہے اور جس کو نفع ہوتا ہو یا نفع وضرر کچھ نہ ہوتا ہو اس کو جائز ہے لیکن حقہ پی کر مسجد میں آنا جائز نہیں جب تک کہ اچھی طرح بدبو زائل نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد، از تھانہ بھون۔

مغنّی کی آمدنی اور اس کی دعوت قبول کرنے کا حکم سوال: مغنّی جس کو اس ملک کے لوگ

www.ahlehaq.org

عرف میں قوال کہتے ہیں جو مزامیر کے ساتھ گانا بجاتا ہے اس کے مکسوبہ مال کی نسبت کیا حکم ہے۔ اس کی دعوت قبول کرنا کوئی شئ اس کے ہاتھ فروخت کرکے اس کی اس کمائی سے زرثمن لینا یا اس سے وہ چیز خریدنی جو اس نے اسی کمائی سے بنوائی یا خریدی ہو کیا ارشاد ہے۔

الجواب

اگر مغنّی کی آمدنی کسی اور طریقہ حلال سے بھی ہو تو غالب کو دیکھا جائے اگر غالب آمدنی حلال ہے تو یہ معاملات اس کے ساتھ جائز ہیں اور اگر غالب حرام ہے تو اس کی دعوت کھانا یا اس آمدنی کی بنائی چیز اس سے خریدنا جائز نہیں اور بیچنے کے وقت اس سے کہا جائے کہ کسی ہندو سے روپیہ قرض لے کر قیمت میں ادا کردے اور ہندو کا قرض اپنے روپیہ سے ادا کردے۔ واللہ اعلم۔

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ رجب ۴۳ھ

سود سے توبہ کرنے والے کے گھر دعوت کا حکم

سوال: ایک شخص اپنی عورت کو پردہ نہیں کراتا اور نکاح میں خلافِ شرع کام کرتا ہے اور بے نمازی بھی ہے اور تھوڑی کچھ زمین رہن رکھ کر اس سے نفع بھی حاصل کرکے تصرف کرتا ہے اب وہ شخص توبہ کرکے یوں کہتا ہے کہ میں آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا جس مال میں شک ہے وہ نہیں کھاؤں گا۔ اب اس کے گھر میں دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب مشکوک مال نہیں کھلاتا تو دعوت میں کیا شک ہے۔

سوال: ایک شخص کا دو قسم کا مال ہے اور اکثر حلال ہے تو اس کے گھر میں دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں۔ وہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں نے حلال مال الگ رکھا ہے اور اسی حلال سے کھلانا چاہتا ہوں۔ اب یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حلال علیحدہ ہے تو اس کا کھانا ہر حال میں جائز ہے لیکن اگر مقتدا کی

www.ahlehaq.org

دعوت قبول کرنے سے عوام کو ایسی آمدنی کمانے پر جرأت بڑھتی ہو تو مقتدا کو احتیاط چاہیئے، فقط: احقر عبدالکریم عفی عنہ

الجواب صحیح

ظفر احمد عفی عنہ ۲۱ شوال ۴۳ھ

کسی شبہ سے ترک دعوت مشروع ہے یا مطلقاً قبولِ دعوت مسنون ہے۔

سوال: کسی شبہ کی وجہ سے ترکِ دعوت بھی مشروع ہے یا قبول الدعوۃ ہی مسنون ہے۔

الجواب

اگر موضع دعوت میں کوئی امر خلافِ شرع ہو تو دعوت میں نہ جانا چاہیئے البتہ اگر یہ گمان ہو کہ میرے جانے سے وہ خلافِ شرع امر موقوف ہو جائے گا تو جانا چاہیئے۔ فی الدر: (وان علم اولا) باللعب (لا یحضر اصلاً) سواء ممن کان یقتدی بہ اولا الخ۔ وقال الشامی تحت (قولہ اصلاً) الا اذا علم انہم یترکون ذالک احتراماً لہٗ فعلیہ أن یذھب اتقانی (ص ۳۴۱ ج ۵)

واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ ۲۱ ذی الحجہ ۴۳ھ۔

فاسق اور بدعتی کے ساتھ معاملہ اور اس کی ضیافت کا حکم

سوال: ایک شخص کے ساتھ ہمارا دنیوی معاملات لین دین رہتا ہے اور یہ شخص شریعت کا پابند نہیں ہے اور بدعت کے کام بھی کرتا ہے۔ اب ہم اس کی دعوت کرنا چاہیں تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اگر یہ شخص کبھی از خود آجائے تو وہ مہمان ہوگا اور اکرام ضیف مطلقاً مباح و مستحسن ہے۔ گو وہ کافر ہی ہو۔

اور اس کو خود بلانا اور دعوت دینا بطور دوستی کے تو جائز نہیں مگر یہ کہ اس

www.ahlehaq.org

کے ساتھ قرابت نسبت بھی ہو تو جائز ہے۔

لکون صلة الرحم عامة لکل برٍ و فاجرٍ لحدیث اسمآء حین جاءتہما امہما راغبة و فی روایة راغمة فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل تصلھا فقال صلی امك رواہ ابوداؤد وارسل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الیٰ اخیہ وھو مشرك بمکہ حلّة سبراء ذکرہ الحافظ فی الفتح۔

ہاں فاسق مبتدع اجنبی کو اس صورت میں دعوت دینا جائز ہے جبکہ اس سے اس کی تالیف قلب کرکے اصلاح کا قصد ہو۔ اس صورت میں جب تک امید اصلاح ہو یہ برتاؤ جائز ہے یا معاملات دنیوی کی وجہ سے کبھی خود اس کے گھر مجبوری کی وجہ سے کھانا پڑ جاتا ہو اور دعوت کرکے اس کے احسان کی مکافات مقصود ہو مگر مکافات کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ جب اوّل اس کی طرف سے ضیافت ہو اور مجبوری کی وجہ سے قبول کرنا پڑے تو اس کے بعد خود ضیافت کردی جائے، ابتداءً نہ کی جائے اور مکافات سے دفعات میں زائد نہ کی جائے۔

والوجہ ماذکرہ العلماء فی عموم حرمة الموالاة لکل فاسق او مبتدع، کما بیّنتہ فی رسالة تحذیر المسلمین واستثنوا منہا۔ ماکان لتالیف القلب بقصد الاصلاح کما فیہا ایضًا ولا بہ من استثناء مکافاة الہدیة ایضًا۔ والاحسان فإنہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل الہدیة ویثبت علیہا وقد قبل ہدیة المشرکین والکفار ایضًا۔

واللہ اعلم۔ حررّہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ رمضان المبارک ۴۵ھ

قاضی کے لئے ماتحت ملازمین کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال: معروض آنکہ عہدہ قضاء آنکہ از گورنمنٹ عالیہ بذریعہ محکمہ ڈسٹرکٹ بورڈ فدوی عطا شدہ است صرف برائے پڑتال انکہ مندرجہ رجسٹرات نکاح خوانان

www.ahlehaq.org

علاقہ فدوی دورہ علاقہ میکند از سرکار عالی اجرت مقرر است نکاح خوان ایک روپیہ میگیرد برائے قاضی روبروے بورڈ این تمام رقومات از ناکح وصول میشوند۔

بوقت دورہ ہر جاکہ شب ی آید نکاح خوانان بلا گفتہ فدوی ضیافت و مہمان نان و آب دانہ گیاہ اسب ی کنند چنانچہ رسم مہمان نوازی است مگر حالِ طیب خاطر معلوم نمی گردد کہ امر مخفی است و افسر بودن فدوی برار شان ظاہر است این نان خوردن و دانہ اسب گرفتن بلا طلب جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

درصورت مسؤلہ کہ سائل برعہدہ قضاء برائے تفتیش انکحہ مامور است اورا ضیافت بحالت دورہ از نکاح خوانان گرفتن کہ افسر بودن سائل برادشان ظاہر است، بظاہر در رشوت داخل می شود پس احتیاط ازاں لازم است۔

واللہ اعلم

ہدیہ دینے والے کا تسلیم وغیرہ الفاظ سے شکریہ ادا کرنا کیسا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے سامنے کوئی چیز پیش کی اس نے اس کو لے کر کہا کہ تسلیم، اور تسلیم کے معنی سلامتی کے ہیں اس لحاظ سے کہا نہ کہ اس رواج کے موافق جو آج کل مروج ہے بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ یہ دعائیہ فقرہ سمجھ کر کہا تو کیا جائز ہے یا ناجائز۔ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کہنا ناجائز ہے۔ جو حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب

اودھ اور لکھنو میں ایسے موقعہ پر جو تسلیم کہا جاتا ہے تو اس کے معنی شکر کے ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں پس اس رواج کے موافق تسلیم کرنا اور دعائیہ فقرہ سمجھ کر تسلیم کرنا دونوں جائز ہے البتہ یہ فعل سنّت کے خلاف ہے۔ سنّت یہ ہے کہ ایسے موقعہ پر جزاک اللہ وغیرہ کہا جائے۔ واللہ اعلم۔

حرّرہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۳۴۷ھ

www.ahlehaq.org

بعض ورثار اگر مورث کا مال اپنا مملوک کہہ کر بنیّت ایصال ثواب دیں تو اس کے قبول کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمار اسلام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ورثار میں اس کی اولاد ذکور و اناث یتامیٰ اور زوجہ اور والدہ موجود ہیں۔ والدہ اور زوجہ نے متوفی کے مال میں سے کچھ سامان اثاث البیت بستر لحاف وغیرہ کسی کو ایصال ثواب کی غرض سے دیا معطی لہٗ نے ان سے کہا کہ چونکہ اس مال میں یتامیٰ کا بھی حصّہ ہے اس لئے یہ مال نہ کسی کو دینا جائز ہے نہ کسی کو لینا جائز اس لئے میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ اس پر والدہ اور زوجہ نے کہا کہ یہ مال فی الحقیقہ متوفیٰ کا ہے ہی نہیں اور نہ یہاں کا تیار شدہ ہے بلکہ ہمارا اپنا مملوک ہے اس لئے دیتے ہیں کہ متوفی کی روح خوش ہو اس صورت میں معطی لہٗ کو اس مال کا لینا والدہ اور زوجہ کے قول پر اعتماد کر کے جائز ہے یا ناجائز بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ اور وہ سامان متوفی کی حیات میں اس کے استعمال میں تھا۔

الجواب

من مفتی مظاہر علوم سہارنپور

حامداً ومصلیاً ومسلماً شرعاً درصورت مسئولہ چونکہ والدہ اور زوجہ متوفی کی یہ کہتی ہیں کہ یہ مال ہمارا مملوک ہے اور ہم اپنی طرف سے دیتے ہیں تو اس صورت میں ان کا قول قبول کر لیا جائے گا اور اس کا لینا شرعاً جائز ہو گا۔ درمختار میں ہے:

کل من حکی امرا لا یملک استنافہ ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی باب الشرکۃ۔ واللہ اعلم۔ رقیمہٗ ضیاء احمد عفی عنہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

الجواب صحیح۔ وقال سیّدی حکیم الامّۃ لیس ھٰذا من باب القضاء بل ھو من باب الدیانات فان شہد قلبہ بصدق النساء لم یکذبھن الظاہر یجوز لہٗ اخذہٗ وانّما لم یکن من

www.ahlehaq.org

باب القضاء لکون احد لاینا زعھن فی ما قلن واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ شعبان ۱۳۴۸ھ از تھانہ بھون

جس شخص نے وارث کا حق روکے رکھا ہو اس کے گھر دعوت کھانا اور اس کی آمدنی سے اجرت لینے کا حکم

سوال (۱) یہاں پر عام طور پر ورثاء کا حق نہیں دیتے اور اسی سے جس میں ورثار کا حق ہے کھاتے ہیں اور دعوت کھلاتے ہیں ایسی دھان کو بیچ کر ہدیہ صدقہ وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان کے ہاں سوائے اس کے اور کوئی طریقہ معاش کا نہیں۔ میں ان کے بچوں کو تعلیم دیتا ہوں تنخواہ میں وہ مجھے دھان دیتے ہیں۔ بعض دھان بیچ کر روپیہ دیتے ہیں اور کبھی دعوت کرکے کھلاتے ہیں اور للہ ہدیہ بھی دیتے ہیں اور وہ سب اسی زمین کے دھان یا پیسہ سے کرتے ہیں جس میں ورثار کا حق ہے۔ میرے پاس طلبہ بہت دور ڈھاکہ کمیلا کے وغیرہ رہتے ہیں۔ ان لوگوں کا کھانا انہی میراث نادہندگان کے گھر سے مقرر ہے اور میرے معاش کا انتظام اس طرح ہے کہ وہ طلبہ فیس دیتے ہیں آٹھ دس روپیہ فیس سے ہوتا ہے۔ باقی دھان وغیرہ دیتے ہیں جیسے اوپر ذکر کیا۔

(۲) میں نے تھوڑی سی زمین میراث نہ دینے والوں سے خریدی تھی اس سے تھوڑا دھان ملتا ہے۔ غرض یہ کہ طلبہ کی فیس ہمسایوں کا دھان اور اپنی زمین کا کچھ دھان اسی سے خوراک، پوشاک چلتا ہے۔ کوئی زیادتی کے ساتھ نہیں بلکہ ضرورت کے لحاظ سے کفایت ہوتا ہے اب طلبہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں بھی ورثار کا حق نہیں دیتے، اب میں کیا کروں مدرسہ چھوڑنے میں معاش کی تکلیف ہے اور علم کی عدم حفاظت بھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حضور والا از روئے مہربانی دستگیری فرمائیں۔

الجواب

(۱) جن لوگوں نے زمین میں سے اپنی ہمشیراؤں یا کسی شرعی وارث کا حق نہیں

www.ahlehaq.org

دیا ہے اس زمین کی پیداوار میں یہ تفصیل ہے کہ جتنا تخم ریزی میں صرف ہوا ہے اتنی پیداوار حلال ہے جس نے خرچ کیا ہے وہ اس کو کھا سکتا ہے اور پیداوار میں سے اس قدر حلال ہے کہ جس قدر اس قابض کے حصہ میں از روئے شرع آیا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک بیٹا بیٹی چھوڑے اس بیٹے نے بہن کو حصہ نہ دیا اور زمین کاشت کی اور غلہ کاشت پر اور تخم ریزی پر اور آبپاشی پر خرچ ہوئے اور پیداوار للع کی ہوئی تو اب اس کے واسطے ع خرچ شدہ اور بقیہ میں عہ حصہ میراث سے کل سہ کا غلہ حلال ہے۔ باقی ع کا غلہ حرام ہے کہ وہ ہمشیرہ کا حق ہے سو اگر ہدیہ وغیرہ کے وقت اس کا لحاظ کر لیا جائے کہ یہ اپنے حصہ سے زائد میں تصرف نہ کرے تو جائز ہے۔ مثلاً مثال مذکورہ میں جب تک سہ کے غلہ میں تصرف کرے اس وقت تک ہدیہ وغیرہ لینا جائز ہے اور جب غلہ فقط غلہ کا رہ جائے تو اس میں تصرف حرام ہے اس لئے ہدیہ ہرگز قبول نہ کیا جائے۔

والجزء الأخر من الجواب يستنط من قاضيخان ونصه هذا رجل له ثلثة اقفزة حنطة باع منها قفيزاً من رجل آخر ثم باع منها قفيزاً من آخر ثم باع منها قفيزاً من ثالث ثم كال لهم الا قفزة الثلثة ثم جاء رجل وستحق من الكل قفيزاً فان المستحق يأخذ القفير الثالث لأن صاحب اليد حين باع القفير الاوّل (والثانی) باع ما يملكه وباقی الجواب ظاهر۔

اور یہ غلہ اور اس کی قیمت کا حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ ترکہ مشترکہ میں سے جو کوئی دے اس کا حکم اور ہے ضرورت ہو تو دریافت کر لیا جائے۔

(۲) اور جو زمین خریدی ہے اس کے متعلق یہ بات قابل تحقیق ہے کہ جو قطعہ آپ نے خریدا ہے اس جگہ فقط اتنا ہی قطعہ مشتری کے وارث نے ترکہ میں چھوڑا تھا یا اس قطعہ مبیعہ کے متصل اور زمین بھی اس کی متروکہ ہے۔ اس کا جواب لکھنے پر ہر بیع کی صحت و بطلان کا حکم معلوم ہو سکتا۔ کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

۲۸ ربیع الاوّل ۴۵ھ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

www.ahlehaq.org

باب الأكل والشرب

حلال ذبح شدہ جانور میں کون کون سی اشیاء حرام ہیں

سوال: نر بکرا ایک شخص مسلمان نے مطابق شرع شریف ذبح کیا۔ یہ امر دریافت طلب ہے کہ اس کے کون کون سے اجزاء ایسے ہیں جن کا کھانا حرام ہے۔ بالتفصیل جواب ملنا چاہیئے۔

الجواب

حلال ذبح شدہ جانور میں سے سات چیزیں کھانا حرام ہیں (۱) خون بہنے والا (۲،۳) پیشاب گاہ نر و مادہ دونوں کی (۴) خصیتین (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) پتا۔

کما فی العالمگیریۃ: ج ۶/۱۹۵، واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدّم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ کذا فی البدائع اھ

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ ۱۰ صفر ۱۳۴۵ھ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

جو جانور کثرت سے نجاست کھائے ان کا دودھ اور گوشت کھانے کا حکم

سوال: جو گائے یا بھینس یا بکری کثرت سے نجاست کھائے اس کا دودھ پینا شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس کے گوشت کھانے کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

الجواب

اگر گائے یا بکری اس قدر نجاست کھاتی ہے کہ اس سے بدبو آنے لگے تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کو اتنے روز بند نہ کیا جائے کہ بدبو زائل ہو جائے اور اگر اس بکری میں بدبو پیدا نہیں ہوئی تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اس لئے چند روز بند رکھنا چاہیئے اور یہی حکم دودھ کا ہے۔

کما فی الدر: ولو اکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتنِ لحمھا حلت وقال الشامی وعن ھذا لا بأس بأکل الدجاجۃ لانہ یختلط ولا یتغیر لحمہٗ وروی انہٗ علیہ السّلام کان یأکل الدجاجۃ

www.ahlehaq.org

تجس ثلاثة ایام ثم تذبح فذلك علی سبیل التنزه۔ زیلعی (شامی ج ۳۳۳ ج ۵) وفیه ایضًا (ولبنها) لتولده من اللحم۔

فقط کتبه الاحقر

عبدالکریم عفی عنہ ۲۸ ربیع الاوّل ۴۵ھ

آلائش نکالنے سے قبل مرغی کو گرم پانی میں ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مرغی وغیرہ کی آلائش نکالنے سے پہلے پر اتارنے کے لئے گرم پانی میں ڈال رکھے اور پھر پانی سے نکال کر علیحدہ کر کے پکائے تو اس کا کھانا درست ہوگا یا نہ اور وہ پاک رہے گی یا ناپاک ہو جائے گی۔ اگر ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔

الجواب

آلائش نکالنے سے قبل گرم پانی میں ڈالنے سے اگر نجاست گوشت کے اندر سرایت کر جائے تب تو گوشت کسی طرح پاک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ڈالا گیا ہے کہ گوشت میں نجاست نے سرایت نہ کیا ہو تو اوپر کی ناپاکی تین مرتبہ دھونے سے دور ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ شامی میں تصریح کی ہے لیکن سرایت کرنے نہ کرنے کی شناخت پورے طور پر ہونا ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ آلائش نکالنے کے بعد پانی میں ڈالے یا بغیر پانی ڈالے پَر الگ کر دے، شبہ میں کیوں پڑے۔

فقط عبدالکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۸ جمادی الاوّل ۴۵ھ

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔

بکری کے بچہ کو انسان کا دودھ پلایا گیا تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال: بکری کے بچہ کو انسان کا دودھ پلا کر پالا ہے اس بچہ کے گوشت میں حرمت یا کراہت تو

ع شامی ایچ ایم سعید ص ۳۴۱ ج ۶ (مرتب)

www.ahlehaq.org

نہیں آئی۔

الجواب

یہ بچہ حلال ہے لیکن اگر صرف دودھ ہی غذا ہو اور دودھ پلانے کے زمانے میں ذبح کیا جائے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دودھ موقوف کرنے سے کچھ عرصہ بعد ذبح کیا جائے یا دودھ کے ساتھ اور غذا بھی دی جاتی ہو تو کراہت بھی نہیں۔

ونظیرہٗ ما فی الدّر حیث قال حلّ اکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہٗ أثر ونقل الشامی عن الخانیۃ أن الحسن قال لا بأس بأکلہ وأن ابن مبارک قال معناہٗ اذا اعتلف ایامًا بعد ذالک کالجلالۃ قلت ذکر الشامی عن البزازیۃ ان حبس الجلالۃ شرط فی الّتی لا تأکل الا الجیف وأن مدۃ الحبس فی الشاۃ عشرۃ ایام۔

البتہ اگر دودھ پلاتے ہی فوراً ذبح کیا جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔

کما فی الدّر: ولو سقی ما یوکل لحمہٗ خمراً فذبح من ساعتہٖ حل أکلہٗ ویکرہ زیلعی وشرح الوھبانیہ وقال العلامۃ الشامی ظاھرہٗ ان الکراھۃ تحریمیۃ وما قال بعدہٗ من أن ینظر ما الفرق بینہ وبین الجلالۃ الّتی لا تأکل النجاسۃ وغیرھا والجدی فجوابہٗ أن الفرق ظاھرٌ لان ھذہٖ الجزئیۃ مقیدۃ بالذبح من ساعتہ بخلاف ما مرّ فی الجلالۃ وغیرھا۔ واللہ اعلم۔

اس بکری کے بچے کہ جو جفتی اور بچہ جننے کے قابل نہیں کے دودھ نکلے تو اس کا پینا جائز نہیں۔

سوال: ایک بکری نے دو بچے دیئے۔ مالک نے ایک چگانے والے کو دے دیا۔ ایک بچہ اپنے واسطے رکھ لیا۔ اس بچہ کے چار یا چھ روز کے بعد تھنوں میں سے دودھ جاری ہے جس سے تعجب ہوا۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس بچہ کا دودھ شرعًا جائز ہے یا ناجائز۔ اکثر لوگ اس کو منحوس بتلاتے ہیں کہ اس کا گھر

www.ahlehaq.org

رکھنا جائز اور ٹھیک نہیں۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

جو بکری کا بچّہ کہ ابھی تک جُفتی کے اور بچّہ جننے کے قابل نہیں ہوا اس کے جو دودھ نکلتا ہے وہ دودھ نہیں بلکہ پانی ہے۔

قال فی الشامیۃ: فی باب الرضاع فی حکم لبن البکر انھا ان لم تبلغ تسع سنین فنزل لھا لبن لا یحرم جوھرہ لانھم نصّوا علی ان اللبن لا یتصور الّا ممن تتصوّر منہ الولادۃ فیحکم بأنہ لیس لبنًا اھ ص ۶۷۰ ج ۲ -

اور جب وہ دودھ نہیں ہے تو اس کا پینا بھی جائز نہیں۔ لأنہ لا یحلّ من الحیوان الّا اللحم واللبن والجلا وھذا لیس منھا۔ البتہ اس جانور کو منحوس کہنا غلط ہے۔ شریعت میں اس کے منحوس ہونے کی کوئی اصل نہیں۔ واللہ اعلم۔

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ

۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ

اُلّو اور طوطا مأکوا اللحم ہیں یا نہیں؟ سوال: چغد (الّو) بتغا (طوطا) مأکوا اللحم یعنی حلال ہیں یا نہیں؟

الجواب

الّو حرام ہے۔ طوطا حلال ہے اور شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ حرام ہیں ذکر حکمہ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان وقال یحرم اکل جمیع انواعھا اھ ج ۱/ ۴۷۱۔ وذکر القولین فی البغاج ۱/ ۱۰۴ ۔ وعلّل الحرمۃ لخبث لحمھا۔ والحل بکونھا تأکل الطیبات لیست من ذوات السموم ولا من ذوات المخلب ولا أمر بقتلھا ولا نھی عنہ اھ

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۴۷ھ

www.ahlehaq.org

جند بید ستر اور بیر بہوٹی اور ریگ ماہی کسی امام کے نزدیک حلال ہے یا نہیں ؟

سوال : جند بید ستر، بیر بہوٹی اور ریگ ماہی کا کھانا آئمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جند بید ستر امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حلال ہے۔

قال الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان : الجند باد ستر حیون کھیئۃ الکلب لیس ککلب الماء ولسمّی القندر وسمّی السمور ایضًا وھو علیٰ ھیئۃ ثعلب احمر اللّون الخ ص ۱۹۶ ج ۱۔

ثم قال فی باب السمور وحکمہ حلّ الاکل الحاقًا لہ بالثعلب ولأنہٗ لا یأکل شیئًا من الخبائث اھ ص ۳۰ ج ۲۔

فان قیل ان الجند باد ستر خصیتا ھذا الحیوان فالحکم بحلہ لا یستلزم الحکم بحل خصیتہٖ قلنا خصیتا الحیوان الحلال حلال عند الشافعیؒ فقد قال العزیزی فی شرح حدیث کان یکرہ من الشاۃ سبعًا المرارۃ والمثانۃ والحیا (ای الفرج) والذکر والانثیین والغدّہ والدّم مانصّہٗ ای اکل سبع مع کونھا حلالٌ اھ

وکذا قال الحفنی ان الکلام فی الحلال الذی تعافہ النفس (ج ۳/۱۷۱) اور بیر بہوٹی اور ریگ ماہی امام مالکؒ کے نزدیک حلال ہے۔ مع الکراھۃ لکونھما من حشرات الأرض قال فی رحمۃ الأمۃ ویحرم اکل حشرات الأرض کالفار عند الثلاثۃ وقال مالک بکراھتہٖ من غیر تحریم ومنھا الجراد ویؤکل میتا علیٰ کلّ حال وقال مالک لا یؤکل منہ مامات حتف انفہٖ من غیر سبب بصنع بہ ومنھا القنفذ وھو حلال عند الشافعیؒ ومالک وقال ابو حنیفۃ واحمد بتحریمہٖ۔ وقال مالک لا بأس بأکل الخلا والحیات إذا ذکیت

www.ahlehaq.org

الخرص ۶۰، ۶۱ وفی المدونہ لسحنون، قلت لابن القاسم ارأیت هوام الأرض کلها حشاشها وعقاربها ودودها وحیاتها واشبه هذا من هوامها آیؤکل فی قول مالک قال سمعت مالکاً یقول فی الحیات اذا ذکیت فی موضع ذکاتها أنہٗ لا بأس بأکلها من احتاج الیها قال ولم اسمع من مالک فی هوام الأرض أنہٗ اذا مات فی الماء أنہ لا یفسد الماء والطعام ومالم یفسد الماء والطعام فلیس بأکلہٖ بأس إذا أخذ حیاً فصنع بہ ما یصنع بالجراد اھ ص ۴۲۷ ج ۱ قلت وانما یحرم من الجراد عندہ مامات حتف انفہ ومامات بصنع یصنع بہ ولو غیر الذبح یجوز عندہ۔ البتہ باوجود تتبع کتب یہ امر واضح نہیں کہ ریگ ماہی کا ذبح کرنا امام مالک کے نزدیک شرط ہے یا نہیں۔ فلیحقق۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۹ ذیقعدہ ۴۷ھ

میونسپل کمیٹی کی طرف سے گوشت کے پارچوں پر نشان لگانا اس کے مذبوحہ مسلم ہونے کی دلیل نہیں۔

سوال :۔ یہاں میونسپل کمیٹی نے اپنی حدود کے اندر یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ بکری کا جو گوشت مذبح سے باہر ہندو (کہٹیک) قصاب کی دوکان پر جائے اس پر گلابی خواہ دیگر رنگ کا نشان نمبر گوشت کے ہر ٹکڑے پر لگایا جائے جسے دیکھ کر مسلمان خریدار کو اطمینان رہے کہ یہ باقاعدہ ذبح کیا ہوا ہے۔ اب اگر وہ ٹکڑے کسی وقت مسلم کی نظر سے غائب رہیں یعنی دوکان پر مسلم موجود نہ رہے تو شرعاً اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب من مفتی مدرسہ دیوبند

اس صورت میں جبکہ ذابح مسلمان ہے اور میونسپلٹی کا یہ قانون ہے کہ اس پر علامت لگا دی جائے تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ ذبیحہ مسلمان کا ہے۔ کما یفہم من العالمگیریہ کتاب التحری۔

ریاض الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۰ محرم ۴۸ھ

www.ahlehaq.org

الجواب من جامع امداد الاحکام

مفتی صاحب دیوبند نے جو جواب دیا ہے کہ جو گوشت مذبح سے باہر ہندو کھٹیک کی دوکان پر علامت لگا کر جاتا ہے تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ ذبیحہ مسلمان کا ہے اس لئے اس کا کھانا درست ہے الخ اس سے ہم کو اتفاق نہیں کیونکہ جب وہ گوشت مسلم کی نظر سے مخفی ہو گیا کہ دوکان پر کوئی مسلم موجود نہ رہا تو اب اس کا ذبیحۂ مسلم ہونا صرف اس ہندو کھٹیک کے قول سے معلوم ہوگا یا علامت سے۔ اور ہندو کا قول دیانات میں معتبر نہیں اور یہ علامت بھی قابل اعتبار نہیں دو وجہ سے ایک تو اس لئے کہ یہ علامت فی نفسہٖ ذبیحۂ مسلم ہونے پر دال نہیں کیونکہ مذبوحہ یا ذبیحہ غیر مسلم پر بھی ایسا نشان بنایا جا سکتا ہے اور دوسری یہ کہ یہ علامت لگانے والے بھی ہمیشہ مسلمان نہیں ہوتا۔ کبھی کافر ڈاکٹر بھی ہوتا ہے تو اس کی علامت پر اعتماد کیونکر جائز ہے جبکہ خود اس کے قول پر اعتماد جائز نہیں ہے اور کتاب التحرّی میں جس علامت پر اعتماد جائز کہا گیا ہے اس سے مراد ایسی علامت ہے جو خود گوشت کی ذات میں موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص کے پاس گوشت کے چند پارچے ہوں بعض مردار کے بعض مذبوحہ کے پھر وہ مخلوط ہو جائیں تو اسی علامت سے جو خود گوشت کی ذات میں ہو۔ مذبوحہ کو غیر مذبوحہ سے ممتاز کرنا جائز ہے۔ مثلاً پانی میں ان پارچوں کو ڈال کر دیکھا جائے مذبوحہ پانی میں تہہ نشین ہو جائے گا اور مردار تہہ نشین نہ ہوگا تو علامت ایسی ہے جو خود گوشت کے اندر موجود ہے ع۔ بخلاف گلابی رنگ کی علامت کے جو میونسپلٹی کی طرف سے لگائی جاتی ہے کہ وہ خارجی علامت ہے خود وجہ امتیاز نہیں تو اب اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا، بلکہ علامت کنندہ پر اعتماد ہوا اور اس کا مسلم ہونا معلوم نہیں اور معلوم بھی ہو جائے تو مسلم علامت کنندہ کے سامنے جب تک وہ

ع: اس علامت سے مذبوحہ اور غیر مذبوحہ میں فرق ہو سکتا ہے مگر مذبوحہ مسلم و غیر مسلم میں فرق نہیں ہو سکتا۔ نیز ان علامات سے اسی وقت کام لے سکتے ہیں جبکہ اس گوشت میں غیر مسلم کا واسطہ نہ ہو ورنہ جائز نہیں ۱۲ منہ

www.ahlehaq.org

پارچے موجود ہیں اس وقت تک اس کا قول معتبر ہے اور جب اس کی نظر سے مخفی ہو گئے اور کوئی مسلم ساتھ نہ رہا۔ اب اس کا قول بھی معتبر نہیں کیونکہ یہ علامت مثل تحریر کے ایسی نہیں ہوتی جس میں ہر شخص کا خط ممتاز ہو بلکہ کافر بھی ایسی علامت کر سکتا ہے۔

لا یقال ان خبر الواحد اذا حفت بالقرائن یفید العلم لانا نقول ذلک فی خبر الواحد العدل لا مطلقا کما یظهر من احکام الاحکام للآمدی ص ۴۹-۵۰-۵۱ ج ۲ وایضاً ففی قیام مثل تلک العلامة مقام الجزء تأمل۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

از تھانہ بھون ۸ رصفر ۴۸ھ

تاڑی کی بنی ہوئی چیزوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمار کرام مسئلہ ذیل میں کہ تاڑی (جو عصارہ تاڑ یا کھجور سے بنائی جاتی ہے اس کے خمیر سے روٹی یا بسکٹ بنا کر کھایا جاتا ہے اس علم کے باوجود کہ یہاں اسی کے خمیر سے روٹی تنوری یا بسکٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کھائیں تو عند الاحناف جائز ہے یا ناجائز۔ یہ ظاہر ہے کہ اس مقدار قلیل میں کثیر آٹے میں ملایا جائے تو سکر نام کو بھی نہ ہوگا اور خمر بھی نہیں۔

الجواب

امام ابو حنیفہ کے قول پر اس میں گنجائش ہے مگر فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے اس لئے تاڑی کی بنی ہوئی چیزوں سے احتراز لازم ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون ۴ ر۲ جمادی الثانیہ ۴۸ھ

تاڑ کا پھل پکنے سے پہلے کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال: بعض لوگ تاڑ کا پھل پکنے سے پہلے کھا جاتے ہیں اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

www.ahlehaq.org

الجواب

اگر اس میں نشہ پیدا نہ ہوا ہو تو کھانا جائز ہے اور نشہ پیدا ہو گیا ہو تو قدر سکرّ سے کم کھانا جائز ہے۔ قدر سکرّ کھانا حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

ظفر احمد عفی عنہ از تھانہ بھون

۱۷ محرم ۴۹ھ

دال میں پکنے کے بعد کیڑے نظر آئے تو اس کا کھانا کیسا ہے۔

سوال: دال میں اگر گھن لگ گیا ہو (یعنی جالا پڑ گیا ہو) اور پکنے کے بعد اس میں کیڑے نظر آتے ہوں تو ایسی دال کے کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

لا بأس بدود الزنبور قبل ان ینفخ فیہ الروح لان مالا روح لہٗ لا یسمّی میتۃ (خانیہ وغیرھا) قال ط ویؤخذ منہ ان أکل الجبن او الخل او الشمار کالنبق بدودہ لا یجوز ان نفخ فیہ الروح (شامی ج ۵/۲۹۹) سطر ۱۰۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کیڑوں میں جان پڑ گئی ہو تو دال کا مع کیڑوں کا کھانا جائز نہیں بلکہ کیڑوں کا صاف کرنا ضروری ہے اور جان نہ پڑی ہو تو جائز ہے۔"

ویجوز عند الشافعیہ مطلقًا بدلیل ما رواہ الطبرانی عن ابن عمر مرفوعًا نھی أن یفش التمر عما فیہ قال العزیزی ان من نحو سوس ودود ویجوز اکل دود الفاکھۃ معھا معسر تمیزہٗ۔ (ج ۳/۴۰۸) قلت ولا یخفی ان دود الطعام والشمار لیس من حشرات الأرض المنصوص حرمتھا فی المذھب وانّما اخذ الطحطاوی تحریمہ من مفھوم عبارۃ قاضی خان وغیرہ فلیس من المنصوص تحریمہ فی المذھب وقد ذھبت الشافعیہ إلی أکل دود الفاکھۃ معھا فکذا دود الطعام اذا تعسر تمیزہٗ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۲۸ ربیع الثانی ۵۶ھ

www.ahlehaq.org

کوّا حلال ہے یا حرام؟

سوال: عرض آنکہ غالباً مولانا رشید احمد صاحب مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں ہر قسم کے کوّے کی حلّت کا فتویٰ دیا ہے حالانکہ فقہ کی کتابوں سے تین قسم کے کوّے ثابت ہوتے ہیں۔ دو کے حلال ہونے کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ تیسرا جو زاغ سیاہ مردار خور اور غلیظ ہے اس کو ہر ایک نے حرام یا مکروہ لکھا ہے تو آیا یہ زاغ سیاہ مردار خور بھی حلال ہے اور کھانا جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کو ذرا وضاحت سے تحریر فرمائیے گا کیونکہ ادھر بہت شور برپا ہے۔

الجواب

قال فی الدّر: وحلّ غراب الزرع الّذی یأکل الحبّ والأرنب والقعق هو غراب یجمع بین اکل جیف وحبّ والأصح حلّه (ج ۵/۳۰۱)

اس سے کوّے کی دو قسموں کا حلال ہونا معلوم ہوا۔ مولانا گنگوہیؒ نے بھی ان ہی دو قسموں کو حلال کہا ہے۔ ہر قسم کو حلال نہیں کہا۔ جو لوگ ایسا کہتے ہیں مولانا پر افتراء کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ، شوال ۴۰ھ

مچھلی کو آلائش صاف کئے بغیر پکانے کا حکم

سوال: مچھلی میں کیا چیزیں حرام ہیں بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ پتہ حرام ہے لہٰذا جو مچھلی بہت چھوٹی ہے پتہ کی تمیز کرنا ممکن نہیں ہے اس کا کھانا کیا مکروہ تحریمی ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

قال فی رد المحتار: وفی سمک الصغار الّتی تقلی من غیر ان یشق جوفه فقال اصحابه (ای اصحاب الشافعیؒ) لا یحلّ اکله لأنّ رجیعه نجسٌ وعند سائر الائمه یحلّ (ج ۵/۳۰۱)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ چھوٹی مچھلی کو اگر بدون آلائش صاف کئے ہوئے بھی پکا لیا جائے تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک آلائش

www.ahlehaq.org

صاف کرنے کے بعد جائز ہے اور صغار کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ بڑی مچھلی کی آلائش صاف کرنا سب کے نزدیک واجب ہے۔ بدون صاف کئے کھانا جائز نہ ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چھوٹی مچھلی کو بدون پیٹ صاف کئے ہمارے نزدیک کھانا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

خرگوش کی کون سی قسم حرام ہے اور کون سی حلال؟

سوال: خرگوش حلال ہے یا حرام اور خرگوش کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس کے ہرن کے پاؤں جیسی کھُری ہوتی ہے وہ حلال ہے دوسرا جس کا پنجہ بلّی جیسا ہوتا ہے وہ حرام ہے مگر اوّل قسم کا خرگوش کسی جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ فقط نام ہی نام ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کا خرگوش کھایا وہ کس قسم کا تھا۔

الجواب

خرگوش حلال ہے۔ قال فی الخلاصۃ وجمیع ھوام الأرض الا الارنب فأنہٗ یحلّ أکلہ اھ (ج ۴/۲۰۴)

اور پہلی قسم کا خرگوش ہم نے بھی نہیں دیکھا۔ دوسری ہی قسم کا دیکھا ہے اور ہم اسی کو حلال سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا باقی یہ تصریح کہیں نہیں دیکھی کہ وہ کس قسم کا تھا، بظاہر پہلی قسم کسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۱ شعبان ۱۳۴۲ھ

پیرو مرغ حلال ہے یا حرام

سوال: پیرو مرغ حلال ہے یا حرام؟

الجواب

حلال ہے لأنہٗ لیس من ذی مخلب ولا من الخبائث۔
واللہ اعلم

www.ahlehaq.org

ماکول اللحم جانور کی کھال اور ہڈی کھانے کا حکم

سوال : چرم واستخوان حلال جانور کا کھانا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

کھال کو بالوں سے صاف کرکے کھانا جائز ہے اور ہڈی کا کھانا بوجہ ضرر کے مکروہ ہے اگر دواءً کھائے تو مضائقہ نہیں. بشرطیکہ آدمی اور خنزیر کی نہ ہو۔
ماکول اللحم کی ہڈی تو دوا میں خشک و تر دونوں جائز ہیں اور غیر ماکول کی خشک جائز ہے. تر جائز نہیں. البتہ نرم ہڈی جس کو چینی کہتے ہیں بوجہ عدم ضرر کے کھا لینا جائز ہے وان اضر فلا.

قال فی العالمگیریة : قال محمد ولا بأس بالتداوی بالعظم إذا کان عظم شاة اوبقرة أوبعیر اوفرس أوغیره من الدّواب الّاعظم الخنزیر والآدمی فإنه یکره التداوی بهما وماذکر من الجواب یجری علی اطلاقه إذا کان الحیوان ذکیًا لأن عظمه طاهر رطبًا کان أو یابسًا یجوز الانتفاع به بجمیع انواع الانتفاعات امّا اذا کان الحیوان میتًا فانما یجوز الانتفاع به إذا کان یابسًا ولا یجوز الانتفاع به اذا کان رطبًا. (ج۶/۲۳۶)

واللہ اعلم

ظفر احمد عفی عنہ از تھانہ بھون

خشک مچھلی کھانے کا حکم

سوال : ہمارے ملک بنگال میں ماہی گیر لوگ ایک قسم کی مچھلی پکڑ کر مع اس کی آلائش کے سکھا کر فروخت کرتے ہیں. اس سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر مچھلی چھوٹی ہو تب تو بدون غسل کے اس کا کھانا جائز ہے اور اگر بڑی ہو تو اندر سے خوب دھونے کے بعد کھانا جائز ہے. واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ ۲۲ ذی الحجہ ۴۲ھ

www.ahlehaq.org

حرام مغز کا کھانا حلال ہے یا حرام

سوال: معروض اینکہ آیا مغز حرام مرغ و ماہی خوردن روا است یا نہ ؟

الجواب

برحرمتِ مغز حرام ہیچ دلیل قائم نشد و اجزاء سبعہ از شاۃ مکروہ داشتہ اند دران ہم مغز حرام داخل نیست پس خوردنی آن حلال ست. واللہ اعلم

احقر ظفر احمد عفی عنہ

ایضًا - ایضًا

سوال: مسئلہ نخاع یعنی حرام مغز کی حرمت اکل تو کتب فقہ میں مصرح ہے. کیا وہ نجس بھی ہے یعنی اگر سالم مرغ کا یا اس کا ٹکڑا گوشت کے ساتھ پکایا جائے اور پکانے سے قبل حرام مغز نہ نکالا جائے جو ایک گونہ دشواری بھی ہے تو اس صورت میں کیا کل گوشت سالن نجس ہو جائے گا. مثمن پکانے میں اکثر سالم رہتا ہے اس واسطے بعض علما اس دیار کے مثمن کو قطعی حرام بتاتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ حرام مغز کا کھانا تو حرام ہے مگر وہ نجس نہیں. کلّا کا گوشت چھیل کر کھایا جائے اور ہڈی کو نہ چبایا جائے، حرام مغز کے ساتھ پھینک دے تو درست ہے جواب سے مطلع فرمائیں.

الجواب

حرام مغز کی حرمت کا مصرح ہونا ہم کو کتب فقہ میں نہیں ملا اگر آپ نے تصریح دیکھی ہو تو عبارت کتاب مع حوالہ صفحہ و جلد و باب لکھ کر مطلع فرمائیں اس کے بعد نجاست سے بحث کی جائے گی. ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون

۶ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۵ھ

کچا پیاز، لہسن اور حُقّہ کا حکم

سوال: کچا پیاز یا لہسن کھانا جائز ہے یا نہیں حقّہ پینا کیسا ہے ؟

الجواب

کچا پیاز و لہسن کھانا اور حقّہ پینا جائز ہے لیکن مسجد میں بدون منہ صاف

www.ahlehaq.org

کئے اور بدبو زائل کئے نہ جائے ورنہ کراہت تحریمہ کا مرتکب ہوگا. واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۷ رجب ۴۵ھ

جیوان کے انثیین کھانا حنفیہ کے نزدیک کیسا ہے

سوال : ماکول اللحم حیوانات کے (خصتین) انثیین کا عندالاحناف کیا حکم ہے. اگر مکروہ ہیں تو کراہت کیسی ہے ؟

الجواب

انثیین کا کھانا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے. واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲ رجب ۴۳ھ

چھوٹی مچھلیوں کو چاک کئے اور آلائش صاف کئے بغیر کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

سوال : ملک بنگال میں نہایت چھوٹی اور بچی مچھلیوں کی آلائش شکم جس میں پتا اور گوہ وغیرہ بھی شامل ہوتا ہے ان کے پیٹ یا گلے کاٹ کر نہیں نکالی جاتی، بجائے اس کے انگلیوں سے ان کے پیٹ یا گلے زور سے دباتے ہیں جس سے پیٹ پھٹ کر وہ آلائش نکل جاتی ہے پھر پانی سے خوب تر بتر دھو لیتے ہیں مگر کاٹی ہوئی جگہ سے پانی جس طرح اندر پہنچتا ہے اور آلائش دور کرتا ہے، پھٹی ہوئی جگہ سے ویسا ہونے میں شک ہے. اب سوال یہ ہے کہ اس طریقہ سے آلائش صاف کر کے جس میں بالکلیہ زائل ہونے میں شک ہے یہ مچھلیاں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

بہت چھوٹی مچھلی کا کھانا بدون چاک کئے اور آلائش صاف کئے بھی حلال ہے کما فی الشامی : و فی اسمک الصغار الّتی نقلی من غیر ان یشق جوفه فقال اصحابنا (ای الشافعی) لا یحل اکله لأن رجیعه نجس و عند سائر الائمه یحل اھ :

عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ

www.ahlehaq.org

الجواب صحیح

ظفر احمد عفی اللہ عنہ ۶ ذیقعدہ ۴۲ھ

یہ جواب لکھنے کے بعد سائل نے حاشیہ مالا بدمنہ کی عبارت ذیل سے اس پر شبہ کیا۔ ص ۱۱۴ حاشیہ مالا بدمنہ) والعبارۃ ہذہ۔ لکن ما ھی نہایت کوچک مکروہ تحریمی است و ھو الاصح ھکذا فی جواھر الاخلاطی ۲)

مگر اس کے بعد بھی حلّت ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔

لما فی غایتہ الحواشی و انواع السمک سواءٌ کان اسماکٌ صغیرا لا یمکن اخراج المرۃ عنھا او کبیرا کما فی السراج الوھاج ، حیث قال کل نوع من انواع اسمک الغیر الطافی حلال صغیرًا کان او کبیرًا وفی مختصر الوقایہ والھدایۃ وحل انواع السمک وکذا فی غیرھا ولم ستثن فی المتون الصغیر الّا الطافی وممقرر المتون یفتی علیہ کما فی جواھر الاخلاطی وفی المحور ان وقع التعارض بین المتون والفتاوٰی فالترجیح للمتون فالروایۃ الّتی فی بعض الفتاوی ان اسمک الصغار التی لا یخرج المرۃ عنھا حرام لا عبرۃ بھا فانھا مرجوحۃ اھ کما فی امداد المسائل (ج ۳/۴۳)

پس جس چھوٹی مچھلی میں سے پتا وغیرہ نکالنا ممکن نہ ہو وہ تو بدون چاک کئے اور آلائش صاف کئے حلال ہے البتہ وہ چھوٹی مچھلی کہ جس میں آلائش نکل سکتی ہے مگر چاک نہیں کرتا بلکہ دبانے پر کفایت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ سوال میں درج ہے۔ اس کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ جس کو اس طریق پر دھونے میں طہارت کا گمان غالب ہو اس کو کھانا جائز ہے اور جس کو طریق مذکور پر دھونے سے طہارت کا گمان غالب نہ ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ جب اخراج نجاست ممکن ہے تو بدون اخراج نجاست بالاتفاق حرام ہے۔ فی نتویر الابصار سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ صحیحۃ حلتا والّا حل الظرف لا المظروف وقال صاحب الدّر تحتہ کما لو خرجت من دبرھا

www.ahlehaq.org

لاستحالتها عذرة وقال الشامی تحت قوله عذرة فلو فرض خروجها غیر مستحیلة حلت ایضًا لان مناط الحرمة استحالها لا خروجها من الدبر (۵/۳۰۱) واللہ اعلم۔ احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ
۹ر ذیقعدہ ۴۳ھ

آوارہ مرغی کو تین دن تک بند رکھ کر ذبح کیا جائے یا اس کی ضرورت نہیں؟

سوال: آوارہ پھرتی ہوئی مرغی خرید کر اس کو ذبح کرکے کھانے میں کچھ حرج ہے یا اس کو تین روز تک بند رکھا جائے اور اس کا پالنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

آوارہ مرغی کو تین دن بند رکھنا افضل ہے اگر بدون بند رکھے ذبح کر لیا تو مکروہ نہیں۔ فی العالمگیریة (ج ۶/ ۱۹۴) ولا یکرہ إکل الدجاج المخلّی وإن کان یتنال النجاسة لأنہٗ لا یغلب علیہ اکل النجاسة بل یخالطها بغیرها وهو الحب والافضل أن یحبس الدجاج حتی یذهب ما فی بطنها کذا فی البدائع وفی الدرّ وقدر بثلاثة ایّام لدجاجة (ج ۵/ ۳۳۳)

البتہ اگر مرغی فقط نجاست ہی کھاتی ہو اور اس کی وجہ سے گوشت میں بدبو آنے لگے تو بند رکھنا ضروری ہے۔ کما فی الشامی (صفحہ مذکورہ)

وفی البزازیة ان ذالک شرط فی التی لا تأکل الّا الجیف الخ۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالکریم عفی عنہ

الجواب صحیح
ظفر احمد، ۱۴ صفر ۴۴ھ

www.ahlehaq.org

باب التداوی

گرگٹ اور چھپکلی کے روغن کو بطور دوا استعمال کرنا

سوال : ایک شخص کو گلے میں گلٹیاں ہیں اس کے واسطے طلاء گرگٹ و چھپکلی کو کڑوے تیل میں جلا کر اس میں حل کر کے اطباء تجویز کرتے ہیں. پس تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز، تو اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں نماز وغیرہ ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں ہر وقت دھونا یا پونچھنا اور اس بات کی احتیاط رکھنا کہ کپڑے ملوث نہ ہوں نہایت دشوار ہے بعض گرگٹ و چھپکلی میں خون بھی ہوتا ہے نیز جلتے وقت بہت ہی خفیف مقدار میں خود ان میں سے دہنیت بھی نکل کر روغن تلخ میں ملے گی اس کے قریب قریب تمام ادویہ اسی قسم کی ہیں.

الجواب

طبی جوہر مؤلفہ مولانا حکیم مصطفےٰ صاحب و مصدقہ حضرت حکیم الامت دام مجدہم" میں تحریر ہے. (مسئلہ) اگر تیل میں حشرات الارض جلا کر کوئلہ کر لئے گئے تو اس تیل کا کھانا اور لگانا اور اس جلے ہوئے کوئلہ کا کھانا اور لگانا سب درست ہے. کیونکہ بوجہ تبدیل ماہیت کے استخباث جاتا رہا ص۲۰ . دلائل رسالہ مذکورہ میں مفصل موجود ہیں. پس صورت مذکورہ میں اس تیل کا استعمال جائز ہے اور کپڑے بھی اس کے لگنے سے ناپاک نہ ہوں گے. واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ

مٹی سے دانت صاف کرنے کا حکم

سوال : مٹی سے دانت ملنے سے اگر فائدہ ہو اور درد کی شکایت دور ہوتی ہے تو جائز ہے یا نہ؟

الجواب

پاک مٹی سے دانت ملنا جائز ہے مگر اس کو حلق سے نیچے نہ اتارے کلی کر کے

www.ahlehaq.org

ٹھوک دینا چاہیئے۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

۱۸ محرم ۱۳۴۱ھ

انگریزی دوا کورو لپسل کا حکم

سوال: ایک انگریزی دوا جس کا نام ہموگلوبن سیرپ یا شربت ہے اس کے اجزاء میں مسمّی بہ سرخ "کورولپسل" ہے اس میں یہ چیز مشکوک معلوم ہوتی ہے جس کے بارے میں استفسار کر رہا ہوں کورلپسل وہ ریزہ ہے جو حیوان کے خون میں ہوتا ہے۔ یہ ایک سرخ ٹھوس چیز ہے خون کی طرح سیال نہیں۔ مگر خون کا ایک جز بنا رہتا ہے۔ فوق الذکر دواء کے بنانے میں اس چیز کا بھی استعمال کرتے ہیں اس کو بھیڑی کے خون سے بذریعہ فصد نکال کر لیتے ہیں اور خشک کر کے سفوف بناتے ہیں یا یونہی پیس لیتے ہیں۔ پھر اور ادویات مباحہ کے ساتھ ملا کر دوا تیار کرتے ہیں۔ کل اجزاء کو ملانے کے لئے غالباً آگ پر رکھ کر گرم بھی کرتے ہیں۔ یہ دوا قوت اعضاء رئیسہ اور بدن میں خون پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سرخ کورلپسل کیا خون کا ایک جز ہونے کی وجہ سے بعنوان اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ الخ مانند خون کے اس کا استعمال حرام ہوگا یا صرف اس کے جزء ہونے کی وجہ سے جو شکل میں خون سے علیحدہ اور دواء کے دوسرے اجزاء کے ساتھ مل کر اس کی ہیئت بدل جاتی ہے جائز سمجھا جائے گا؟ اس سوال کے متعلق یہ کہہ دینا شاید بہتر ہوگا کہ کسی خاص شخص کے مرض میں یہ دوا مفید ثابت ہوئی ایسی حالت میں جبکہ دوسری کسی دوا نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ مرض عام کمزوری اور جسم میں قلت خون ہے۔ یہ اگرچہ مہلک نہیں مگر آئندہ باعث فساد جسمانی ضرور ہے۔ اس دوا کا استعمال پہلے کرایا گیا تھا مگر توہم کراہیۃ شرعیہ کی وجہ سے استعمال بند کر دیا گیا حکم ارشاد فرمائیں۔

الجواب

قال فی مراقی الفلاح: وکل شئ من اجزاء الحیوان غیر الخنزیر لا یسری فیہ الدم لا ینجس بالموت کالشعر والمنقار والمخلب و بیضۃ القشر ولبن والانفحۃ فان

www.ahlehaq.org

کان الانفخة جامدة تطهر بالغسل والّا تغدر تطهیرھا اھ (ص ۹۷) چونکہ یہ ریزہ سخت اور ٹھوس بتلایا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں سریان دم نہ ہوگا جیسے عظم وغیرہ میں لہٰذا یہ جز پاک ہے اس کو دھو کر دوا میں شامل کر کے استعمال کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۷ ذی الحجہ ۴۴ھ

حرام اشیاء سے دوا تیار کرنے کا حکم سوال: فی زماننا سلطنت کی بے توجہی سے طب یونانی قریب قریب رخصت ہوگئی۔ پھر نہ ویسا علم و حافظہ نہ اتنا ذہن و فطانت کہ قبض و قارورہ سے جدید امراض کا اطباء کو پتا چلے۔ اس پر ایک طرف تو قوی میں کمزوری کہ بغیر سریع الاثر علاج تکلیف رفع نہیں ہوتی اور دوسری طرف مفلسی کہ ہر شخص یونانی دوا کی قیمت آسانی سے ادا نہیں کر سکتا۔ پھر گرانی اتنی کہ آمدنی قوت ہی کے لئے کفایت نہیں کرتی تو دوا کے لئے کیا بچے۔ ان وجوہ سے ہر شخص ڈاکٹر سے علاج کی طرف مائل بلکہ مضطر و مجبور ہے کہ اوّل تو ہر جگہ ڈاکٹر کا علاج آسان ہے پھر غریبوں کے لئے سرکاری ہسپتال ہیں جہاں دوا غذا بھی مفت ملتی ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے کہ ڈاکٹری ادویہ داخلی یا خارجی کے استعمال میں شراب و شحم خنزیر شامل ہے۔ مثلاً برانڈی کہ یہ تو خاص اشربہ اربعہ میں سے ہے اور بہت سے مرہم ہیں کہ ان میں شحم خنزیر اپنے مخصوص آثار کی وجہ سے شامل ہے اور یہ سب اجزاء یقیناً بہ نصّ قطعی نجس و حرام ہیں، اس وقت دنیا کی حالت مجموعی طور پر ایسی ہے کہ "الّا ما اضطررتم الیہ" میں داخل کی جا سکتی ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں اگر تداوی بالمحرم پر فتویٰ ہو تو مناسب ہوگا کہ مسلمان بہت سی آفتوں سے بچ جائیں گے۔

(۲) اگر ان علماء کے قول پر عمل کیا جائے جو تداوی بالمحرم کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک مسلمان کو ان ادویہ کی بیع بھی جائز ہے یا نہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ برانڈی تو خالص شراب انگور ہے جو کمزور مریض کو استعمال کرائی جاتی ہے اور شحم خنزیر کا مرہم بہت ہی شدید زہریلے زخموں میں کام آتا ہے اور اگر ان کی بیع جائز نہ ہو

www.ahlehaq.org

تو مسلمان بغیر احتیاج کفار تداوی بالمحرم کے فتویٰ سے منتفع نہیں ہو سکتے آیا محض دواء ایسی ادویہ کی بیع مسلمان کو کسی طور پر جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

تداوی بالمحرم صرف اس وقت جائز ہے جبکہ کوئی طبیب مسلم حاذق یا مسلمان ڈاکٹر حاذق یہ کہہ دے کہ اس مرض کے لئے صرف ایک دوا ہے اس کے قائم مقام کوئی دوا نہیں۔ اگر اس کے قائم مقام کوئی دوا ہو مگر اس سے شفاء دیر میں ہوگی اور محرم میں جلدی ہوگی تو اس میں دو قول ہیں۔

قال فی الھندیہ : وان مریضًا اشار الیہ الطّبیب بشرب الخمر روی عن جماعۃ من آئمہ بلخ أنہ ینظر ان کان یعلم یقینًا أنہ یصح حل لہٗ التناول اھ یجوز لعلیل شرب البلول والدم واکل المیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاءٗ فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہٗ وإن قال الطبیب یتعجل شفاءك" فیہ وجہان ھل یجوز شرب القلیل من الخمر للتداوی إذا لم یجد شیئًا یقوم مقامہٗ فیہ وجہان۔ اھ (ج ۶/۲۳۶)

پس جن دواؤں میں برانڈی یا شحم خنزیر کا ہونا معلوم ہو ان کا استعمال بدون شرط مذکور کے جائز نہیں اور والاّ ما اضطررتم الیہ" میں اس کو داخل کرنا عجیب فہم ہے۔ اضطرار اسباب یقینہ میں ہوا کرتا ہے اور تداوی وعلاج اسباب مظنونہ میں سے ہے۔ فلا اضطرار فیہ اصلاً حتیٰ لو ترك الدواء ومات لم یأثم، ولو شرب الخمر وھو عطشان ومات اثم لتیقّن زوال العطش شربھا وعدم تیقن زوال المرض بہ فافترقا۔

(۲) قال فی الھندیۃ: وأکل الترياق یکرہ إذا کان فیہ شیٔ من الحیات وان باع ذالك جاز اھ (ج ۶/۲۳۶)

www.ahlehaq.org

اس سے ان ادویہ کا جواز بیع مفہوم ہوتا ہے جن میں شئ محرم ملی ہوتی ہے بیع خالص محرم کی ناجائز ہے جیسے خالص شراب یا خالص شحم خنزیر اور مخلوط بالحرام کی بیع جائز ہے۔ کالسرقین المخلوط بالشواب یجوز بیعہ۔

باقی یہ علت لغو ہے کہ مسلمان تداوی بالمحرم میں کفار کے محتاج ہوں گے۔ آخر کون سی تجارت ہے جس میں کفار سے مسلمانوں کو استغناء ہے۔ پس احتیاج الی الکفار میں حرج کیا ہے جبکہ ہم مباحات میں بھی ان سے مستغنی نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر
ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۲۸ محرم ۱۳۴۳ھ

بحالت مجبوری بیوی کو مانع حمل دوا کھلانا

سوال: میری شادی کو ہوئے ۹ سال ہوئے اور آٹھ اولاد میرے گھر سے ہوئیں جن میں سے تین حیات ہیں اور پانچ فوت ہو گئے جو حیات ہیں ان کی عمر ایک کی آٹھ سال، ایک کی پانچ سال اور ایک کی گیارہ یوم ہے۔ سب سے پہلے میرے گھر میں ایک لڑکا ہوا جو حیات ہے۔ خدا کے فضل سے اس کی عمر آٹھ سال ہے۔ اس کے بعد ایک لڑکی ہوئی جو بچوں کی بیماری میں فوت ہو گئی۔ اس کے بعد ایک لڑکا ہوا وہ بھی مر گیا۔ اسی طرح باقی بچے بھی مر گئے ہیں اب کے جو بچی ہوئی اس نے بھی اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا، بکری کا دودھ پی رہی ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے گھر میں وقت حمل مولوی نذیر احمد صاحب دیوبندی کا علاج کرایا جو بچوں کے علاج میں اچھے مانے جاتے ہیں۔ میری بیوی جو بچوں کو مرتے دیکھتی ہے اور صدمہ کرتی ہے جس کا اثر اس کے جسم اور صحت پر پڑتا ہے۔ قریب قریب ہر بچے کی پیدائش میں بیوی کو بخار اور کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ اب کی لڑکی پیدا ہونے پر تو اس کی زندگی کی بھی امید جاتی رہی تھی۔ ان سب کو دیکھتے ہوئے کیا میں اپنے گھر میں ایسی دوا کھلا سکتا ہوں جس سے بچہ نہ پیدا ہو یا ایسی دوا جو دو تین چار سال تک بچہ پیدا نہ ہونے دے۔

الجواب

ویعزل عن الحرۃ باذنہا لکن فی الخانیہ انہ یبالہ فی

www.ahlehaq.org

رما ننالفساده قال الكمال فليعتبر عذرا مسقطا لاذنها اه
درمختار: وقال الشامی (تنبیه) اخذ فی النهر من هذا
ومما قدمهٗ الشارح عن الخانیه والكمال أنه يجور لها
سدّ فم رحمها كما تفعلهٗ النساء مخالفا لما بحثه فی البحر
من أنه ينبغی ان يكون حراما بغير اذن الزوج قياسا
على عزله بغير اذ نها قلت لاكن فی البزازية أن لهٗ
منع امرأته من العزل اه نعم النظر إلى فساد الزمان
يفيد الجواز من الجانبين اه وقد بين الشامی قبل ذالك
جواز اسقاط الحمل قبل نفخ الروح فيه لعذر ونصه
قال ابن وهبان ومن الأعذار ان ينقطع لبنها بعد
ظهور الحمل وليس لابی الصبی ما يستأجر به الظئر
و يخاف هلاكه اه (ج ۲/ ۶۶۳)

ولا يخفی ان الصورة المسئولة اهون من الاسقاط
بكثير واهون من العزل بلا اذن ايضاً بل هو يشبه
العزل برضا الجانبين فيجوز ای مع كراهة التنزية
بلا عذر وبدونها به .

صورت مسئولہ میں عذر مذکور کی وجہ سے مانع حمل دوا کھلا دینا جائز
ہے اور بدون عذر کے کراہت سے خالی نہیں .

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ
۹ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۵ھ

ٹاٹڑی دوا اور سپرٹ کا حکم | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ
تبدیل ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے جیسے شراب انگوری سرکہ ہو جائے تو حلال و
پاک ہو جاتا ہے۔ اب بعض ادویہ انگریزی کا حال بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
مثلاً ٹاٹڑی کو لکھا ہے کہ انگوری شراب کو پیپوں سے نکال کر جو تلچھٹ یا برابروں

www.ahlehaq.org

میں لگی رہتی ہے اس سے ٹاٹری بناتے ہیں کہ شراب ڈال کر ادویہ کو حل کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو خشک جوہر بناتے ہیں تو ایسے شرعًا قلب ماہیت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اور شراب مثلث حکم میں اسپرٹ کے آتا ہے یا نہیں بلکہ مثلث سے بظاہر اسپرٹ شراب میں یہ بات زیادہ ہے کہ اڑ جاتی ہے۔ ٹارٹرک ایسڈ یا ٹاٹری (یا املی کا ست یا انگور کا ست) آب انگور کی شراب بننے کے بعد جو چیز شراب کے پیپوں میں لگی رہ جاتی ہے اس کو ٹارٹار یعنی درد شراب کہتے ہیں اسی درد شراب سے پوٹاسم ٹارٹریٹ بنائی جاتی ہے۔

(منقول از کتاب غلام جیلانی ص ۵۰۲) اور اس پوٹاشم سے ٹارٹرک ایسڈ جہنجریڈ کا فوڈ اسپنس آب جنجر سونٹ ایک حصہ الکہال[ع] حسب ضرورت ایکٹی فائڈ اسپرٹ میں سے کاربونیٹ آف پوٹاسم یا کلورائڈ آف کیلشم کے ذریعہ اس کو کشید کرنے سے خالص الکحل حاصل ہوتا ہے۔ (حصہ اوّل ص ۶۲۳)

ولایتی عرق لیمن یا لیمن جوس ——— ، عرق لیموں زیادہ عرصہ تک رکھنے سے خراب ہو جاتا ہے۔ اگر اس میں دس فیصد الکہال ملا دیں تو وہ پھر پکڑتا نہیں۔

الجواب

ٹاٹری سے متعلق صرف تحریر غلام جیلانی سے اس امر کا انکشاف نہیں ہوا کہ ٹاٹری میں خمر کی حقیقت منقلب ہو جاتی ہے یا نہیں اس لئے بنانے والوں سے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ باقی اسپرٹ کو شراب مثلث پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ مثلث میں اجزاء خمریہ نکل جاتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ مسکر باقی نہیں رہتا اور اسپرٹ میں سکر باقی رہتا ہے اور انجرات شئ نجس کے جس چیز پر لگیں اگر انجرات لگنے سے وہ شئ تر ہو جائے تو ناپاک ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ

۲۲ جمادی الثانیہ ۴۵ھ

ع الکہال انگریزی لفظ ایلکہال سے مشتق ہے۔ عربی لفظ الکحول سے جس کے معنی اصطلاح کیمیا میں نہایت مقطر یا روح کے ہے مگر اب اس لفظ کا اطلاق مطلق روح شراب پر ہوتا ہے۔

www.ahlehaq.org

"اوکاسا" دوا کے استعمال کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علما دین اس بارے میں کہ ایک دوائی جس کا نام "اوکاسا" ہے. جانوروں مثلاً بندر کے غدود سے تیار کی جاتی ہے اس میں سوکھا ہوا جگر بھی شامل کیا جاتا ہے. سب سے زیادہ فائدہ یہ دوائی جریان، احتلام اور نامردی وغیرہ جیسے امراض کو پہنچاتی ہے اس کے نافع ہونے کی تصدیق تمام دنیا کے مشہور ڈاکٹر کرتے ہیں. متعدد بین الاقوامی تمغہ جات اس کے موجد جرمن ڈاکٹر حاصل کر چکے ہیں. کیا کسی مسلمان کو اس کے استعمال کی شرعًا اجازت دی جا سکتی ہے.

الجواب

تمغہ جات اور تصدیقات سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ جس مریض کے متعلق کوئی مسلمان طبیب یہ تجویز کر دے کہ اس سے ضرور نفع ہوگا اور دوسری کوئی جائز دوا تیرے لئے مفید نہیں ہے تب ناجائز دوا کا استعمال جائز ہو جاتا ہے کما صرح بہ صاحب الدر المختار فی فصل فی البیع من الحظر والاباحۃ.

تتمۃ السوال

اور اگر بالفرض معمولی حالات میں اس کا استعمال جائز نہ ہو تو کن خاص حالات میں اس کی اجازت ہو سکتی ہے مثلاً کسی شخص کو نامردی موذی جیسا مرض لاحق ہو.

تتمۃ الجواب

اس میں ایذاء کہاں سے آئی

تتمۃ السوال

اور عام علاج سے کوئی فائدہ مرتب نہ ہوتا ہو تو اس کا مریض اس دوائی کے استعمال کا حق رکھے گا.

تتمۃ الجواب

درحقیقت یہ مرض نہیں ضعف ہے اور تحصیل قوت کے لئے حرام دوائی کا استعمال کسی طرح جائز نہیں پس نامرد کسی حال میں اس دوا کو استعمال نہیں کر سکتا. کما فی الشامی تحت قول الدر (للتداوی) ای من مرض او نهر ال الیه لا لنفع ظاهر کالتقوی علی الجماع کما قدمناه ولا للسمن کما فی العنایۃ (ج/۳۸۳)

احقر عبدالکریم عفی عنہ از تھانہ بھون ۱۵ شوال ۵۱ھ

www.ahlehaq.org

کتاب اللّباس والزّینۃ

کُرتے کی آستین کی لمبائی کتنی ہونی چاہیئے

سوال: کیا کُرتے کی آستین کی لمبائی ہاتھ کے گٹے تک ہونی چاہیئے یا کہ گٹا بالکل چھپ جانا چاہیئے۔

الجواب

قال الملا علی القاری فی شرح الشمائل ص ۱۱۰ ج ۱ قال الجزری فیہ دلیل علی ان السنۃ ان لا یتجاوز کم القمیص الرسغ واما غیر القمیص فقالوا السنۃ فیہ لا یتجاوز رؤس الأصابع من جبّۃ وغیرھا وفی شرح الشمائل للمناوی واخرج سعید بن المنصور والبیھقی عن علی رضی اللہ عنہ أنہ کان یلبس القمیص ثم یمد الکم حتیٰ اذا بلغ الاصابع قطع ما فضل ویقول لا فضل للکمین علی الأصابع اھ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کرتہ کی آستین گٹے تک ہونی چاہئے اور چونکہ غایۃ اکثر مغیبۃ سے خارج ہوتی ہے اس لئے گٹے کا کھلا رہنا بہتر ہے اور ہاتھ کی انگلیوں سے آستین کا بڑھا ہونا خلاف سنت ہے۔ واللہ اعلم۔

احقر ظفر احمد عفی عنہ

۱۵ محرم ۴۰ھ

ولایتی کپڑوں کے جلانے اور مال کے ضائع کرنے کا حکم

سوال: ایک اسلامی اخبار میں ایک مضمون ہماری نظر سے گزرا ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ کپڑا جلانا اسراف بیجا نہیں) اور اس سرخی کے تحت لکھا ہے کہ حضرات علماء کرام کی آواز گاندھی کی سودیشی دفعہ پر متفق ہے۔ آگے چل کر صحیح مسلم کی ایک روایت لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

www.ahlehaq.org

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ من ثیاب الکفّار فلا تلبسھما وفی روایۃ قلت اغسلھما قال بل احرقھما رواہ مسلم۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسم رنگ کے لباس کو آپؐ نے کفار کا لباس فرمایا اور جب عرض کیا کہ رنگ دھوڈالیں تو فرمایا کہ نہیں بلکہ جلا ڈالو۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ میرے نزدیک ایسے کپڑوں کا (مراد ولایتی کپڑا ہے) جلا دینا فرض ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دشمنِ اسلام اسلام کو فنا کرنے کے لئے کسی طریقے کا پابند نہیں اسلام بھی مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی مدافعت میں کسی خاص طریق کے پابند نہ رہو اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ آیا بحالت موجودہ مسلمانوں کو ولایتی کپڑے کا جلا دینا جائز ہے یا اس سے بڑھ کر فرض واجب ہے یا کہ نہیں۔

الجواب

صورت موجودہ میں مسلمانوں کو اپنے کپڑے کو جلانا جائز نہیں۔

عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ کسرہ لکم ثلاثا۔ قیل وقال اضاعۃ المال وکثرۃ السوال: رواہ البخاری واللفظ لہٗ ومسلم وابوداؤد۔

باقی اخبار کے مضمون نگار نے جس حدیث سے اس کے جواز پر استدلال کرکے اس کو فرض قرار دیا ہے یہ استدلال بالکل صحیح نہیں کیونکہ جس حدیث سے اضاعت مال کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ عام ہے اور عبداللہ بن عمر کا واقعہ خاص ہے جو کہ احادیث میں مختلف الفاظ سے مذکور ہے جن میں باہم تعارض ہے۔ چنانچہ ایک طریق مسلم کا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

انک امرتک بھذا فقلت اغسلھما قال بل احرقھما

اور روایت نسائی کے یہ الفاظ ہیں:

www.ahlehaq.org

عن عبد اللہ بن عمر انہٗ اتی النبی صلی اللہ علیہ و علیہ ثوبان معصفران فغضب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال اذھب فاطرحھما عنک قال این یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی النار۔ وسکت عنہ النسائیؒ اور ابوداؤد واحمد وابن ماجہ کے یہ الفاظ ہیں.

عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال ھبطنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثنیۃ فالتفت الیّ وعلیّ ریطۃٌ سفرّجۃ بالعصفر فقال ما ھذہ الریطۃ علیک فعرفت ماکرہ فاتیت أھلی وھم یسجرون تنوراً لھم قفذفتھا فیہ ثم اتیتہٗ من الغد فقال یا عبد اللہ ما فعلت الریطۃ فاخبرتہٗ فقال افلا کسوتھا بعض اھلک فانہٗ لا بأس بھا للنساء اھ رجالہ ثقات وعمرو بن شعیب الجمھور علی توثیقہ والاحتجاج برأویتہٖ عن ابیہ عن جدہٖ وکذا فی الترغیب للمنذری قال فی النیل قولہ لبعض اھلک یعنی زوجتہٗ او بعض نساء محارمہ واقاربہ وفیہ دلیل علی جواز لبس المعصفر للنساء وفیہ الانکار علی إحراق الثوب المنتفع بہ لبعض الناس دون بعض لانہٗ من اضاعۃ المال المنھی عنھا اھ۔

پس یہ روایت ابوداؤد اور روایت مسلم کے معارض ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے عبداللہ بن عمرؓ کو اس کپڑے کے جلا دینے کا حکم دیا تھا اور اس سے یہ معلوم ہے کہ جب انہوں نے اس کو جلا دیا اور حضورؐ کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے اس پر انکار فرمایا کہ تم اپنے کسی گھر والے کو وہ کپڑا کیوں نہ پہنا دیا کیونکہ عورتوں کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہے اھ اب ان روایتوں کی تطبیق میں فقہا و محدثین نے مختلف توجیہیں بیان فرمائی ہیں. بعض نے ان سب روایات کو ایک ہی واقعہ پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ احرقتہما سے

www.ahlehaq.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود حقیقۃً جلا دینا نہیں تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کو اپنے پاس سے دور کر دو۔ خواہ بیچ دو یا کسی کو دے دو۔ آپؐ نے مبالغہ کے طور پر سختی انکار کے لئے اس مراد کو مجازاً احراق سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع میں یہ کہا کرتے ہیں کہ چولہے میں ڈالو۔ جس سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ سچ مچ جلا دو بلکہ صرف اظہار نفرت اور اس چیز کے علیحدہ کر دینے کی ترغیب مدنظر ہوتی ہے اور اس تاویل کی تائید روایت نسائی سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال اذھب فاطرحھما عنك۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ جاؤ ان کپڑوں کو اپنے سے جدا کر ڈالو۔ قال این یارسول اللہ قال فی النار: انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کہاں ڈال دوں، فرمایا کہ آگ میں جھونک دو، اس روایت میں صاف تصریح ہے کہ حضورؐ نے اوّلاً ان کو یہی حکم دیا تھا کہ ان کو اپنے سے جدا کر دو پھر جب صحابی نے دوبارہ سوال کیا تو آپؐ نے سختی کے ساتھ فرمایا کہ چولہے میں ڈالو۔ یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ روایت نسائی اور روایت مسلم جس میں احرقھما کا لفظ ہے دونوں کے راوی طاؤس ہیں اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت احرقھما، بصیغہ اُمر روایت بالمعنی ہے کہ فی النار کے بجائے اس کے مضمون کو صیغۂ امر سے راوی نے بیان کر دیا۔ غرض آپ نے تو فی النار یا احرقھما سے مجازاً ان کپڑوں کا علیحدہ کرنا مراد لیا تھا مگر عبداللہ بن عمر اس کے حقیقی معنی سمجھے اور جا کر ان کو جلا دیا۔ اگلے دن جب وہ آئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے اس فعل پر انکار کیا اور فرمایا کہ تم نے اپنے گھر کی عورتوں میں سے کسی عورت کو وہ کپڑا کیوں نہ پہنا دیا۔ کیونکہ ان کے لئے اس کا مضائقہ نہ تھا۔

(مرقات ص ۱۲۴ ج ۴) میں ہے۔ قال القاضی قیل اراد بالاحراق افناء الثوبین ببیع او ھبۃ ولعلہ استعار بہ عنہ للمبالغۃ والتشدید فی النکیر وانما لم باذن فی الغسل لأن المعصفر وان کان مکروھا للرجال فھو غیر مکروہ للنساء۔ فیکون غسلہ تضیعًا واتلافًا للمال ویدل علی ھذا التاویل ماروی انہ أتی اھلہ وھم یسجرون التنور فقذفھا فیہ ثم لما کان

www.ahlehaq.org

الغد اتاه فقال لهٗ یا عبد اللہ ما فعلت فأخبرہ فقال افلا کرتھا بعض اھلک فأنہٗ لا بأس بھما للنساء ثم قال فانھما فعل عبد اللہ ما فعل لما رأی من شدّۃ کراھۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یفھمہ الظاھر أو لتوھمہ عموم الکراھتہ والحمل علی الاخیر اولیٰ۔

اور بعض علماء نے ان روایات کو متعدد واقعات پر محمول کرکے تعارض کو رفع کیا ہے مگر یہ تاویل بعید ہے کیونکہ ایک صحابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے بعد دوبارہ اسی فعل کا صادر ہونا بہت مستبعد ہے. بہرحال ان بعض علماء نے یہ توجیہہ بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عبداللہ بن عمرؓ کو نرمی سے منع فرمایا تھا کہ یہ لباس کفار کا ہے اس کو نہ پہنو مگر وہ بھول گئے اور دوبارہ پھر اس کو استعمال کیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غصہ آیا اور آپ نے ان کو بطور سزا کے حکم دیا کہ ان کو جلا دو، تاکہ اس نقصان کے بعد یہ ممانعت بخوبی یاد رہے۔

قال النوویؒ واما الأمر بأحراقھا فقیل ھو عقوبۃ و تغلیظ لزجرہ وزجر غیرہ عن مثل ھذا الفعل و ھذا نظیر أمر تلک المرأۃ التی لعنت الناقۃ بارسالھا وأمر اصحاب بریرۃ بہ بیعھا وانک علیھم اشتراط الولاء ونحو ذالک. واللہ اعلم ص ۱۹۳ ج ۱ مسلم شریف۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حبس روایت سے مضمون نگار نے کپڑوں کے جلانے کو بصورت موجودہ جائز بلکہ فرض قرار دیا ہے. یہ دین میں بہت بڑی تعدّی اور تحریف ہے. کس قدر افسوس ہے کہ آج کل بعض نام کے مولوی ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ گاندھی کے منہ سے جو کچھ نکلے اس کو گڑھ مڑھ کر شریعت میں ٹھونس دینا چاہیئے بھلا پھر اس صورت میں نصرتِ الٰہی مسلمانوں کا ساتھ دے سکتی ہے. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

اہلِ علم نے اس تفصیل سے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ اس حدیث میں جس

www.ahlehaq.org

سے مضمون نگار نے استدلال کیا ہے توجیہہ اوّل کی بنا پر تو احراق کا حکم ہی نہیں۔ بلکہ احراق سے مجازاً ان کپڑوں کا علیحدہ کرنا مقصود تھا۔ پھر دوسری روایت میں عبداللہ بن عمر کے فعل احراق پر حضورؐ کا انکار فرمانا مصرّح ہے اور دوسری توجیہہ بعید پر اگر یہ مان لیا جائے کہ آپؐ نے ان کو احراق کا حکم دیا تو اس کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ بن عمروؓ نے حضورؐ کی ممانعت کے بعد ایسا رنگین لباس پہنا تھا جس کا پہننا مردوں کے لئے حرام اور اس کا استعمال کفّار کا شعار تھا (کما یظھر من قولہ انھما من ثیاب الکفّار) اس لئے آپؐ نے بطور سزا اور جرمانہ کے احراق کا حکم فرمایا۔ پس مستدل بتلائے کہ صورت موجودہ میں وہ مسلمانوں کو کپڑے جلانے کا حکم کس جرم کی سزا میں دے رہا ہے اور یہ بھی بتلائے کہ مسلمانوں پر جرمانہ مالی عائد کرنے کا آیا بجز امام کے کس کو حق ہے وہ ہرگز اس کو ثابت نہیں کر سکتا اور اگر وہ کہے کہ ہم کفّار کو جلانے اور غیظ دلانے کے لئے ولایتی کپڑے جلانے کا حکم دیتے ہیں تو اس کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کو احراقِ ثیاب کا حکم کفار کو غیظ دلانے کے لئے فرمایا تھا وہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضورؐ بعد میں یہ نہ فرماتے کہ تم نے اپنے گھر کی کسی عورت کو وہ کپڑا کیوں نہ پہنا دیا اور اگر وہ واقعہ بنی نضیر سے استدلال کرے کہ حضورؐ نے یہود بنی نضیر کے باغات اور کھجوریں اور کھیتیاں جلوا دی تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک وہ مال مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا تھا کیونکہ اس وقت تک آپ یہود کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور جنگ ختم نہ ہوئی تھی تو وہ مال کفار حربین کا مال تھا جو کہ معصوم نہیں۔ اس لئے اس کا جلا دینا جائز تھا۔ یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضورؐ نے کفّار کو غیظ دلانے کے لئے مسلمانوں کا مال جلا دیا ہو اور کسی کو یہ شبہ ہو کہ ان احادیث سے جواز احراق اگرچہ ثابت نہ ہو مگر مسلم کی روایت سے اتنا تو معلوم ہوا کہ ثیاب کفّار کا پہننا جائز نہیں (لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ ثیاب الکفّار فلا تلبسھما) اور ولایتی مال بھی کفار کا لباس ہے کیونکہ ان کے ملک سے آتا ہے اور کفّار اس کو پہنتے ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہونا چاہیئے اور اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث

www.ahlehaq.org

مسلم میں ثیاب کفار سے یہ مراد نہیں ہے کہ چونکہ یہ کپڑا کفار کا بنا ہوا ہے اور ان کے ملک سے آیا ہے اس لئے اس کو نہ پہنو۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس خاص رنگ کا استعمال مردوں میں ہونا کفار کا شعار ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں کسم کا رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لئے اب تک حرام ہے اور معنی اوّل اس لئے غلط ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کفار کے ملک کا کپڑا بلا تکلف استعمال کرتے جو کفار ہی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ چنانچہ زاد المعاد جلد اوّل میں ہے:

وفی الصحیحین عن قتادة قلت لانس ای اللباس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الحبرة والحبرة برد من برد ایمن فان غالب لباسهم کان من سبج الیمن لأنها قریبةٌ منهم وربما لبسوا ما یجلب من الشام ومصر کالقباطی المنسوجه من الکتان التی کانت تنسجها القبط (ج ۱ ص ۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر یمن کا کپڑا پہنتے تھے۔ کیونکہ وہ قریب تھا اور ظاہر ہے کہ یمن کے لوگ آپ کی حیات میں سب مسلمان نہ ہوئے تھے۔ نیز آپ نے شام اور مصر کا کپڑا بھی استعمال کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت خالص کفار کا ملک تھا اور وہاں کا کپڑا کفار ہی کا بنا ہوا تھا۔ نیز آپؐ نے فارس کا بنا ہوا کپڑا بھی پہنا ہے اور یہ ملک تھا جہاں کے بادشاہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اس وقت وہاں کے لوگ سب کافر تھے۔

وفی صحیح مسلم عن اسماء بنت أبی بکر قالت هذه جبة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فأخرجت جبة طیالسیةٌ کروانیة (وفی روایة خروانیة) لها لبنة دیباج وفرجاها مکفوفان الخ۔

پس کفار کے ملک کا کپڑا یا ان کا بنا ہوا استعمال کرنا ہرگز حرام نہیں۔ البتہ ان کی وضع اور ہیئت اور شعار کو اختیار کرنا حرام ہے۔ اب آپ اس سے فیصلہ کر لیجئے کہ آج کل کپڑوں کے جلانے سے اتباع شریعت کہاں تک مقصود ہے کہ شریعت نے کفار کے ملک کا کپڑا اور ان کا بنا ہوا کپڑا استعمال کرنا جائز کیا ہے اس کو تو یہ

www.ahlehaq.org

لوگ حرام کر رہے ہیں اور شریعت نے کفار کی وضع قطع ہیئت کو منع کیا ہے اس کو یہ لوگ اختیار کر رہے ہیں کہ اگر گاڑھے کا کپڑا ہی پہنیں گے تو اس کو کوٹ پتلون کی وضع پر سلوائیں گے۔ نعوذ باللہ من ھذہ المعاندہ للشریعۃ المطھرۃ۔

پس ہمارے نزدیک دلائل شریعت سے ولایتی کپڑا کا استعمال بالکل جائز ہے مگر واجب بھی نہیں اس لئے اگر کسی مصلحت کے لئے ولایتی مال کو چھوڑ کر دیسی مال اختیار کر لیا جائے اور اعتقاداً اس کو بھی جائز سمجھا جائے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ مصلحت پر نظر کر کے اچھا ہے۔ اس سے آگے بڑھنا شریعت کی تحریف ہے اور مضمون نگار نے آخیر میں جو لکھا ہے کہ دشمنِ اسلام اسلام کے تباہ کرنے کے لئے کسی طریق کا پابند نہیں۔ اسلام بھی مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ تم بھی مدافعت میں کسی خاص طریق کے پابند نہ رہو۔ الخ

اس پر میں مضمون نگار سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی یہ اجازت باین الفاظ ہم کو کہیں دکھلا دیں اور یہ بھی بتلا دیں کہ کیا شریعت نے اس کا بھی حکم کیا ہے کہ دشمن کی مدافعت میں تم جو کچھ کرو اس کو فرض و واجب بنا کر کرو اور دین میں تحریف کر دیا کرو۔ کیا مضمون نگار کے نزدیک اگر کسی وقت کفار مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے لگیں تو اسلام مسلمانوں کو بھی یہ اجازت دے گا کہ وہ بھی مدافعت میں کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے لگیں اور کسی خاص طریق کے پابند نہ رہیں۔

افسوس مضمون نگار نے اسلامی تعلیم کو کس غلط طریقہ سے بُرے عنوان میں بیان کیا ہے اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے، جس میں عدل و صبر کی غایت درجہ رعایت اور حد سے آگے بڑھنے کی پوری ممانعت ہے۔

واللہ اعلم۔

حررہ احقر الطلبہ
ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۶ محرم ۴۰ھ

عینک کی کمانی سونے کی بنانے کا حکم

سوال: چشمہ یعنی عینک جو کہ آنکھ میں بینائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا فریم یعنی کمانی اگر سونے کی ہو تو استعمال جائز

www.ahlehaq.org

ہے یا نہیں؟

الجواب

عینک کی کمانی سونے اور چاندی کسی کی جائز نہیں۔

قال فی الدّر: وکذا الاناء المصبب بذهب أو فضّة والکوسی المصبب بهما وحلیة مرآة (وفی المنح والهدایة وغیرهما حلقة مراة بالقاف قال فی الکفایة والمراد بها التی تکون حوالی المرآة اه شامی) (مصحف لهما الی أن قال ولم یضع یده موضع الذهب والفضة الخ (ص ۳۲۷ ج ۵)

پس عینک کی کمانی حلقۂ مراۃ کے مشابہ ہے اور وہ اس شرط سے جائز ہے کہ چاندی اور سونے کی جگہ پہ ہاتھ نہ رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ عینک کا لگانا بدون کمانی کو ہاتھ لگائے دشوار ہے۔ اس لئے ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد، ۲۶ محرم سنہ ۴۰ھ

ریشمی رومال اور ٹسّر سے بنے ہوئے عمامہ کا حکم

سوال: (۱) کیا رومال ریشمی مردوں کو استعمال کرنا درست ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ درست ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں، رومال لباس میں داخل نہیں۔ (۲) بہاگلپوری صافہ کو بعض لوگ کہتے ہیں ریشم ہے اس کا استعمال جائز نہیں۔ حضور تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) ریشمی رومال کا کندھے پر ڈال کر چلنا یا گلے میں باندھنا یا اس سے منہ ہاتھ پونچھنا جائز نہیں کہ یہ داخل استعمال ہے اور اگر اس میں روپے پیسے باندھ کر جیب میں ڈال لیں تو جائز ہے۔

قال فی الدّر: وکذا تکره القلنسوة وان کانت تحت العمامة والکیس الذی یعلق اه قال الشامی والظاهر ان اراد بالکیس المعلق نحو کیس التمائم المسمّاة بالحمائل بخلاف کیس

www.ahlehaq.org

الدراهم إذا كان يضعه في جيبه مثلاً بدون تعليق۔
وفی القنیة دلال یلقی الثوب الدیباج علی منکبیه للبیع یجوز اذا لم یدخل یدیه فی الکمین وقال الکرابیسی فیه کلام بین المشایخ اھ ووجه الاوّل ان القاء الثوب علی الکتفین انّما قصد به الحمل دون الاستعمال فلم یشبه اللبس المقصود للإنتفاع تأمل اھ (ج ۵/ ۳۴۷)

قلت ولا شك ان المندیل یلقی علی المنکبین بقصد الاستعمال فیکره وفی القنیة انه تکره اللفافة الابریسمیة والظاهر ان المراد بها شی یلف علی الجسد او بعضه لا ما یلف به الثیاب تامل اھ

(۲) ہم کو بھی تحقیق ہوئی ہے کہ ٹسّر ریشم ہے اور بہاگلپوری عمامے اکثر ٹسر ہی کے ہوتے ہیں۔ پس اگر تانا بانا دونوں ٹسّر ہے تو استعمال ناجائز ہے اور اگر بانا سوت کا ہو تو جائز ہے۔ قال فی الدّر: ویحل ما سداه ابریسم ولحمته غیره کالکتان وقطن اھ (ج ۵/ ۳۴۹) واللہ اعلم۔

حررہ ظفر احمد، ۱۰ ربیع الثانی ۴۰ھ

حلق، رخسار اور گردن کے بال مونڈنے کا حکم

سوال: مونچھ یا مونچھ کے نیچے یا حلق یا رخسار یا گردن کے بال استرہ سے بنوانا کیسا ہے۔

الجواب

قال فی العالمگیریة ویأخذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب کذا فی الغنایته وکان بعض السلف یترك ساله، وهو اطراف الشوارب کذا فی الغرائب ذکره الطحاوی فی شرح الآثار ان قصّ الشارب حسن قال والحلق سنة وهو احسن من القصّ وهذا قول أبی حنیفة وصاحبیه (ج ۶/ ۲۳۸)
وفی هدایة النور فی احکام الشعور للمفتی سعد اللہ۔

www.ahlehaq.org

حلق شعور بہروت بدعت است برقول أصح ابو المکارم وشرح مختصر از زاہدی می ارد حلق الشارب بدعةٌ وقیل سنة اھ وفی النیل وذھب کثیر منھم الی منع الحلق والاستیصال والیہ ذھب مالك وکان یری تادیب من حلقہ وروی عنہ ابن القاسم انہ قال اخفاء الشارب بدعةٌ قال النووی المختار انہ یقصّ حتی یبدو طرف الشفة ولا یحضہ من اصلہ اھ رج ۱/۱۱۱) قال فی النہایة اخفاد الشوارب أن یبالغ فی قصّھا.

پس مونچھوں کا مونڈنا اگرچہ ایک قول پر جائز ہے مگر راجح یہ ہے کہ بدعت ہے اور سنّت یہ ہے کہ قینچی سے کتروادے اور کترنے میں مبالغہ کرے کہ بال کھال سے مل جائیں۔

وفی ھدایة الفورا ایضًا محدث وھو در شرح صراط مستقیم فی آورد حلق طرفین عنفقة لا بأس بہ است وفیہ ایضًا. وحدش (یعنی سرحد) حانب قفا تا گردن است اما گردن خارج است اھ وفیہ ایضًا ورمضمرات لا بأس بأخذ الحاجبین وشعور وجھہ مالم یشبھہ المخنث اھ وفی العالمگیریہ عن ابی حنیفةؒ یکرہ ان یحلق قفا الاّ عند الحجامة وفیہ لا یحلق شعر حلقہ وعن أبی یوسف لا بأس بہ اھ (ج ۶/۲۳۸)

بقیہ سوالات کا جواب ان عبارات میں موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گردن اور رخسار کے بال مونڈنا جائز اور حلق میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

حررّہ الاحقر ظفر احمد
۲۶ ربیع الثانی سنہ ۴۰ھ

ولایتی اشیاء کے استعمال کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ولایت کا بنا ہوا کپڑا یا دیاسلائی چاقو قلم کاغذ یعنی جو جو چیز ضرورت کی ہے اس کا استعمال کرنا جائز ہے کسی کتاب

www.ahlehaq.org

سے حرمت ثابت ہوتی ہے کہ نہیں ؟

الجواب

ان سب چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے کسی کتاب سے حرمت ثابت نہیں ہے نہ شارع نے منع کیا ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۶ جمادی الاولیٰ ۴۰ھ

کرتے کالر لگوانے کا حکم

سوال : اکثر لوگ انگرکھے یا کرتے میں گلے کے پاس کالر لگواتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ کالر نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ کالر وغیرہ کچھ نہیں لگوانا چاہیئے تو کیا واقعی یہ ممنوع ہے اور مشابہت بالنصاریٰ ہے یا نہیں ؟

الجواب

بے شک کالر لگانا مشابہت بالنصاریٰ میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

ریشم کی جانماز پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال : ریشم کی جانماز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا ہے ؟

الجواب

قال فی الدّر فی باب لبس الحریر من کتاب الحظر والاباحۃ مانصّہ ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وھو الصحیح کما فی المواھب فلیحفظ ھذا الصحیح خلاف ما علیہ المتون المشھورۃ المعتبرۃ والشروح إلی ان قال (تتمہ) یجری الاختلاف المار بین الامام وصاحبیہ فی ستر الحریر وتعلیقہ علی الابواب کما فی الھدایۃ وکذا لایکرہ وضع ملاءۃ الحریر علی مھد الصبی وقدمنا کراھۃ استعمال اللحاف من الابریسم لانہ نوع لبس بخلاف الصلاۃ علی السجادۃ منہ لان الحرام ھو اللبس دون الانتفاع إلی ان قال لکن نقل الحموی عن شرح الھاملیۃ للحلوانی أنہ

www.ahlehaq.org

تکرہ الصلاۃ علی الثوب الحریر للرجال اھ قلت والاوّل اوجہ اذ لا فرق یظھر بین الافتراش للجلوس أو النوم او للصلاۃ تدبّر اھ (ص ۳۴۹ ج ۵) و فیہ ایضًا وانما حلّ (ای التوسد والنوم علی الحریر ۱۲) لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس علی مرفقۃ حریر وکان علی بساط ابن عباس مرفقۃ حریر وروی ان انسًا رضی اللہ عنہ حضر ولیمۃ فجلس علیٰ وسادۃ حریر ولان الجلوس علی الحریر استخفاف بہ ولیس لتعظیم فجری الجلوس علیٰ بساط فیہ تصاویر منح عن السراج اھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ریشم کے کپڑے پر بیٹھنا اور سونا اور تکیہ لگانا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

بید سے بنی ہوئی ٹوپی پہننے کا حکم سوال: اس دیار بنگالہ میں بید سے تار نکال کر ٹوپیاں بناتے ہیں۔ یہ ٹوپی استعمال کرنا جائز ہے یا نہ۔

الجواب

جائز ہے لعدم ما یدلّ علی الحرمۃ۔ واللہ اعلم
ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲ جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ

پائجامہ ٹخنوں سے نیچا رکھنا سوال: مرد کے لئے پائجامہ گھوٹی سے نیچا رکھنا نماز میں یا غیر نماز میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال میں ایک لفظ گھوٹی سمجھ نہیں آیا اگر اس کے معنی ٹخنہ کے ہیں تو ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا لنگی کا رکھنا نماز و غیر نماز ہر حالت میں گناہ ہے۔ واللہ اعلم۔
۴ رجب ۱۳۷۱ھ

www.ahlehaq.org

عورتوں کے لئے بالوں کا جوڑا باندھنا جائز ہے

سوال : عورتوں کو سر کے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ مکروہ ہے۔

الجواب

عورت کے لئے بالوں کا جوڑا باندھنا مکروہ نہیں۔

قال فی رد المحتار روی الطبرانی انه علیه الصلاة والسلام نهی ان یصلی الرجل ورأسه معقوص اھ (ج ۱/ ۶۷۱) اس میں ممانعت مردوں کو ہے قال العزیزی واسناد صحیح (ج ۳/ ۴۰۲)

وفی حاشیة الخفی خرج المرأة والخنثی فیطلب عقص شعرهما لطلب المبالغة فی سترهما، قلت وقواعدنا لاتاباه۔ واللہ اعلم۔ ظفر احمد عفی عنہ ۶ رجب ۱۳۵۱ھ

چہرہ اور ہتھیلیوں کا ضرورت کے وقت ستر واجب نہیں

سوال : پردہ کے بارے میں فقہاء کرام نے یہ کیسے لکھ دیا کہ اِلَّا وجهها وكفيها اور ولا تُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ سے مستنبط کرتے ہیں کہ زینت سے مواضع زینت مراد ہیں اور وجہ وکف موضع زینت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں عضو اعلیٰ درجہ کے موضع زینت ہیں یعنی وجہہ کی زینت پان، مسّی، سرمہ سے اور ناک کی زینت کیل اور نتھ سے کی جاتی ہے اور ہاتھ کی مہندی اور انگوٹھیوں سے کی جاتی ہے۔ بخلاف اس کے عضو مستور مواضع زینت نہیں ہیں۔ کیونکہ نہ اس کے لئے خاص زیور ہے اور نہ کوئی خاص مصالحہ یا خضاب۔ پھر اگر فقہاء کا قول مان لیا جاوے تو مروجہ پردہ بالکل رخصت ہو جائے گا بلکہ امتثال امر بلکہ اجتناب بدعۃ کے طور پر اسے خود رخصت کرنا پڑے گا۔

الجواب

فقہاء کرام نے وجہ وکفین کا استثناء "ولا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ" سے مستنبط نہیں کیا بلکہ اس کے بعد حق تعالیٰ نے اِلَّا ما ظهر منها فرمایا ہے۔

www.ahlehaq.org

اس سے یہ استثناء مستنبط ہے . خلاصہ یہ ہوا کہ زینت کی دو قسمیں ہیں. ایک زینت خفیہ (جس کے اخفاء میں حرج نہیں) دوسری زینت ظاہرہ (جس کے اخفاء میں کام کرنے والی عورتوں کو حرج ہوتا ہے) پس وجہ وکفین بھی داخل زینت ہیں مگر وہ از قبیل زینت ظاہرہ ہیں. منجملہ زینت خفیہ کے نہیں اور یہ بات بالکل بدیہی ہے. غریب عورتوں کو کام کاج کے حرج کے واسطے اظہار وجہ وکفین کی سخت ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس کو عورت نہیں قرار دیا گیا البتہ اگر خوف فتنہ ہو تو اس وقت اس کا چھپانا بھی واجب ہے . چنانچہ اس وقت کے لئے حکم ہے یا ایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن (فی الجلالین جمع جلباب وہی الملحفة التی تشتمل بها المرأة ای یرخسین بعضها علی الوجوہ اذا خرجن لحاجتهنّ الاّ عيناً واحدةً اھ (۳۵۵)

اور جس وقت باہر نکلنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ اس سے استغناء ہو تو اس وقت کے لئے یہ حکم ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرّج الجاهلية الاولیٰ. وفی الجلالین تحت قوله تعالےٰ ولا يبدين زينتهن الاّ ما ظهر منها، وهو الوجه والكفان قيجوز نظره لأجنبی ان لم يخف فتنة فی احد الوجهين والثانی يحرم لأنه مظنة الفتنه ورجح حسما للباب۔

وليضربن بخمرهن علیٰ جيوبهن ولا يبدين زينتهن الخفية وهی ما عدا الوجه والكفين الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ استثناء وجہ وکفین الاّ ما ظہر سے مستنبط ہے اور اس کو محل زینت سے خارج نہیں کیا گیا اور اس کا کھولنا بوقت ضرورت بقید امن عن الفتنہ جائز ہے. ان عورتوں کو جن کو باہر نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو اس سے مستغنی ہوں ان کے لئے قرار فی البیوت کا حکم ہے . پس پردہ مروّجہ کس طرح رخصت ہو سکتا ہے. واللہ اعلم

۱۹ رمضان المبارک

سونے، چاندی کے بنے ہوئے دانت لگانا اور اس حالت میں وضو وغسل کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ دانت خراب ہو جانے کی حالت میں

www.ahlehaq.org

ان کی درستی مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے اگر دانت بالکل اکھڑ گئے ہوں تو پتھر یا سونے یا چاندی کے مصنوعی دانت یا تو بالکل جما دیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جمے رہتے ہیں. بغیر ڈاکٹر کے نکالے نہیں نکلتے یا اس طرح لگا دیئے جاتے ہیں کہ جب چاہو خود ان کو نکال لو. اور جب چاہو لگا لو. اور اگر اصلی دانت اکھڑا ہوا نہ ہو بلکہ اور کچھ خرابی اس میں آگئی ہو تو اس پر چاندی یا سونے کا خول چڑھا دیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ چڑھا ہوا رہتا ہے جب چاہو نکال لینے اور لگا لینے کی شکل اس میں نہیں اور اگر کیڑا وغیرہ لگ جانے کی وجہ سے سوراخ ہوگیا ہے تو اس میں چاندی یا سونا گلا کر بھر دیتے ہیں پس ارشاد ہو کہ جملہ صدر مذکورہ میں کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز یا کل صورتیں شرعًا جائز ہیں خول چڑھانے یا چاندی سونا بھر دینے کی صورت میں بحالت غسل کوئی خرابی آئے گی یا نہیں.

الجواب

(۱) پتھر کے دانت بالکل جائز ہیں سونے کے مسلم دانت جائز نہیں امام صاحب کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک سونے چاندی دونوں کے جائز ہیں.

(۲) چاندی یا سونے کے تاروں سے دانتوں کو مضبوط کر دینا جائز ہے تاکہ وہ حرکت نہ کریں باقی سونے کا خول نہ چڑھایا جائے گو جائز ہے. امام محمدؒ کے نزدیک سونے کا بھی چاندی کا بھی.

(۳) دانت میں سوراخ ہو جائے تو اس میں چاندی یا سونے کو گلا کر بھر دینا جائز ہے جس سے دیکھنے میں مثل میخ اور کیل کے معلوم ہو. فقہاء نے مسامیر ذہب کی اجازت دی ہے.

قال فی العالمگیریة: قال محمد فی الجامع الصغیر ولا یشدّ الاسنان بالذهب ویشدها بالفضة وهذا قول أبی حنیفةؒ وقال محمدؒ یشدّها بالذهب ایضًا. قطعت انملة یجوز ان یتخذها من ذهب او فضّة. بخلاف لو قطعت یدهٗ او اصبعهٗ اهـ.

(ج ۶/ ۲۲۵)

www.ahlehaq.org

وفی الشامیۃ: اذا جدع انفہٗ او اذنہٗ او سقط سنہ فأراد أن یتخذ سنًّا آخر فعند الامام یتخذ ذلک من الفضّۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضًا. اھ (ج ۵/۳۵۶)

جس وقت دانت اچھی طرح جمے ہوئے ہوں کہ بدون مشقت کے جدا نہ ہوسکیں تو ان کا منہ میں رہنا غسل کے لئے مضر نہیں جو حکم اصلی دانتوں کا ہے وہی حکم ان کا ہے اور اگر بسہولت جدا ہوسکیں تو غسل کے وقت ان کو نکال کر کلی کرنا چاہیئے. قلت ووجھہ ما فی الھدایۃ، اذا کان حلیۃ السیف لا یعسر انفصالھا منہ لا یبطل البیع فی السیف بالافتراق قبل قبض ثمنہ، واذا کان لا یتخلص الّا بضرر بطل البیع فیھما (ج ۳/۹۰) فعلم بہ ان ما لا یتخلّص الّا بضرر فھو کالمتصل وما یتخلص بغیر ضرر فھو فی حکم المنفصل واللہ اعلم.

حرّرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۷ ذی الحجہ ۴۱ھ

تسبیح میں ریشم کا ڈورا ڈالنا سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ تسبیح کے ڈورے میں ریشم کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے لأن الحرمۃ فی لبس الحریر وھذا لیس من اللبس فی شئ. واللہ اعلم. حررہ الاحقر

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۳ شعبان ۴۲ھ

کوٹ پتلون پہننے کا حکم سوال: نصاریٰ لوگ جو کوٹ پتلون وغیرہ پہنتے ہیں اس کا مسلمانوں کو پہننا اور چنڈول فٹ بال کا کھیلنا نصاریٰ کی مشابہت ہے یا نہیں. یہاں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ریل، بندوق وغیرہ جو کچھ ان کی ایجاد کی ہوئی چیزیں ہیں ان کا استعمال کرنا، ریل پر سوار ہونا، بندوق رکھنا وغیرہ یہ بھی جائز نہیں

الجواب

کوٹ پتلون وغیرہ انگریزوں کا قومی شعار ہے لہٰذا اس کا پہننا مکروہ ہے۔

www.ahlehaq.org

اور اگر تشبہ کی بھی نیت ہو تو حرام ہے۔ ریل، بندوق وغیرہ پر اس کا قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ وہ نصاریٰ کا قومی شعار نہیں۔ واللہ اعلم۔ حرّرہ الاحقر
ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۵ شعبان ۴۲ھ

لڑکی کا سر منڈانا کس عمر تک جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کا سر منڈوانا کس عمر تک جائز ہے اور کتنی عمر تک اس کو بال رکھنا فرض ہے۔ ہمارے بعض لوگ دو سال اور بعض لوگ چار سال اور بعض لوگ پانچ سال تک کی لڑکی کا سر منڈواتے رہتے ہیں اور پھر اس کے بعد بال رکھوانا شروع کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں عذر یا عدم عذر وغیرہ کا کچھ خیال نہیں ہوتا محض دستور کے مطابق یہ بات جاری ہے۔

الجواب

قال الطحطاوی فی حاشیہ علی مراقی الفلاح قال فی السراج الصغیر جدا لا تکون لہ عورۃٌ ولا بأس بالنظر الیہا ومسّہا. (ص ۱۳۹)

وفی الدّر لا عورۃ للصغیر جدًا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ إلی عشر سنین ثم کبالغ اھ قال الشامی قولہ الصغیر جدًا قال: وفسرہ شیخنا بابن اربع فما دونہا ولم ار لمن غیرا اھ وحد الاشتہاء یعتبر بحال کل صبی وصبیۃ فاذا بلغ حد الشہوۃ وقدرہٗ بعضہم سبع وبعضہم بتسع وسیاتی فی باب الامامۃ تصحیح عدم اعتبارہ بالسن بل المعتبر ان تصلح للجماع بان تکون عبلۃً ضخیمۃً فلہٗ حکم البالغین فیجب علی الولی أن یأمرہٗ بستر العورۃ ہذا ما علمتہٗ من کلام الشامی (ج ۱/ ۴۲۳)

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکی ستر عورۃ کے بارہ میں نو/دس سال میں اور جوانھٹان کی زیادہ ہو اور اس کی طرف خواہش ہونے لگی ہو تو اس سے پہلے ہی مثل بالغ کے شمار ہوتی ہے اور عورت بالغہ کو بلا عذر قوی کے سر منڈانا

www.ahlehaq.org

جائز نہیں تو جو لڑکی بالغ ہے اس کا بھی یہی حکم ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ جب لڑکی نوبرس کی ہو جائے گو قابل شہوت نہ ہوئی ہو اس کا سر نہ مونڈا جائے کیونکہ یہ اٹل مدّت اس کے بلوغ کی ہے. باقی عذر کی وجہ سے تو بالغ عورت کا سر مونڈنا بھی جائز ہے. نابالغ کا بدرجہ اولیٰ اور عذر کی مثال یہ ہے کہ سر میں ایسا درد ہو جو بدون سر مونڈے اچھا نہ ہو یا سر سام وغیرہ پڑ جائے وغیرہ وغیرہ۔

قال فی العالمگیریة : قلو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجع اصابها لا بأس به وان فعلت ذالك تشبهًا بالرجال فهو مكروه اھ (ج ۶/ ۲۳۸) واللہ اعلم احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الآخر ۴۴ھ

استرے سے مونچھوں کو صاف کرنے کا حکم

سوال : مونچھوں کے بالوں کو استرے سے صاف کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

مونچھوں کے بارے میں صرف اتنا ضروری ہے کہ جس قدر لبوں سے زیادہ ہوں وہ کتر دی جائیں. خواہ صرف قینچی سے یا اوّل استرا لبوں کے اوپر لگا کر پھر قینچی سے کتری جائیں. دونوں طرح جائز ہے.

مردوں کے لئے ضفائر کا حکم

سوال : و فی جامع الترمذی ابواب اللباس المجلد الاوّل عن ام ھانی قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعنی مکة وله اربع غدائر (او ضفائر) اس کی توجیہ کیا ہے. اس کا حکم منسوخ ہے یا اب بھی رجال کو ضفائر گوندنا جائز ہے.

الجواب

مردوں کے لئے ضفائر اب بھی جائز ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اسی ہیئت پر نہ ہوں جس سے تشبہ بالنساء لازم آئے یعنی عورتیں ضفائر کو پیچھے پشت پر رکھتی ہیں مرد اس طرح نہ کریں بلکہ آگے یا شانہ پر رکھیں.

قال الملا علی القاری فی شرح الشمائل له قال ابن حجر و

www.ahlehaq.org

فیہ (اے فی حدیث ام ھانی) حل ضفر الشعر حتی للرجال ولیس تختصّ بالنساء الّا باعتبار ما اعتید فی اکثر البلاد فی ھذہ الازمنۃ المتأخرۃ ولا اعتبار بذلک۔ اقول عادۃ السادۃ فی بعض البلدان ایضاً ھی الضفر لکن علی غدیرتین واقعتین بین ایدیھم تفرقۃ بینھم وبین النساء اذ عادتھن وضع الضفائر خلفھن وھذا الفرق یکفی فی عدم التشبہ بھن واللہ اعلم۔ (ج ۶/)

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ

عورتوں کے لئے گرگابی پہننا جائز ہے یا نہیں

سوال: عرض ہے کہ ایک پابند صوم و صلاۃ عورت گرگابی جو نہ کو استعمال میں لاسکتی ہے، اگر اس کا ایک مسلمان عورت کے لئے استعمال کرنا جائز ہو تو واضح طور پر ارشاد فرمائیں تاکہ آئندہ انسداد کے لئے مستند دلیل قائم کرسکوں۔

الجواب

فی الحدیث لعن اللہ المترجلات من النساء والمتشبہین بالنساء من الرجال او کما قال وقال صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقومٍ فھو منھم۔ چونکہ اس قسم کا جوتا عموماً وہ عورتیں پہنتی ہیں جو کافر ہیں یا کافر عورتوں سے تشبہ کرنے والی ہیں اس لئے اس کا پہننا مسلمان عورت کو زیبا نہیں البتہ اگر کسی جگہ اس کا رواج عام ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون ۲۲ جمادی الثانیہ ۴۴ھ

حکم کلاہ زرین

سوال: ٹوپی میں زر کا کام کیا گیا۔ زر اگر دور میں انگشت سے کم ہے اور اوپر پورا زر ہے تو اس صورت میں اس ٹوپی کا پہننا روا ہے یا نہیں

الجواب

فی الشامی (ج ۵/ ۳۴۵) وظاھر المذھب عدم جمع المتفرق) ای الّا اذا کان خط منہ قزوخط منہ غیرہ بحیث یری کلا قزا فلا

www.ahlehaq.org

یجوز کما سنذکرہٗ عن الحاوی ومقتضاہٗ حل الثوب المنقوش بالحریر تطریزاً ونسجاً اذا لم تبلغ کل واحدٍ من نقوشہٖ اربع اصابع وان زادت بالجمع مالم یر ی کلہ حریراً۔ تأمل (۱) ھل حکم المتفرق من الذھب والفضہ کذلک یحرر۔

وفیہ ایضاً (۲) وبہ یعلم حکم الحرقیۃ المسمّاۃ بالطاقیۃ فاذا کانت منقشۃً بالحریر وکان أحد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناءً علی ما مرّ من ان ظاھر المذھب عدم جمع المتفرق۔

وفیہ ایضاً (۳) تحت قول الدر لا یکرہ علم الثوب من الفضہ ویکرہ من الذھب قالوا ھذا مشکل رخص الشرع فی الکفاف الخ اقول: الظاھر أن وجہ الاستشکال ان کلا من العلم والکفاف فی الثوب انّما حل لکونہٖ قلیلاً وتابعًا غیر مقصود کما صرحوا بہ وقد استوی کل من الذھب والفضّۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص العلم والکفاف من الحریر ترخیص لھما من غیرہ ایضاً بدلالۃ المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامرّ من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابعؑ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر اوپہ کا کام چار انگشت ہے تو اس ٹوپی کا استعمال جائز نہیں اور اگر اوپہ کا کام بھی چار انگشت سے کم ہے تو جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

سونے چاندی کے بٹن کا حکم

سوال: آپ کی کتاب صفائی معاملات سے سونے چاندی کے بٹن یعنی پوتام لگانے کا مرد کے لئے جواز

---

(۱) ج ۶/ ۳۵۲، ایچ ایم سعید: مرتب (۲) ص: ۴۵۴، ایچ ایم سعید: مرتب (۳ و ۴) ج ۶/ ۳۵۵ مرتب۔

www.ahlehaq.org

معلوم ہوتا ہے لیکن دلائل جواز کی صراحت نہیں ہے اس واسطے اس کا بیان دلیل سے مطلوب ہے .

الجواب

وفی الدّر المختار مع الشامی (ج ۵/۳۴۸) (۱) لا بأس باز الدیباج والذهب الخ .

اس میں تصریح ہے جواز گھنڈی کی اور اس کی وجہ سوائے تابع ثوب ہونے کے اور کیا ہو سکتی ہے اور بٹن بھی تابع ثوب ہوتا ہے. پس گھنڈی کی طرح بٹن بھی جائز ہے لیکن اس کے بعد بعض روایات سے خود مؤلف صفائی معاملات کو اس میں تردد ہو گیا اور یہ احتمال غالب ہو گیا کہ ازار سے کلا بتون کی گھنڈیاں مراد ہیں کہ وہ تابع ثوب ہیں بخلاف بٹن کے کہ وہ منفصل اور مستقل ہیں . اشرف علی

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ

۳۰ ربیع الاوّل ۴۴ھ

سونے کی انگشتری مردوں کے لئے حرام ہے | سوال : ہمارے اس دیار میں سونے کی انگشتری کے استعمال کا زیادہ رواج ہے حتّٰی کہ مرد بھی زور شور سے پہنتے ہیں. عرصہ سے میں نے سنا ہے کہ سونے کی انگشتری کا پہننا مرد کے لئے حرام ہے. اب عرض خدمت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حلقہ انگشتری کو سونے سے بنوا دے اور نگینہ پتھر کا لگوائے تو درست ہے یا نہیں مع حوالہ کتب ارقام کریں .

الجواب

سونے کی انگشتری میں پتھر کا نگینہ لگانے سے اس کا پہننا جائز نہیں ہو جاتا بلکہ حرام ہے.

کما فی العالمگیریة (۶/۲۲۴) والتختم بالذهب حرام فی الصحیح کذا فی الوجیز للکردری وقال بعد اسطر والحلقة فی الخاتم هی المعتبر لان قوام الخاتم بها ولا معتبر بالفصّ حتّٰی أنه

(۱) ج ۶/ ۳۵۵ - مرتب

www.ahlehaq.org

یجوز ان یکون حجرا و غیرہ کذا فی السراج والوھاج.

فقط، کتبہ عبدالکریم عفی عنہ

الجواب صحیح
ظفر احمد عفی عنہ

۸ جمادی الاولیٰ ۴۴ھ

بغرض شادی داڑھی منڈوانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اس وقت تخمیناً ۲۸-۲۹ سال ہے اور اب تک بباعث غربت ومفلسی اس کی شادی نہیں ہوئی اور وہ ایک باشرع آدمی ہے. فی الحال چند بہی خواہانِ برادری نے اس کی نسبت ایک جگہ ٹھہرائی ہے لیکن جو شخص اس کا بانی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ زید کی داڑھی چونکہ موافق شرع شریف ہے لہٰذا لڑکی کے وارث اس کی موجودہ صورت کو دیکھ کر اپنی لڑکی نہیں بیاہ سکتے. اگر زید شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ بالکل صفایا کرادے اور بعد انجام شادی کے پھر وہ رکھ سکتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے. مفصل جواب عنایت فرمائیں.

الجواب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المجوس اعفوا اللحی واحفوا الشوارب، اخرجہ احمد ومسلم کما فی النیل (ج ۱/ ۱۱۱)

ڈاڑھی کا مونڈنا حرام ہے اور کتر کر ایک قبضہ سے کم کرنا بھی حرام ہے. اس لئے زید کو اس فعل کی گنجائش نہیں. ہاں اگر ڈاڑھی ایک قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو ایک قبضہ کرے اور زیادہ کو کم کردے اور قبضہ کے معنی کسی عالم سے زبانی معلوم کرے اگر اس طرح شادی ہوجائے تو کرلے ورنہ روزے بکثرت رکھا کرے اس سے ہیجان شہوت نہ ہوگا. واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ، ۲۴ ربیع الاول ۴۶ھ

سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے

سوال: قابل گزارش یہ ہے کہ ایک عالم صاحب نے ایک حدیث لکھ کر روانہ فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے وہ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے اور ان کو جنت کی خوشبو

www.ahlehaq.org

نصیب نہ ہوگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا بالکل مطابق گناہ شرک ہے۔ کیونکہ جنّت مشرک کے لئے حرام ہے۔ اب رہا یہ کہ کتاب درمختار ص ۲۳۲ باب الخضاب میں صاف لکھا ہوا ہے کہ سیاہ خضاب زینت کے لئے لگانا جائز ہے۔ علاوہ اس کے بعض لوگوں کے ہاں مکروہ لکھا ہے اور بعض کے ہاں مطلق مکروہ نہیں۔ اکثر علماء سے سیاہ خضاب لگانے والے کی نسبت دریافت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ایسی حدیث کوئی نظر سے نہیں گزری۔ اور اگر ہے بھی تو وہ ضعیف حدیث ہے اس لئے حضرت والا کے پاس یہ عریضہ روانہ کر کے جواب کا امیدوار ہوں سوال صرف سیاہ خضاب کے بارے میں ہے۔

الجواب

اخرج النسائی فی سننہ (ص ۲۷۷ ج ۲)

اخبرنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الجلی عن عبد اللہ وھو ابن عمرو عن عبد الکریم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رفعہ انہٗ قال قوم یخضبون بھذا السواد آخر الزمان کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ اھ وقد اخرج بعدہٗ حدیث ابی قحافہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہ غیروا ھذا بشئ وجنبوہ السواد رواہ الجماعۃ الا البخاری والترمذی (نیل ج ۱ ص ۱۱۴) وھو حدیث صحیح۔

پس یہ حدیث تو صحیح ہے کہ سیاہ خضاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض لوگ آخر زمانہ میں سیاہ خضاب لگائیں گے ان کو جنت کی خوشبو نہ پہنچے گی اور فتویٰ اسی پر ہے کہ سیاہ خضاب جائز نہیں۔ مگر یہ کہ جہاد میں دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے لگانا جائز ہے۔

قال فی العالمگیریہ امّا الخضاب بالسواد فمن فعل ذالک من الغزاۃ لیکون رھیب فی عین العدو فھو محمود منہٗ اتفق علیہ المشائخ ومن فعل ذالک لیزین نفسہ للنساء ولیحبب نفسہ الیھنّ مکروہ (ای کراھۃ التحریم للاطلاق) وعلیہ

www.ahlehaq.org

عامة المشائخ (ج ۶/۲۳۸) اور امام ابو یوسفؒ سے اس میں جو رخصت مروی ہے. جیساکہ عالمگیری وشامی میں مذکور ہے۔ وہ روایت ضعیف ہے یا مؤول ہے اس خاص صورت کے ساتھ جبکہ کسی کے بال بوجہ مرض قبل از وقت سپید ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الثانی ۴۶ھ

بنگالی عورتوں کے متعارف لباس کا حکم

سوال: چہ می فرمانند دریں مسئلہ کہ زنان ایں دیار مثل زنان ہندو ثیاب دہ گزی پوشند ایں ہمہ بدعت منکر ومشابہ بالکفر شود یا نہ وزنان گویند کہ لباس مسنون یعنی لنگی یا قمیص وردا مایاں نمی توانیم پوشید از جہت کہ غیر استعمال تکلیف می شود پس زنان را برائے اختیار کردن لباس مسنون در شریعت زجر وجبر کردن جائز است یا نہ.

الجواب

اگر لباس متعارف زنان تشبہ بالکفار دارد یا دراں ستر کافی نباشد جبر بر ترک آں لازم است ہے. واگر ازیں ہر دو مصون است جبر جائز نیست فانہ لا اکراہ فی المباحات۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ
غرہ جمادی الثانیہ ۴۶ھ

سور کے بالوں کا برش استعمال کرنا جائز نہیں

سوال: ایک امر دریافت طلب ہے کہ قرآن شریف میں آیہ کریمہ "حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الخ ہے جس کی تشریح آپ پر واضح ہے. میرے دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے جس کے علاج کے لئے ڈاکٹر لوگ برش کا استعمال تجویز کرتے ہیں مگر تمام برش سور کے بال سے جو کیمیاوی اجزاء سے صاف کئے جاتے ہیں بنے ہوئے ہیں یہ وضاحت فرمائیں کہ اس قسم کے برش کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب

جب دانتوں کے برش کے متعلق یہ محقق ہے کہ وہ سور کے بالوں سے بنتا ہے

www.ahlehaq.org

تو اس کا استعمال جائز نہیں۔ امرتسر میں ڈاکٹر عزیز احمد صاحب دندان ساز خاص طور پر جائز بُرش تیار کرتے ہیں ان سے منگوا لئے جائیں۔ فقط

ظفر احمد عفی عنہ

از تھانہ بھون ۲۰ شعبان ۴۶ھ

تذکرۃ الواعظین کے ایک مضمون کی تغلیط

سوال: ایک کتاب مسمی تذکرۃ الواعظین میں تحریر ہے کہ بروز شنبہ اور سہ شنبہ ناخن کٹوانے سے بیماری آتی ہے اور ان ایام میں کپڑا قطع کرنے سے اور اس کے استعمال تک مبتلاء رنج و مصیبت رہے گا۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ مضمون غلط ہے اس پر ہرگز اعتقاد نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفی عنہ، ۲۶ شعبان ۴۶ھ

مصنوعی دانت لگانا جائز ہے

سوال: مصنوعی دانت لگانے ضرورت خورد و نوش و حسن تلفظ اور تزئین کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہیں نخود کے دانہ کے برابر چیز منہ میں ہوتے ہوئے نماز نہ ہونے کا مسئلہ عام مشہور ہے۔ سو عرض یہ ہے کہ مصنوعی دانت لگانے کے بعد نماز پڑھنے سے نماز درست رہے گی یا فاسد؟

الجواب

مصنوعی دانت لگانا جائز ہے اور ان کو لگا کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور نخود کے برابر کوئی چیز کھانے کی نگل جائے تو نماز نہیں ہوتی اور دانت کھانے کی چیز نہیں اور نہ اس کو نگلنے کے واسطے لگاتے ہیں اور کوئی چیز منہ میں رکھ کر نماز پڑھنا جب مکروہ ہے جبکہ اس کے منہ میں ہونے سے قرارت میں دشواری ہو اور مصنوعی دانت لگانے سے تو قرارت میں دشواری نہیں بلکہ سہولت ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر

ظفر احمد عفی عنہ

۱۱، رمضان ۴۶ھ

www.ahlehaq.org